خطباتِ محدثِ کبیر
مکمل
حضور محدثِ کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری
ترتیب و تخریج
مفتی شمشاد احمد مصباحی
ناشر
دائرۃ المعارف الامجدیہ گھوسی

ممتاز الفقہاء سلطان الاساتذہ رئیس المناظرین محدث کبیر

حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری

بانی ومہتمم طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

کی گیارہ تقریروں کا حسین گلدستہ

بنام

خطبات محدث کبیر

حصہ دوم

ترتیب وتخریج

مفتی شمشاد احمد مصباحی

استاذ و مفتی طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو

ناشر: دائرۃ المعارف الامجدیہ گھوسی ضلع مئو یوپی
فون: 05461-222046

نام کتاب .... خطبات محدث کبیر حصہ دوم
ترتیب وتخریج .... مفتی شمشاد احمد مصباحی
کمپوزنگ .... امجدی کمپوزنگ سینٹر
باراول ۱۱۰۰
ناشر .... دائرۃ المعارف الامجدیہ گھوسی
قیمت .... Rs. 150=00
مطبع .... اسلامک پبلیشر Ph: 01123284316
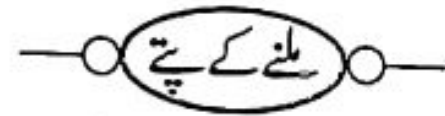
۱- دائرۃ المعارف الامجدیہ گھوسی ضلع مئو
۲- قادری کتاب گھر اسلامیہ مارکیٹ بریلی شریف
۳- کتب خانہ امجدیہ ٹیامحل جامع مسجد دہلی
۴- مکتبہ امجدیہ مدھوبن روڈ گھوسی مئو

فہرست

خطبات محدث کبیر حصہ دوم

عرض مرتب

یہ بات نوجوان علماء، طلبۂ مدارسِ عربیہ اور واعظین ملت اسلامیہ کے لئے باعث مسرت ہے کہ "خطبات محدث کبیر" حصہ دوم ایک لمبے وقفے اور شدید انتظار کے بعد ترتیب وتخریج اور کمپوزنگ وطباعت کے تمام مراحل سے گزر کر اب ان کے ہاتھوں میں ہے، ۲۰۰۱ء میں خطبات محدث کبیر حصہ اول کی ترتیب وتخریج کی ذمہ داری مجھے دی گئی تھی اور چند ہفتوں میں حصہ اول میں شامل سات وقیع تقریروں کی ترتیب وتخریج کا کام میں نے مکمل کر دیا، اور جولائی ۲۰۰۱ء میں کتاب چھپ کر منظر عام پر آ گئی، اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا، اس کے بعد سے مزید کئی ایڈیشن چھپ کر آئے اور آناً فاناً وہ بھی ختم ہو گئے۔ عوام وخواص نے خطبات محدث کبیر حصہ اول کو جس طرح ہاتھوں ہاتھ لیا اس کی قبولیت اور افادیت کی روشن دلیل ہے، اور کیوں نہ ہو کہ یہ کسی پیشہ ور خطیب اور دنیا دار مقرر کی تقریروں کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ اس عالم ربانی کی تقریروں کا مجموعہ ہے جس نے اپنی حیاتِ مستعار مسلک کی نشر واشاعت کے لئے وقف کر دی۔ اور جس کی تقریر کا ایک ہی مقصد ہے، مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت اور بدمذہبوں کی سرکوبی، جس کی ہر بات دل سے نکلتی ہے اور دل میں اثر کرتی ہے

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

ایک مختصر سے عرصے میں "خطبات محدث کبیر حصہ اول" کا متعدد ایڈیشن نکل جانا علمی حلقوں میں اس کی پذیرائی اور اثر آفرینی کی زندہ مثال ہے ——— ادھر چند سالوں سے ارباب علم ودانش کی طرف سے حصہ اول کی مسلسل مانگ کے ساتھ ساتھ حصہ دوم کو بھی جلد از جلد منظر عام پر لانے کا پیہم تقاضا شروع ہو چکا تھا، مگر تعلیمی اوقات میں تدریس وافتاء اور خارجی اوقات میں تقریری مصروفیت کی بنا پر حصہ دوم کی ترتیب وتخریج کا کام کرنے سے میں عاجز رہا۔ بالآخر امسال ۲۰۰۹ء میں تقسیم کتب کے وقت محب گرامی قدر حضرت مولانا علاء المصطفےٰ صاحب قادری نے اسی کام کے لئے میری ایک گھنٹی خالی کر دی، اور بس حصہ دوم کی ترتیب وتخریج کا کام میں نے شروع کر دیا۔ اور اسی ایک گھنٹی میں تھوڑا تھوڑا کام کرتا رہا بالآخر چند مہینوں میں یہ کام مکمل ہو گیا۔ اور آٹھ سال کے لمبے عرصے کے بعد میں اپنا وہ وعدہ پورا کر سکا جو میں نے حصہ اول میں کیا تھا

——— احادیث کی تخریج کا کام کوئی آسان نہیں وہ بھی ایسی حالت میں جبکہ المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث جیسی کوئی معاون کتاب دستیاب نہ ہو، خیر اپنی سمجھ کے مطابق کتب احادیث کی فہرست کو بغور دیکھتا اور پھر جس صفحہ میں ملنے کی امید ہوتی اس کو کھول کر پڑھتا۔ الحمد للہ اسی طرح آہستہ آہستہ دو چار حدیثوں کو چھوڑ کر باقی تمام احادیث کو تلاش کر لیا اور حدیث کے الفاظ بھی کتاب کے مطابق درست کر دیے اور نمبر ڈال کر نیچے حوالے بھی تحریر کر دیے ——— حصہ اول کی طرح حصہ دوم میں بھی سیاق وسباق میں ربط اور جملوں میں تسلسل وروانی پیدا کرنے کی پوری کوشش کی اور اکثر وبیشتر

مقامات پر پوری پوری حدیث نقل کر دی اور تمام احادیث وآیات پر اعراب بھی لگا دیا، اور ترجمے بھی کر دیئے تاکہ نوجوان علما بالخصوص طلبہ کو بیش بہا علمی مواد اور تقریری میٹر کے ساتھ ساتھ آیات واحادیث کے استحضار میں مدد مل سکے اور بولنے میں کوئی دقت وپریشانی اور اعرابی غلطی نہ ہو سکے ــــ میری خواہش تو یہی تھی کہ حضور محدث کبیر صاحب قبلہ پوری تقریر پر نظر ثانی فرمالیں اس کے بعد ہی پریس کے حوالے کیا جائے مگر حضور والا کی بے پناہ مصروفیت اور مزید تاخیر کے اندیشے کے سبب یہ کام نہ کرا سکا تاہم جن جن مقامات پر مجھے دکھانا ضروری معلوم ہوا حضور محدث کبیر کو دکھا لیا، اور اصلاح کرا لی ــــ چونکہ حضور محدث کبیر نے پوری کتاب پر نظر ثانی نہیں کی ہے اس لئے ناظرین بالخصوص اہل علم سے گذارش ہے کہ اس میں کسی قسم کی کوئی لفظی یا معنوی غلطی نظر آئے تو اس فقیر کو ضرور مطلع فرمائیں اور اس کو میری غلطی تصور کریں اور یہی سچائی بھی ہے کیوں کہ خطبات محدث کبیر کا مسودہ کیسٹ سے تیار کیا گیا تھا اور نقل کرنے والے طلبہ تھے اس لئے جگہ جگہ غلطیاں تھیں، آیات اور احادیث کے الفاظ تک درست نقل نہیں ہوئے تھے اور جملوں میں اس قدر بے ربطی تھی کہ ایک مرتبہ حضرت محدث کبیر نے دو چار سطر پڑھ کر تقریر کا مسودہ ایک طرف رکھتے ہوئے فرمایا "اس کا پڑھنا میرے بس کی بات نہیں، میں اگرچہ بہت مرصع اردو نہیں بولتا ہوں مگر اس قدر بے جوڑ اور غیر مرتب بھی نہیں بولتا ہوں کہ مفہوم ہی واضح نہ ہو سکے" اور پھر ناقلین پر برسنے لگے "خیر میں نے ان تقریروں کو بنانے، سنوارنے اور مرتب کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے اور اس میں پورا پورا تصرف اور حذف واضافہ کیا ہے اس لئے کسی غلطی کا رہ جانا عین ممکن ہے، جس کی

اخلاقی ذمہ داری میں قبول کر چکا ہوں حضور محدث کبیر کا دامن اس سے پاک ہے۔ حصہ دوم میں اس بات کی بھی پوری کوشش کی ہے کہ حصہ اول کی باتیں مکرر نہ ہوں پھر بھی ہزار کوشش کے باوجود کچھ باتیں مکرر ہو گئیں ہیں کیونکہ تقریروں میں تکرارات سے بالکلیہ اجتناب نہایت دشوار ہے اس لئے قارئین کرام اس کو میری مجبوری سمجھ کر مجھے معاف کریں گے۔

خطبات محدث کبیر کی ترتیب کا تذکرہ اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک اس کے اصل محرک حضرت مولانا علاء المصطفیٰ قادری ناظم اعلیٰ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی کا تذکرہ نہ ہو جائے، موصوف نے ترتیب وتخریج کے تمام مراحل میں قدم قدم پر میرا ساتھ دیا اور اس کام کے لئے انہوں نے میری ایک تختی خالی کر دی مولیٰ تعالیٰ ان کی تمام دینی خدمات کو قبول فرمائے اور اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین۔

شمشاد احمد مصباحی

خادم تدریس وافتاء

طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ

گھوسی ضلع مئو یوپی

۱۱ر اپریل ۲۰۰۹ء

نویں تقریر

غوث اعظم

اپنے تصرفات وکرامات کے آئینے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا مَشْهُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا لَا مُمَاثِلَ لَهٗ وَلَا مُشَابِهَ لَهٗ۔

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِى الْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِيْدِ "اِنَّ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى الْاَلْبَابِ"(۱)

بیشک آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کئے جانے اور شب و روز کے انقلاب میں عقل والوں کے لئے نشانیاں موجود ہیں۔ جس سے وہ ہمیں پہچانیں اور ہم تک پہونچیں، اپنی معرفت کے لئے اللہ تعالیٰ نے چاند کو پیدا کیا، سورج کو چمک دی، سبزہ اگائے، درخت پیدا کئے۔ اسی آیت کی ترجمانی کرتے ہوئے شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

برگ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار
ہر ورقے دفتریست از معرفتِ کردگار

درخت کی سبز سبز پتیاں معرفت الٰہی کی لائبریریاں ہیں اور اسکا ہر ہر ورق معرفت الٰہی کا دفتر ہے ایک مرتبہ عرفی نے شیخ سعدی کے مذکورہ شعر پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ شیخ سعدی کا یہ شعر بہت طویل ہوگیا اس سے مختصر اور جامع بلکہ اس سے بہتر میرا یہ شعر ہے۔

ہر گیاہے کہ از زمیں روید
وحدہ لاشریک لہٗ گوید

یہ شعر کہنے کے بعد اس نے داد طلب نظروں سے آسمان کی طرف

(۱) پارہ ۴، رکوع ۱۰، سورہ آل عمران

دیکھا، ایک چیل اڑتی ہوئی جارہی تھی، اس نے نشانہ لگا کر بس اس کے حلق میں بیٹ اتار دیا تو عرفی نے برجستہ یہ جملہ کہا

قدر عالم بالا معلوم شد

اور یہ نہیں سوچا کہ ایک بزرگ کے شعر سے مقابلہ کرنا آسان نہیں بہر حال جو کچھ بھی ہو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس کائنات کے سارے نظام کا تجزیہ کرکے دیکھیں تو معرفت الٰہی اور اس کی قدرت کی حکمت سب کچھ سامنے آجائے گی مگر اسکے باوجود کتنا بڑا ستم ہے کہ وہ چیزیں جو خدا کی معرفت کیلئے پیدا ہوئیں، خدا تک پہونچانے کے لئے پیدا ہوئیں، انسانوں نے خود انہیں چیزوں کو خدا بنالیا۔ پہاڑ تو خدا تک پہونچانے کیلئے تھے، لیکن انسانوں نے اسی کے سامنے اپنی جبین عبودیت خم کر دی، سمندر کی موجیں خدا کی معرفت اور اس کے قہر و جلال کا اظہار کرنے کیلئے تھیں، مگر انسانوں نے خود انہیں کو اپنا خدا بنالیا، درختوں کو اپنا مسجود بنالیا، جانوروں کو اپنا معبود بنالیا۔

ذرا سوچئے! کیا یہ سب چیزیں اسی کے لئے پیدا ہوئیں تھیں کہ لوگ انہیں خدا مانیں، ہرگز نہیں، بلکہ پیدا کرنے والے نے اپنی معرفت کے لئے انہیں دلیل بنا کر کے پیدا کیا اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى الْاَلْبَابِ" (۱) اس میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں اس میں ہر ایک کے لئے خدا رسی کی دلیل نہیں ہے بلکہ "اُولُو الْاَلْبَاب" کے لئے یعنی اہل عقل کے لئے دلیل ہے، اس طرح کی کتنی آیتیں قرآن حکیم میں موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی دلیلوں کو بیان کرنے کے بعد فرمادیا کہ ہماری قدرت کی یہ نشانیاں اسی شخص کے لئے مفید ہیں جو اپنے

(۱) پارہ ۴، رکوع ۱۱

اندر قوت تدبر و تامل رکھتا ہے، قوت فکر رکھتا ہے، قوت ادراک رکھتا ہے۔ واقعات زمانہ شاہد ہیں کہ ان چیزوں سے خدا تک پہونچنے والے بہت کم تھے اوران چیزوں کو خدا ماننے والے بہت زیادہ۔ اب سمجھ میں آگیا کہ خدا کی مخلوق میں عقل اور بصیرت والے لوگ بہت تھوڑے ہیں اور اکثریت کا حال یہ ہے کہ وہ یا تو پاگل ہیں یا عقل سے کورے ہیں، اس وجہ سے وہ بہک گئے اس لئے ضرورت پڑی کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے ایک ایسا قافلہ اتارے کہ کوئی بہکنا بھی چاہتا ہو تو بہک نہ سکے اور لوگوں کا ہاتھ پکڑ پکڑ کر خدا تک پہونچائے اس لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا اوران کو نبوت و رسالت، حکمت و دانائی سے سرفراز فرمایا، انہیں علم و بصیرت اور ایسے ایسے محاسن و کمالات دیئے کہ پوری دنیا میں انبیاء کے علاوہ کسی کو وہ نصیب نہ ہوئے، جو جس انداز سے مقابلہ کرنا چاہتا تھا ویسے ہی ان کا جواب دینے کی طاقت وصلاحیت ان کو عطا کی۔

آپ غور کریں کہ فرعون خدائی کا دعویٰ کرتا تھا غرور اور تکبر کا پتلا بن کر اپنی زبان سے اپنی ربوبیت کا اعلان کرتا تھا اور "اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی" کا دعویٰ کرتا تھا یعنی میں تمہارا سب سے بڑا خدا ہوں۔ چھوٹے چھوٹے بہت خدا ہو سکتے ہیں مگر میں تمہارا سب سے بڑا خدا ہوں، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو رسالت و نبوت سے سرفراز فرمایا اور حکم فرمایا کہ بنی اسرائیل کے پاس جاؤ اور انکو ہدایت کا راستہ دکھاؤ اور فرعون کے پاس جاؤ اور اسے بھی نرمی سے سمجھاؤ تا کہ وہ گمراہی سے باز آجائے موسیٰ علیہ السلام کو اولاً کچھ گھبراہٹ سی محسوس ہوئی اللہ تعالیٰ سے عرض کی اے اللہ ہارون کو میرا وزیر بنا کر میرے ساتھ کردے تا کہ مجھے قوت محسوس ہو اور بے خوف ہو کر میں تیری تبلیغ

کرسکوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! تیری دعا قبول ہوئی، ہارون کو تیرا وزیر اور نائب بنا دیا، اب تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور اے موسیٰ ہم نے تجھے جو نشانیاں دی ہیں انہیں لے کر جاؤ، موسیٰ علیہ السلام فرعون کے دربار میں اپنی لاٹھی لے کر تشریف لائے وہ اوران کے بھائی حضرت ہارون علیہما الصلوٰۃ والتسلیم جب فرعون کے پاس پہونچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا فرعون! میں خدا کا نبی بن کر آیا ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت و رسالت سے سرفراز کیا ہے، میں یہاں اس لئے آیا ہوں کہ بنو اسرائیل کو میرے حوالے کردو تا کہ میں ان کی ہدایت کا کام انجام دوں فرعون کہنے لگا خدا تو میں ہوں، میں نے تم کو نبوت دی ہی نہیں تم نبی کیسے ہوگئے؟ فرمایا جو کائنات کا خالق و مالک ہے اس نے مجھے رسول بنایا اب وہ کہنے لگا کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ید بیضاء دکھایا، کہا کوئی اور دلیل لے آؤ یہ تو کوئی جادو ہے تو آپ نے اپنی لاٹھی پھینک دی اژدہا تیار ہوگیا اب وہ اژدہا فرعون کے تخت پر چڑھتے چڑھتے اس کی کرسی کی طرف لپکا، کرسی کے اوپر چڑھتے چڑھتے فرعون کی داڑھی کے اوپر اپنی زبان مارنے لگا اور پھن نکالے ہوئے وہ اژدہا آنکھ سے آنکھ ملانے لگا، فرعون گھبرا اٹھا کہنے لگا اے موسیٰ! اژدہے سے مجھے بچاؤ، دیکھ رہے ہیں آپ بناوٹی خدا نبی سے مدد مانگ رہا ہے، خدا تھا تو اسے اژدہے سے گھبرانے کی ضرورت کیا تھی مگر آج موسیٰ علیہ السلام نے پلک جھپکتے جھپکتے فرعون کو اس کی اوقات بتا دی کہ اے فرعون! خدائی کا دعویٰ کرنا آسان کام نہیں ہے اب موسیٰ علیہ السلام مسکراتے ہوئے آگے بڑھے، اژدہے کے اوپر ہاتھ رکھا، لاٹھی تیار ہوگئی۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ فرعون کے پاس معمولی طاقت نہ تھی

لاکھوں کی فوج اس کے پاس، مال قطار در قطار اس کے پاس مگر اس کے باوجود ساری طاغوتی طاقت نبی کے سامنے ہیچ نظر آتی ہے سمجھ میں آ گیا کہ فرعون جھوٹا خدا تھا جو سانپ سے ڈر جاتا تھا اور موسیٰ علیہ السلام خدا تک پہنچانے والے ایک سچے نبی تھے، جو بھٹکنے والوں کو ہدایت دے رہے ہیں مگر کبھی آپ نے دیکھا کہ کوئی پیپل کے درخت کا سجدہ کرتا ہو تو پیپل کے درخت نے لاکار کر کہا ہو کہ مجھے سجدہ نہ کر میں خدا کی مخلوق ہوں خدا نہیں ہوں، سمندر کی موجوں نے ایسا کہا، آگ کے شعلوں نے ایسا کہا، چاند اور تاروں نے ایسا کہا، فلک پیما ستاروں نے ایسا کہا کہ ہمیں کیا سجدہ کرتے ہو ہماری کیا عبادت کرتے ہو ہم تو اللہ کی مخلوق ہیں۔ نہیں پھر کیسے لوگوں کو معلوم ہوتا کہ یہ غیر اللہ کی عبادت ہے جو شرک ہے۔ اسی کو بتانے کے لئے اللہ تبارک وتعالی نے انبیاء کرام کا قافلہ بھیجا جو انسانوں کو خدا تک پہونچاتے ہیں اور خدا کی نعمت انسانوں تک پہونچاتے ہیں، انبیاء کرام کی آمد ہر زمانے میں ہوتی رہی مگر جب میرے آقا سرور کائنات آ گئے تو آپ آخری نبی بن کر تشریف لائے قرآن فرماتا ہے "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" (۱) اور میرے آقا ارشاد فرماتے ہیں "اَنَا خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" (۲) میں آخری نبی ہوں اب میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو کیا قیامت تک پیدا ہونے والی مخلوق بغیر ہادی اور رہنما کے ہی رہ جائے گی پھر ان کو خدا تک کون پہونچائے گا؟ اس لئے میرے آقا سرور کائنات ﷺ نے اپنی امت کے صالحین، صدیقین کو یہ نعمت عطا کی کہ انبیاء کرام کی تحریک کو وہ زندہ اور قائم رکھیں، میرے آقا سرور کائنات ارشاد فرماتے ہیں "اِنَّمَا الْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ" (۳) علماء انبیاء کرام کے

(۱) پارہ ۲۲ رکوع ۲ سورہ احزاب (۲) مشکوۃ ص ۴۶۵ (۳) مشکوۃ ص ۳۴ بخاری ج ۱ ص ۱۶

وارث ہیں اس سے مراد وہ علماء نہیں جو ایک فٹ یا ڈیڑھ فٹ کی سرٹیفکیٹ لے کر نوکری اور آسائش دنیا کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔ بلکہ وہ علماء مراد ہیں جن کا ذکر قرآن میں اس طرح کیا گیا ہے۔ "اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا" (۱) اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں، جو خشیت الٰہی کا جلوہ اپنے سینوں میں بسائے ہوئے ہیں، جن کا رُواں رُواں زہد وتقویٰ کی بولتی تصویر ہے، وہی علماء انبیاء کرام کے سچے وارث ہیں، وارث کا کام کیا ہوتا ہے؟ وارث کا کام یہ ہوتا ہے کہ مُورث نے جو جائداد چھوڑی ہے اسے صحیح مصرف میں خرچ کرے اور اگر صحیح مصرف میں خرچ نہیں کرتا تو پھر وہ سچا وارث نہیں بلکہ ایسا ہی ہے جیسے ولی کے گھر میں شیطان ہوتا ہے۔ اس بنا پر میرے آقا سرور کائنات نے جس ورثہ کو چھوڑا ہے اور جن علماء کو میراث عطا فرمائی ہے وہ علماء انبیاء کرام کی وراثت علمی کی حفاظت کر رہے ہیں، اور ان کے فیوض وبرکات کو جو در حقیقت خدا کی نعمتیں ہیں خلق خدا تک پہونچاتے ہیں اور خلق خدا کو خدا تک پہونچاتے ہیں، اسی لئے تو اعلی حضرت قدس سرہ نے فرمایا "یا رسول اللہ" ﷺ

ترے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

اس لئے جن لوگوں نے ان غلاموں کا نقش قدم اپنی آنکھوں میں بسا لیا ہے اور اس کو اپنی ڈگر بنا لیا ہے انہیں نہ تو کوئی بہکا سکا ہے اور نہ بہکا سکے گا، بہکانے والے یہ نہ کہیں گے کہ یہ خواجہ کون ہے یہ قطب کون ہے یہ ابدال کون ہے یہ تو ہماری تمہاری طرح ایک مخلوق ہیں، ہم بھی اللہ تعالیٰ

(۱) مشکوۃ ص ۳۲، بخاری ج ۱ ص ۱۶۸

کے محتاج اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کے محتاج یہ باطل فرقے اللہ والوں سے لوگوں کو بدگمان کرتے ہیں تاکہ لوگ ان بزرگوں سے بدک کر اللہ ورسول سے دور ہو جائیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء کرام کو انبیاء ورسل کا مظہر بنایا ہے اور انبیاء ورسل کو اپنا نائب ومظہر بنایا ہے، حضور غوث اعظم فرماتے ہیں: ''اَلْوِلَایَةُ ظِلُّ النُّبُوَّةِ وَالنُّبُوَّةُ ظِلُّ الْاُلُوْهِیَّةِ، ولایت پرتو نبوت ہے اور نبوت پرتو جلال وجمال الٰہی ہے، پھر سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں'' وَکُلُّ وَلِیٍّ لَهٗ قَدَمٌ وَاِنِّی عَلٰی قَدَمِ النَّبِیِّ بَدْرِ الْکَمَالِ ''(۱) ہر ولی کسی نہ کسی نبی کا پرتو ہوتا ہے، کوئی پرتو موسیٰ علیہ السلام ہے کوئی پرتو عیسیٰ علیہ السلام ہے، کوئی پرتو ابراہیم علیہ السلام ہے، کوئی پرتو نوح علیہ السلام ہے، کوئی پرتو ادریس علیہ السلام ہے، کوئی پرتو شیث علیہ السلام ہے الغرض ہر ولی کسی نہ کسی نبی کا پرتو ہے۔

اور میں سید الانبیاء بدر کمال صاحب جودونوال کا پرتو جلال ہوں ان کا پرتو کمال ہوں اب واضح ہو گیا کہ سرکار غوث پاک کیا فرمارہے ہیں وہ فرمارہے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام مرجع کمالات ہیں، سرچشمۂ ہدایت ہیں، معدن ولایت ہیں۔ مگر نبی پاک محمد رسول اللہ ﷺ جو خاتم النبیین، سید المرسلین ہیں، ان کی شان بالکل الگ ہے، جتنے کمالات تمام انبیاء کو دیئے گئے، سب کمالات سمیٹ کر بلکہ ان سے بھی زیادہ میرے آقا کو عطا کئے گئے۔ اس لئے میرے آقا اپنے علم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''اُوْتِیْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ '' تمام گزرے ہوئے لوگوں کا علم اور بعد کے تمام آنے والے لوگوں کا علم بھی مجھے دیا گیا۔ اور جب اپنی حکومت کا ذکر کرتے

(۱) قصیدہ غوثیہ۔ بحوالہ حدائق بخشش حصہ دوم ص ۱۲۷

ہیں تو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ''وَاِنِّی اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ اَوْمَفَاتِیْحَ الْاَرْضِ'' (۱) زمین کے تمام خزانوں کی تمام کنجیاں میرے ہاتھ پر رکھ دی گئیں، سب پر مجھے قبضہ دیدیا گیا، اب صرف زمین کا معاملہ نہیں ہے، فرماتے ہیں ''مَامِنْ نَبِیٍّ اِلَّا وَلَهٗ وَزِیْرَانِ مِنْ اَهْلِ السَّمَاءِ وَوَزِیْرَانِ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَمَّا وَزِیْرَایَ مِنْ اَهْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرَئِیْلُ وَمِیْکَائِیْلُ وَاَمَّا وَزِیْرَایَ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ'' (۲) ہر نبی کے چار وزیر ہوتے ہیں دو آسمان والوں سے اور دو زمین والوں سے میرے وہ دو وزیر جو آسمان والوں میں سے ہیں وہ جبرئیل ومیکائیل ہیں اور میرے وہ دو وزیر جو زمین والوں میں سے ہیں وہ ابوبکر وعمر ہیں۔ میرے آقا اگر زمین ہی پر تصرف کرنا چاہتے تھے تو آسمان پر آپ کی وزارتیں کیوں قائم کی گئیں وہاں آپ کے وزراء کیوں رکھے گئے کیا اس سے یہ نہیں ظاہر ہوتا ہے کہ میرے آقا سرور کائنات کسی ایک خطے ایک عصر، ایک زمانے، ایک نسل، کے لئے نہیں آئے۔

بلکہ پوری دنیا اور جمیع کائنات کے لئے آئے اس لئے جمیع کائنات کا علم اور تصرف بھی چاہئے، اسی لئے قرآن نے فرمایا ''وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ'' (۳) پیارے محبوب! ہم نے آپ کو جو رسالت دی ہے، اس لئے دی ہے کہ ساری کائنات پر آپ رحمت بن کر رہیں، جب رسالت ساری کائنات پر تو رحمت بھی ساری کائنات پر تو میرے آقا سرور کائنات کے جب یہ کمالات ہیں تو اب ذرا سوچو! کہ جو ولی مظہر موسیٰ علیہ السلام ہیں وہ بھی یقیناً باکمال ہیں، جو مظہر عیسیٰ علیہ السلام ہیں، وہ بھی یقیناً

(۱) بخاری ج ۲ ص ۵۸۵ (۲) مشکوٰۃ ص ۵۶۰ (۳) پارہ ۱۷، رکوع ۷

باکمال ہیں، جو مظہر خلیل اللہ علیہ السلام ہیں وہ بھی یقیناً باکمال ہیں جو جلوۂ ذبیح
اللہ ہیں وہ بھی یقیناً باکمال ہیں مگر جو جلوہ رسول اللہ ہیں وہ سب سے باکمال
ہیں اس لئے غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالی نے اپنے حبیب کے توسط
سے وہ کمالات عطا فرمائے کہ اولیاء میں اس کی نظیر نہیں ملتی، غوث اعظم خود
فرماتے ہیں" قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ" (۱) میرا یہ قدم تمام
اولیاء اللہ کی گردن پر ہے، تحدیث نعمت کے طور پر منبر پر کھڑے ہوکر یہ جملہ
ارشاد فرمایا، جس کا مطلب یہ ہے کہ غوث اعظم کا قدم جس کی گردن پر پہنچا وہ
تاج ولایت پا گیا، غوث پاک کا یہ فرمان" مولود سعیدی" کی کسی روایت کی
طرح نہیں ہے بلکہ غوث پاک سے یہ روایت متواتر طور پر ثابت ہے کہ جس
کا انکار کرنا بالکل ویسا ہی ہے جیسے متواتر حدیثوں کا انکار کرنا، اتنے کثیر لوگوں
نے غوث پاک سے سن کر تعدد طرق کے ساتھ اسے روایت کیا ہے کہ جس
میں کذب کا کوئی احتمال ہی نہیں انہیں راویوں میں حضرت سیدنا شیخ علی بن
ہیتی رضی اللہ تعالی عنہ ہیں جو غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مرید اور اجلۂ
خلفاء میں سے ایک ہیں وہ فرماتے ہیں میں منبر کے قریب بیٹھا تھا جب
سرکار غوث اعظم نے فرمایا کہ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے تو میں نے
غوث پاک کے منبر کی لکڑی پر اپنا سر رکھ دیا تو مجھے محسوس ہوا کہ میرا مرتبۂ
ولایت کچھ اور اونچا ہو گیا، پھر میں نے انکا قدم اٹھا کر اپنی گردن پر رکھ لیا تو
مجھے محسوس ہوا کہ میرا مرتبۂ ولایت کچھ اور اونچا ہو گیا، پھر میں نے اپنے سر پر
رکھ لیا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ مجھے اللہ تعالی نے وہ بلندی عطا فرمادی جس
کا میں تصور نہیں کرتا تھا، اس لئے اعلی حضرت فرماتے ہیں:

---

(۱) تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلی تیرا
سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا
اولیاء ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک بہت
بڑے بزرگ شیخ محمد مغربی گزرے ہیں، اس زمانے میں اولیاء کرام میں
مشہور تھا کہ محمد مغربی شیخ المغرب اور شیخ عبدالقادر شیخ المشرق ہیں۔
یعنی پچھم کا اگر کوئی شیخ المشائخ اور امام الاولیاء ہے تو وہ شیخ محمد مغربی
ہیں اور گر پورب کا کوئی شیخ المشائخ اور امام الاولیاء ہے تو وہ شیخ عبدالقادر
غوث اعظم ہیں، مگر خود شیخ مغربی کی روایت سنو! ایک مرتبہ شیخ محمد مغربی اپنی
مجلس میں جلوہ بار تھے، مریدین اور خلفاء کا حلقہ لگا ہوا تھا، اچانک آپ کی
کیفیت بدل گئی فرماتے ہیں" اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُشْھِدُکَ وَاُشْھِدُ مَلَآئِکَتَکَ
اَنِّیْ سَمِعْتُ وَاَطَعْتُ " اے اللہ میں تجھے گواہ بنا رہا ہوں اور تیرے تمام
فرشتوں کو گواہ بنا رہا ہوں اس بات پر کہ میں نے بات سن لی اور، اپنی گردن
جھکا دی۔ خلفاء میں سے بعض عرض کرتے ہیں حضور! یہ بے ربط بات سمجھ
میں نہ آئی آپ نے کس بات پر گواہ بنایا؟ کس کی فرمانبرداری کے لئے
گردن جھکائی؟ یہ جملہ ہم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آیا حضرت شیخ مغربی نے
فرمایا سنو! اس وقت شیخ عبدالقادر جیلانی منبر بغداد پر کھڑے ہوکر اعلان
کر رہے ہیں کہ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے تو میں نے محسوس کیا کہ اللہ
تعالی کی طرف سے یہ الہام ہو رہا ہے کہ روئے زمین کے تمام اولیاء اپنی
اپنی گردنیں جھکا دیں تو میں نے فوراً گردن جھکا دی اور یہ عرض کی کہ اے اللہ

میں تجھے اور تیرے تمام فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں کہ شیخ عبدالقادر کی بات میں نے سنی اور فرمانبرداری کیلئے گردن جھکادی شیخ محمد مغربی مزید فرماتے ہیں کہ میں نے گردن جھکاتے وقت دیکھا کہ آقائے کائنات باب جنت پر کھڑے ہیں اور ایک خلعت جنت فرشتوں کو دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ لے جاؤ یہ خلعت فلاں کو دیدو اس نے میرے لاڈلے کے لئے گردن جھکائی، یہ خلعت فلاں کو دیدو اس نے میرے لاڈلے کیلئے گردن جھکائی، سبحان اللہ! کیا مقام ہے غوث اعظم کا کہ دنیا ہی میں ان کے صدقے و طفیل خلعت جنت مل رہی ہے نہ صرف خلعت جنت مل رہی ہے بلکہ یہ کہو کہ جنت کے کسی رتبے کی امامت مل رہی ہے، اس سے اندازہ لگایئے کہ غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مراتب و درجات کیا ہیں اور ان کے فیوض و برکات کہاں تک ہیں۔ شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی غوث پاک کے زمانے کے ایک بہت بڑے بزرگ ہیں، ایک مرتبہ اپنی خانقاہ کی مجلس میں تشریف فرما تھے، اچانک جذب کی ایک کیفیت ان کے اوپر آئی تو اعلان کرتے ہیں:

"اَنَا بَیْنَ الْاَوْلِیَاءِ کَالْکُرْکِیْ بَیْنَ الطُّیُوْرِ" میں اولیاء کرام کے درمیان ایسا ہی اونچا درجہ رکھتا ہوں جیسے سارس پرندہ تمام چڑیوں میں اونچا درجہ رکھتا ہے۔ غوث پاک کے ایک مرید سید علی وہاں بیٹھے تھے، اُٹھ کر کھڑے ہوگئے جو کمبل اپنے بدن پر ڈالے ہوئے تھے اس کو اٹھا کر پھینک دیا، اور فرمایا کیا سمجھتے ہو اگر مقابلہ کرنا ہے تو مجھ سے کرلو۔ اب شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی کے مریدین غصے میں اٹھ کر کھڑے ہوگئے، شیخ نے فرمایا خبردار کوئی اس کو ہاتھ نہ لگائے، میں دیکھتا ہوں کہ اس کے روئیں روئیں سے انوار پھوٹ رہے ہیں، اس سے مقابلہ آسان نہیں، پھر پوچھا کہ تم کس کے مرید ہو کہ

تمہارے اندر اتنی برکتیں چمک رہی ہیں کہا میں شیخ عبدالقادر جیلانی کا مرید ہوں، کہا کون شیخ عبدالقادر جیلانی؟ میں نے تو آج تک انکا نام نہیں سنا اور نہ ان کو جانتا ہوں۔ کہا وہی عبدالقادر جن کا مرید بنکر میں اتنا باقوت ہوں، کہا تم اپنا کمبل اوڑھو تو آپ نے کہا کہ فقیر اب کمبل نہیں اوڑھے گا، کمبل اتر گیا تو اتر گیا۔ اپنے گاؤں وہ بہشت کی طرف رخ کرکے جو وہاں سے دس میل کے فاصلے پر تھا آواز لگائی۔ اے میری بیوی فاطمہ! میرا کرتا لے کر آؤ، ان کی بیوی نے ان کی آواز سنی اور تیزی کے ساتھ ان کا کرتا لے کر چلیں، حضرت شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی نے اپنے دو مریدوں کو مقرر کیا کہ بغداد جاؤ اور حضرت شیخ عبدالقادر کو سلام کہنا اور سلام کے بعد یہ پوچھنا کہ حضور کس وقت آپ ولایت سے سرفراز کیے گئے دربار الٰہی میں میں نے تو کبھی اولیاء کرام کی آمدورفت میں آپ کا دیدار ہی نہیں کیا جب کہ میں ہمیشہ اللہ کے دربار میں حاضری دیتا ہوں اور اس راستے سے تمام گزرنے والے اولیا کرام سے میری ملاقات ہوتی ہے، سرکار غوث پاک بغداد میں ہیں، وہیں سے آپ کو علم ہوگیا کہ شیخ عبدالرحمٰن میرے پاس اپنے دو مریدوں کو یہ پیغام دے کر بھیج رہے ہیں، شیخ عبدالقادر اپنے دو مریدوں کو حکم دیتے ہیں کہ یہ ہدیئے اور تحائف لے کر جاؤ راستے میں اس نام کے دو آدمی تمہیں ملیں گے جو میری طرف آرہے ہیں، ان دونوں کو واپس شیخ عبدالرحمٰن کے پاس لے جاؤ اور ان سے ہمارا وعلیکم السلام اور السلام علیکم کہہ دینا اور یہ بھی کہہ دینا کہ شیخ تمہیں کیسے پتہ چل سکتا ہے کہ عبدالقادر دربار الٰہی میں کب آتے جاتے ہیں کیوں کہ تم اولیاء عام کے راستے سے آمدورفت رکھتے ہو مگر سن لو اولیاء خاص کا راستہ الگ ہے، اور اخص الخاص کا راستہ الگ ہے، اور رازدار کا راستہ الگ ہے۔

"وَاَنَا اَدْخُلُ مِنْ بَابِ السِّرِّ وَاَخْرُجُ مِنْهُ" میں اسی رازوالے راستے سے جاتا اور آتا ہوں پھر تمہیں کیا پتہ چلے گا کہ کون آیا، اور کون گیا، اے شیخ عبدالرحمٰن سنو! فلاں دن تمہیں ولایت ملی، اور وہ ولایت میں نے ہی تمہیں ہبہ کی تھی اور اس کی علامت یہ ہے، یہ ہے اور فلاں موقعہ پر تمہاری ولایت کا مرتبہ میں نے ہی اونچا کیا۔ اور فلاں موقع پر میں نے ہی تمہیں ایک خلعت دی۔ جس پر نقش سورۂ اخلاص کا نقش تھا بولو! یہ صحیح ہے کہ نہیں، یہ باتیں جب ان کو پہونچیں تو کہنے لگے کہ آج میں عبدالقادر کو پہچان گیا۔ خدا کی قسم وہ ولیوں کے سردار ہیں، جسے چاہتے ہیں ولایت دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں ولایت سے معزول کر دیتے ہیں۔ اب آپ اس سے اندازہ کریں کہ اللہ تعالیٰ نے سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے محبوب کا کیسا جلوہ بنایا۔

محترم حضرات! حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان عجیب وغریب ہے، یہ واقعہ تو بارہا آپ نے سنا ہوگا کہ غوث پاک کے گھر ایک چور، چوری کرنے کے ارادے سے آیا، سوچا کہ بادشاہوں کے یہاں تو چوری کرنے کا چانس بہت کم مل پاتا ہے کیونکہ وہاں پہرہ بہت ہوتا ہے مگر یہ صاحب کسی بادشاہ سے کم تو ہیں نہیں، بڑے بڑے نواب، راجہ، خلیفہ آتے ہیں، اور ان کو نذرانہ پیش کرتے ہیں، ان کے پاس بڑی دولت ہوگی۔ آج انہیں کے گھر کا صفایا کیا جائے حضور سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں داخل ہو گیا اور قیمتی قیمتی مال ایک گٹھری میں لپیٹ کر گٹھری باندھی۔ اور دل میں سوچا کہ آج خوب مال ہاتھ لگا ہے، اب میں مالدار ہو جاؤں گا۔ جیسے ہی گٹھری اٹھائی نابینا ہو گیا، گٹھری رکھ دی انکھیارا ہو گیا، پھر گٹھری اٹھائی نابینا ہو گیا، یہی ہوتا رہا۔ اور غوث پاک رضی اللہ عنہ اپنے عبادت کے کمرے

میں بیٹھے ہوئے مصلے پر مسکرا رہے ہیں اتنے میں ایک صاحب نے باہر سے دروازے پر دستک دی غوث پاک نے خادم سے فرمایا جاؤ دروازہ کھول دو حضرت خضر تشریف لا رہے ہیں ان کو عزت وتکریم کے ساتھ لاؤ حضرت خضر تشریف فرما ہوئے، غوث پاک نے فرمایا آپ کیسے تشریف لائے؟ حضرت خضر نے فرمایا: فلاں جگہ کے ابدال وصال کر گئے، ان کی جگہ خالی ہو گئی ہے، ابدال مقرر کر دیں، فرمایا اچھا! پھر اپنے خادم سے فرمایا جاؤ فلاں کمرے میں ایک شخص موجود ہے اسے پکڑ کر لے آؤ۔ اب خادم کمرے میں پہونچا اور اس کو پکڑا۔ چور کی گھگھی بندھ گئی، ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا، معاف کر دو اب کبھی نہیں آؤں گا، خادم نے کہا چلو تمہیں سرکار بلاتے ہیں۔ کہا نہیں، اب کبھی نہیں آؤں گا، کہا چلو تمہیں چلنا ہی ہوگا میرے سرکار کسی کو بلائیں اور وہ انکار کر دے ہو نہیں سکتا۔ چل! گھسیٹ کر لے آئے۔ وہ رو رہا ہے، دل ہی دل میں سوچ رہا ہے کہ آئے تھے مال چرانے کے لئے مگر پکڑے گئے اب کیا ہوگا؟ ہاتھ کٹے گا کہ گردن کٹے گی پتہ نہیں۔ غوث پاک رضی اللہ عنہ نے ایک نگاہ ڈالی انقلاب برپا کر دیا، ہاتھ پکڑا، اور حضرت خضر سے فرمایا لیجائیے ان کو میں نے فلاں علاقے کا ابدال مقرر کیا، انہیں ابدال کی جگہ رکھ دیجئے۔ آئے تھے دنیا کی دولت سمیٹنے کیلئے۔ حرام روزی کمانے کے لئے، مگر غوث پاک کی اک نگاہ ولایت نے چور سے ابدال بنا دیا، ان کی بارگاہ میں آنے والا محروم نہیں ہو سکتا۔ غوث پاک دیں گے تو حرام نہیں دیں گے۔ غوث پاک کے یہاں آیا ہے تو دیں گے اور امید سے زیادہ دیں گے۔ اس لئے غوث پاک نے انہیں درجۂ ابدالیت عطا فرما دیا اور درجۂ ابدالیت کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ ابدال وہ ہیں جن کی وجہ سے تم کو بارش ملتی ہے اور جن کی وجہ سے تم

روزی پاتے ہو۔ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ شُرَیْحِ ابْنِ عُبَیْدٍ قَالَ ذُکِرَ اَھْلُ الشَّامِ عِنْدَ عَلِیٍّ وَّقِیْلَ الْعَنْھُمْ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَ لَا، اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ الْاَبْدَالُ یَکُوْنُوْنَ بِالشَّامِ وَھُمْ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا کُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰہُ مَکَانَہٗ رَجُلًا یُسْقٰی بِھِمُ الْغَیْثُ وَیُنْتَصَرُ بِھِمْ عَلَی الْاَعْدَاءِ وَیُصْرَفُ عَنْ اَھْلِ الشَّامِ بِھِمْ عَذَابٌ (۱)

شریح بن عبید سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اہل شام یعنی حضرت امیر معاویہ اوران کے ماننے والوں کا ذکر ہوا اور حضرت علی سے کہا گیا کہ اے امیر المؤمنین ان پر لعنت کیجئے۔ حضرت علی نے فرمایا نہیں، میں ایسا نہیں کرسکتا، کیوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ شام میں ابدال ہوتے ہیں اور ان کی تعداد چالیس ہے، جب ان میں ایک کا انتقال ہوجاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے آدمی کو اس کی جگہ پر ابدال بنا کر مقرر فرما دیتا ہے۔ انہیں کی واسطے سے بارش طلب کی جاتی ہے، انہیں کے واسطے سے دشمنوں پر مدد طلب کی جاتی ہے، اور انہیں کے واسطے سے شام والوں پر آنے والا عذاب ٹال دیا جاتا ہے۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خوان کرم ان چالیس کے لئے اترتا ہے مگر مل جاتا ہے ہزاروں کو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں کے لئے بارش برساتا ہے اور سب کے سب سیراب ہوتے ہیں، روزی انہیں کیلئے اتارتا ہے اور سب کے سب کھالیتے ہیں۔ وہ چور آیا تھا حرام روزی جمع کرنے کے

(۱) مشکوۃ کتاب الفتن باب ذکر الیمن والشام ص ر ۵۸۳

لئے مگر غوث پاک نے اسے ایسا مرتبہ دے دیا کہ ساری مخلوق کی روزی کو اسکے دامن سے وابستہ کردیا۔ ایک مرتبہ درود شریف پڑھ لیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ......

اس طرح ولایت تقسیم کرنے کے واقعات اگر میں ذکر کرتا چلوں تو بہت سارے واقعات ہیں، اب میں آپ کو یہ بتاؤں کہ ان کے فیوض و برکات اوران کے اختیار وتصرف کا کیا عالم تھا۔ انکا تصرف لوگوں کے دل ودماغ پر، ان کے مال ومتاع پر، زمین وآسمان بلکہ کائنات عالم کے ذرے ذرے پر تھا۔ غوث پاک رضی اللہ عنہ کے ایک مرید فرماتے ہیں کہ ایک روز جمعہ کے دن غوث پاک نماز پڑھنے کیلئے نکلے، میں ان کے پیچھے پیچھے نقش قدم گنتا چل رہا تھا مگر میں نے دیکھا کہ ایک آدمی بھی غوث پاک کیساتھ نہیں ہوا، بس چلتے چلتے لوگ ''السلام علیکم'' کہتے اور اپنا راستہ لیتے، میں دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ آج ـ وغریب بات ہے جبکہ ہمارے سرکار راستہ چلتے ہیں تو ہمیشہ بے بلائے ہزاروں کا جلوس تیار ہوجاتا ہے اور آج دیکھ کر کے بھی لوگ ساتھ نہیں ہوتے بس سلام کر کے اپنا راستہ اختیار کرلیتے ہیں اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ دائیں سے، بائیں سے، آگے سے پیچھے سے آدمیوں کا ہجوم دوڑتا ہوا آیا اور غوث پاک کو سب نے اپنے جھرمٹ میں لے لیا، ہزاروں آدمی اکٹھا ہوگئے، میرا حال یہ ہوا کہ دھکا کھا کر پیچھے ہوگیا۔ میں دل ہی دل میں پھر سوچنے لگا، اب تو عجب حال ہے پہلے ہم دونوں اکیلے چل رہے تھے اور میں حضرت کے قریب تھا، نقش قدم گن رہا تھا، حضور کے جسم کی خوشبو پا رہا تھا، فیوض وبرکات کی بارش سرکار پہ ہو رہی تھی اوران کے کچھ چھینٹے میرے اوپر بھی پڑ رہے تھے، اب تو دھکا کھاتے کھاتے کہاں سے کہاں پہنچ

گیا تو غوث پاک وہیں سے مڑ کر کہتے ہیں سنو! تمہیں تو دل میں یہ بات لے آئے تھے کہ یہ تنہائی اچھی نہیں لگتی اور جب ہم نے لوگوں کو جمع کر لیا ہے تو تمہیں یہ بھی اچھا نہیں لگتا سنو! اللہ تعالیٰ نے انسانوں کا دل عبدالقادر کی مٹھی میں دیدیا ہے۔ جب چاہتا ہوں اپنی طرف کھینچ لیتا ہوں اور جب چاہتا ہوں دوسری طرف پھیر دیتا ہوں۔

اے میرے سرکار غوث الوریٰ کتنا بڑا کرم ہے آپ کا کہ ہم غلاموں کا دل اپنی طرف کھینچ کر رکھا ہے، ہم ان بدنصیبوں کی طرح نہیں ہیں جن کا دل دوسری طرف پھیر دیا گیا ہے۔ یہ سب کرم ہے آپ کا۔

اے رضا تو نہیں جنید تو نہ ہو
سید جنید ہر دہر ہے مولیٰ تیرا

نعرۂ تکبیر: اللہ اکبر، نعرۂ رسالت، یا رسول اللہ

غوث اعظم بمن بے سروساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے
انتظار کرم تست من بیتی را
اے خدا جوئے وخدا بین وخداداں مددے

رفیقان گرامی! اب غوث پاک کے تصرف کی بات آگئی ہے تو سنیئے حضرت شیخ علی ابن ھیتی فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مجلس وعظ میں بیٹھا تھا، غوث پاک کا وعظ جاری تھا، اچانک نہ معلوم کیا ہو گیا کہ میری آنکھ لگ گئی یعنی مجھے نیند آ گئی اور قسمت بیدار ہو گئی۔ دیکھتا ہوں کہ آقائے کائنات محمد رسول اللہ ﷺ میرے خواب میں جلوہ بار ہوئے، پھر تھوڑی ہی دیر کے بعد

(۱) بخاری ج ۱ ص ۲۱

میری آنکھ کھلی تو دیکھتا ہوں کہ غوث پاک میرے قریب دست بستہ باادب کھڑے ہیں اور انکی وجہ سے سارا مجمع کھڑا ہے اور میں بیٹھا ہوا ہوں اور غوث پاک کھڑے ہو کر "اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ" پڑھ رہے ہیں یہ منظر دیکھ کر میں گھبرا کر کھڑا ہو گیا اور غوث پاک سے معذرت کرتے ہوئے عرض کیا: حضور! ابھی ابھی میری آنکھ لگ گئی تھی اور میں خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوا، حضور غوث پاک نے فرمایا اسی لئے تو میں تمہارے سامنے باادب کھڑا ہوں، تم نے خواب میں حضور کی زیارت کی اور میں نے بیداری میں حضور کی زیارت کی۔ اب یہاں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ نبی کریم ﷺ کا خواب میں تشریف لانا محض خواب نہیں بلکہ حقیقت ہے اسی کو بخاری شریف "کتاب العلم" میں سیدنا ابو ہریرہ نے روایت کیا کہ رسول پاک ﷺ فرماتے ہیں "مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَایَتَمَثَّلُ بِیْ" (۱) جس نے خواب میں مجھے دیکھا یقیناً اس نے مجھی کو دیکھا۔ اس لئے کہ شیطان کبھی بھی میرا روپ اختیار نہیں کر سکتا۔ بات سمجھ میں آ گئی کہ میرے آقا سرور کائنات کو اللہ تعالیٰ نے ایسا بے مثال بنایا جس کی کوئی مثال دنیا میں تو کیا خواب میں بھی نہیں مل سکتی۔ غوث پاک اسی نکتے کو بتا رہے ہیں کہ تم نے جس ذات گرامی کو خواب میں دیکھا میں نے بیداری میں دیکھا اور حضور کو دیکھنے کے بعد ہی زبان پر درود و سلام کا ورد جاری ہوا۔

غوث پاک کے تصرفات کا ذکر کرتے ہوئے غوث پاک کے مرید اور خلیفہ حضرت شیخ ابوالعالی فرماتے ہیں: ہم خلفاء وعظ کے وقت بالکل قریب بیٹھا کرتے تھے ایک دن میں منبر کے قریب بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک

میرے پیٹ میں مروڑ پیدا ہوئی اور قضائے حاجت کا شدید احساس ہوا، پھر خیال آیا کہ اگر اٹھ کر گیا تو دو نقصان ہوگا ایک تو اس مجلس کی بے ادبی ہوگی دوسرے یہ کہ وعظ کا کچھ حصہ چھوٹ جائے گا اور اگر نہ گیا تو پھر کیسے حاجت کو قابو میں کروں فرماتے ہیں اسی مخمصے میں وعظ سن رہا تھا کہ اچانک غوث پاک نے اپنے کاندھے سے رومال اتارا اور اپنا ایک قدم سیڑھی کے نیچے رکھا اور میرے سر پر رومال اوڑھا دیا، حضور غوث پاک کے رومال کا میرے سر پہ پڑنا تھا کہ اچانک میں اس بزم سے غائب ہوگیا، دیکھتا ہوں کہ ایک جنگل میں ہوں ہر طرف جھاڑیاں ہیں، ایک طرف ندی بہہ رہی ہے، میں اپنے اثاثے کی کنجیوں کا گچھا ایک درخت پر لٹکا کر ایک جھاڑی کے نیچے بیٹھ گیا، قضائے حاجت اور طہارت سے فارغ ہوکر وضو کیا، وضو کے بعد میں نے سوچا کہ دو رکعت تحیۃ الوضوء پڑھ لوں کہ اچانک غوث پاک کا رومال میرے سر سے اٹھ گیا اور میں مجلس وعظ میں جہاں بیٹھا تھا وہیں ہوں۔ پیٹ میں نہ مروڑ نہ درد۔ سب ٹھیک ٹھاک ہے اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ غوث پاک نے رومال رکھتے وقت جو لفظ ادا کرنا شروع کیا تھا ابھی وہ پورا ہو رہا ہے کہ رومال اٹھالیا۔ یہ سب اتنے تھوڑے وقت میں ہوا کہ غوث پاک کے وعظ کا ایک لفظ بھی نہ چھوٹا، پورا وعظ سن لیا اور حاجت بھی پوری ہوگئی۔ میں نے سوچا کہ شاید یہ خواب کی بات ہوگی مگر جب مجھے اپنی چابی کی ضرورت پڑی تو ادھر ادھر ٹٹولنے لگا چاروں طرف تلاش کرنے لگا مگر چابی ندارد، خیال آیا کہ فلاں جھاڑی پر لٹکا دیا تھا وہیں ملنی چاہئے گویا کہ غوث اعظم نے جان بوجھ کر یہ چابی وہاں چھڑوائی تھی تاکہ اس واقعہ کی حقیقت و واقعیت شیخ ابوالمعالی پر واضح رہے یہ نہ سوچیں کہ یہ سب کچھ خواب و خیالات کی باتیں ہیں۔ شیخ

ابوالمعالی فرماتے ہیں: کہ ایک ہفتے کے بعد سفر کا سابقہ پڑا غوث پاک سے میں نے سفر کی اجازت لی اور قافلے کے ساتھ چل پڑا، جب چودہ دن کا سفر پورا کرنے کے بعد ایک جگہ ہم نے منزل کی، منزل کا جب میں نے جائزہ لیا تو میں خیال کرنے لگا کہ یہ جگہ تو میری دیکھی ہوئی ہے یہ دریا، یہ جھاڑیاں، میں تو یہاں سے کبھی گزرا نہیں مگر یہ جگہ دیکھی ہوئی ہے کیا معاملہ ہے یہ سب تو جانا پہچانا علاقہ معلوم ہو رہا ہے معا دل میں خیال آیا کہ غوث پاک کا وعظ سن رہا تھا اور قضائے حاجت کی ضرورت محسوس ہوئی تھی تو غوث پاک کا رومال سر پر پڑا تھا تو یہیں پہنچا تھا، پھر فوراً اپنی چابی یاد آئی، چابی کا گچھا لینے کیلئے جب میں بڑھا تو دیکھا ایک درخت کی ٹہنی پر لٹکا جھوم رہا ہے چابی کا گچھا اٹھایا پھر جب میں سفر سے واپس ہوا تو سرکار غوث پاک کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ میں عرض کروں کہ حضور یہ ماجرا کیا ہے، ابھی میں کچھ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ حضور غوث پاک نے فرمایا ابوالمعالی سنو! جو تم کہنا چاہتے ہو میری زندگی تک کسی سے نہ کہنا، میری ظاہری زندگی تک یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کرنا یہ غوث پاک کے تصرفات ہیں، لوگوں کے پوشیدہ احوال ان پر آشکارا ہیں اور دل کا حال دیکھ کر خود ہی اسکی مراد پوری کر دیتے ہیں اسی لئے تو اعلیٰ حضرت کہتے ہیں:

ثنا مقصود ہے عرضِ غرض کیا!
غرض کا آپ تو کافل ہے یا غوث(۱)

غوث پاک دور، نزدیک سب کی خبر رکھتے ہیں۔ اسی لئے فرماتے ہیں:

(۱) حدائق بخشش حصہ دوم ص ۱۱۹

مُرِیْدِیْ لَاتَخَفْ اَللّٰہُ رَبِّی
عَطَانِیْ رِفْعَۃً نِلْتُ الْمَنَالِیْ (۱)

اے میرے مرید! ڈرنے کی ضرورت نہیں اللہ میرا رب ہے اس نے مجھے بلندی دی ہے اور مجھے بڑے اختیارات عطا کئے ہیں۔

مُرِیْدِیْ لَاتَخَفْ وَاشٍ فَاِنِّیْ
عَزُوْمٌ قَاتِلٌ عِنْدَ الْقِتَالِ (۲)

اے میرے مرید! کسی دشمن سے نہ ڈر، کیونکہ میں قتال کے وقت پورے عزم اور حوصلے کے ساتھ دشمن کو قتل کرنے والا ہوں۔

اور ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں اے میرے دشمنو! یاد رکھو "اَنَا الْقَتَّالُ اَنَا السَّیَّافُ" میں بڑا ہی ماہر قتل کرنے والا ہوں اور بڑا ہی ماہر شمشیر زن ہوں اور اپنے بے مثال تصرف کا اظہار کرتے ہوئے غوث پاک فرماتے ہیں: میرا مرید اگر مشرق میں رہے اور میں مغرب میں رہوں اور میرے مرید کا ستر کھل جائے تو میں اس کا ستر چھپا دوں گا، میرے غوث کا تصرف کہاں سے کہاں تک ہے۔ سنو!

سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا

اس لئے میرے غوث کا چاہنے والا کوئی بھی ہو اور دنیا کے کسی بھی خطے میں ہو، غوث پاک اس کی مدد کرتے ہیں، اور کیوں نہ مدد کریں جبکہ غوث پاک کی شان یہ ہے۔

---

(۱) قصیدہ غوثیہ بحوالہ حدائق بخشش حصہ دوم ص ۲۶ (۲) ایضا

"یَدِیْ عَلٰی مُرِیْدِیْ کَالسَّمَاءِ عَلَی الْاَرْضِ"

"میرا ہاتھ میرے مریدین کے اوپر ایسا شامیانہ رحمت ہے جیسے زمین کے اوپر آسمان کا شامیانہ"۔ مجھے بتاؤ کہ زمین کا کون سا حصہ ہے جو آسمان کے شامیانے سے باہر ہو، لہٰذا غوث پاک کا کوئی بھی مرید اور انکا چاہنے والا ان کے شامیانہ رحمت اور دست کرم سے باہر نہیں۔ ہر مرید پر ان کی حمایت کا پنجہ ہے اس لئے کسی مرید کو ڈرنے کی ضرورت نہیں۔

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا

ایک واقعہ اسی بہجۃ الاسرار میں سرکار سیدنا غوث اعظم، قطب عالم، محبوب سبحانی، شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ الربانی کے زمانے کا ہے، کچھ تاجر سامان تجارت لادے ہوئے کشتی سے سمندر میں سفر کر رہے تھے، کشتی ایک جگہ منجدھار میں پھنس گئی اور کشتی میں ایک شگاف ہو گیا پانی ابل ابل کر اندر آنے لگا، پانی میں اتنی تیزی تھی کہ اب اسکا نکالنا مشکل ہو گیا، تمام کشتی کے لوگ زندگی سے مایوس ہو کر کلمہ پڑھنے لگے اور کچھ دعائیں پڑھنے لگے ایک شخص نے کہا سنو! اگر آج نجات حاصل کرنی ہے تو سب اپنا منہ بغداد کی طرف کرو اور پکارو "یَا شَیْخ عَبْدَ الْقَادِرْ اَدْرِکْنَا" "اے شیخ عبد القادر ہماری دستگیری فرمایئے۔ اب سب نے مل کر ایک نعرہ لگایا "یَا شَیْخ عَبْدَ الْقَادِرْ اَدْرِکْنَا" اچانک لوگوں نے دیکھا کہ ایک قدرتی ہاتھ سطح سمندر پر نمودار ہوا اور کشتی کا مستول پکڑ کر یوں کھینچا کہ پلک جھپکتے ہی کشتی ساحل پر پہنچ گئی اور لوگ کود کود کر کشتی سے باہر آنے لگے اور اپنا سامان اتارنے لگے یہ وہ وقت تھا جبکہ حضور غوث پاک اپنے "مدرسہ قادریہ" میں طلبہ کو درس

دے رہے تھے اوراچانک چہرے کارنگ بدل گیااور پھراپنی چادر کے اندر اپناہاتھ داخل کیا،تھوڑی دیر کے بعد اپناہاتھ نکالاتوہاتھ سے پانی ٹپک رہا تھا جبکہ اس وقت کڑاکے کی سردی تھی،طلبہ غوث پاک کے رعب وجلال کی وجہ سے کچھ پوچھ نہ سکے،مگراس تاریخ اوروقت کونوٹ کرلیا۔ جب ایک مہینے کے بعد کشتی والے لوگ آئے، ہدایااورتحائف پیش کئے اورعرض کی حضور آپ کاکرم تھا جو ہم یہاں آگئے ورنہ ہم توڈوب گئے تھے،کسی مرید نے پوچھا،واقعہ کیاپیش آیا تھا؟انہوں نے ساراواقعہ بیان کیا،جب دن تاریخ اوروقت ملایاگیاتوٹھیک وہی دن تاریخ اور وقت تھا جب غوث پاک نے اپنی چادر میں ہاتھ داخل کیاتھا۔ میرے سرکارغوث الوری کہاں ہوتے ہیں اورتصرف کہاں کہاں ہوتا ہے، اسی لئے بخاری شریف کی حدیث میں میرے آقا ﷺ ارشادفرماتے ہیں:"إِنَّ اللّٰہَ قَالَ" اللہ تعالی نے ارشادفرمایا: "لَایَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ" بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے یہاں تک قریب ہوجاتا ہے کہ میں اسے اپنامحبوب بنالیتاہوں "فَکُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِہَا وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِہَا" (۱) پھرمیں اس کاکان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتاہے،آنکھ ہوجاتاہوں جس سے وہ دیکھتاہے،ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے،پاؤں ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتاہے۔ کیااس کامطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کسی کاکان بن جاتاہے،کسی کی آنکھ ہوجاتا ہے۔ کسی کاہاتھ یاپاؤں ہوجاتاہے؟ ہرگزنہیں، میرارب اس سے پاک ہے۔ میرارب ہرقسم کے انقلابات سے پاک ہے کہ ابھی رب تھا ابھی کان ہوجائے،آنکھ ہوجائے،یاہاتھ،پاؤں ہوجائے، میرارب اس سے پاک ہے

اس کامعنی صرف یہ ہے کہ بندے کوجب میں اپنامحبوب بنالیتاہوں تواس پر میں اپنی صفات کی ایسی تجلیاں اتارتاہوں،ایسے جلوے نازل فرماتاہوں کہ اب وہ اپنے کان سے اپنی قوت کے اعتبار سے نہیں سنتابلکہ میری دی ہوئی قوت سے سنتاہے،اس لئے اب وہ دنیاکے ایک ایک آدمی کی بات سنے گا اورلوگوں کے دلوں کی دھڑکنیں بھی سنے گا اور آنکھ سے دیکھے گا توصرف سامنے والے کونہیں بلکہ ہزاروں میل دور دریامیں ڈوبنے والے کوبھی دیکھے گا اور ہاتھ سے جب پکڑے گا توایک ہاتھ دور کی چیز نہیں پکڑے گا بلکہ ہزاروں میل کے فاصلے کی چیزوں کوبھی اپنی گرفت سے باہر نہیں ہونے دے گا،فرمانِ رسول کامطلب یہ ہے،اس لئے اللہ تعالی نے سیدالاولیاء،قطب الاقطاب،فرد الافراد،غوث الاغواث،سیدنا،شیخ عبدالقادر جیلانی کواپنے اوصاف وکمالات میں بڑا بے مثل وبے مثال بنایا،اب اگرکوئی ان کے لئے اختیارات وتصرفات ماننے کوشرک یابدعت سمجھتا ہے تو نہ وہ شرک جانتا ہے اورنہ وہ بدعت کے مفہوم سے واقف ہے۔جب اللہ تعالی نے ان کویہ کمالات دیئے توشرک کیسے ہوا؟ کیااللہ تعالی نے تجھے زندہ نہ بنایا۔ اورخود اللہ تعالی بھی زندہ ہے کہ نہیں؟ضرورزندہ ہے اللہ تعالی"حی" ہے نہ کہ میت اورتم کیاہومیت؟میت ہوتوجاؤ قبرستان میں جاکرآرام کرو۔یہاں کیوں ہو اب بتایئے اللہ تعالی بھی"حی" اور آپ بھی"حی" اسی لئے تونماز جنازہ میں ہم اپنے زندوں اورمردوں کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا" ہم"حی" ہیں مگرکیے"حی" ہیں اللہ تعالی کے بنانے سے حی ہیں،وہ جب چاہے گا ہمیں میت بنائے گا،پھرجب چاہے گا حی بنائے گا،تواس کے بنانے سے ہم حی ہیں اوریہ شرک نہ ہواتوجب اس کے

اختیار دینے سے غوث اعظم صاحب اختیار ہیں تو یہ کیسے شرک ہو گیا؟ اللہ تعالیٰ کا اختیار ذاتی ہے اور انبیاء، اولیاء میں اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا اختیار ہے اس لئے دونوں میں فرق ہے اور جو اس کو شرک کہتا ہے وہ احمق الناس ہے۔ کیوں کہ اگر غوث پاک کے اختیارات میں شرک نظر آتا ہے تو گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے اختیارات بھی عطائی ہیں جیسے غوث کے اختیارات عطائی ہیں ویسے ہی اللہ تعالیٰ کے اختیارات بھی عطائی ہیں جو کہے کہ اللہ تعالیٰ کے اختیارات عطائی ہیں اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ ابو جہل سے ایک انچ بھی چھوٹا کافر نہیں ہے۔

محترم حضرات! اللہ تعالیٰ نے تمام اولیاء کرام سے محبت کرنے کی ہمیں تعلیم دی اور فرمادیا "كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ" (۱) سچوں کے ساتھ رہو، ان کا دامن مضبوطی سے تھامے رہو اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ" (۲) آگاہ! سن لو! ہوش گوش سے سن لو! اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو نہ کوئی ڈر ہے نہ کوئی غم، دنیا میں کون ایسا انسان ہے جو ڈرتا نہیں؟ امریکہ کے صدر بل کلنٹن جب انڈیا آئے تو آڈر کر دیا گیا کہ دلی ایئر پورٹ پر کہیں سے کوئی فلائٹ نہ آنی چاہئے، تمام ہوائی جہازوں کو اس وقت اترنے سے روک دیا گیا۔ تاکہ کوئی فلائٹ انکی فلائٹ سے ٹکرا کر دھماکہ نہ کر دے، ڈر پوک تھا جبھی تو تمام اڑانیں رد کرا دیں اور یہ جناب باجپئی صاحب تھے کہ جنہوں نے ساری فلائٹیں بند کروا دیں۔ اور چند گھنٹوں میں اربوں روپئے کا نقصان میں کرا دیا تاکہ کلنٹن صاحب کی خوشنودی حاصل ہو جائے بس۔ تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں

(۱) پارہ ۱۱ رکوع ۴ (۲) پارہ ۱۱ رکوع ۱۱ سورۃ یونس

کہ کلنٹن صاحب جو سپر پاور کہے جاتے ہیں اور جن کے ارد گرد سیکورٹی کا سخت انتظام ہے وہ بھی اس قدر خوفزدہ ہیں کہ اسامہ بن لادن خوابوں میں بھی بھوت کی طرح ان کے سر پر سوار ہو جاتا ہے۔ پھر امریکہ کا صدر وائٹ ہاؤس میں رہتا ہے وائٹ ہاؤس کے ارد گرد، چاروں طرف جدید ٹکنالوجی سے آراستہ ایسا سکورٹی نظام قائم ہے کہ اگر اس پر کہیں سے کوئی میزائل یا اور کوئی خطرناک چیز پھینکی جائے تو راستے ہی میں وہ تباہ ہو جائے گی۔ آخر کلنٹن صاحب کیلئے یہ اہتمام کیوں؟ تو یہ بتائیں گے کہ جان کی محبت کس کو نہیں ہوتی، ڈر کے مارے یہ سب کچھ ہم کو کرنا پڑتا ہے مگر سن لو! اسی زمین کے اوپر اللہ کے بوریا نشین بندے بھی ہیں کہ جنہیں نہ سانپ کا ڈر، نہ بچھو کا ڈر، نہ موت کا ڈر، نہ زندگی کا ڈر، نہ دشمن کا ڈر، اور نہ کسی اور چیز کا ڈر؟ کوئی ڈر نہیں جیتے ہیں اللہ کے لئے، مرتے ہیں اللہ کیلئے، جیتے ہیں تو زندہ ہیں مر جاویں تو زندہ، کیونکہ وہ اولیاء اللہ ہیں اور اولیاء اللہ مرتے نہیں " أَوْلِيَاءُ اللّٰهِ لَا يَمُوتُونَ" اللہ تعالیٰ کے ولی مرتے نہیں ہیں "بَلْ يَنْتَقِلُونَ مِنْ دَارٍ إِلَى دَارٍ" ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ بس! اس لئے وہ کسی سے ڈرتے نہیں۔ اب آپ ہی بتائیے اللہ تعالیٰ کی صفت بے خوفی ہے یا نہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ کسی سے ڈرتا ہے؟ فرعون سے؟ نمرود سے؟ شداد سے؟ قارون سے؟ قیصر سے؟ کسریٰ سے؟ اللہ تعالیٰ کسی سے نہیں ڈرتا اور وہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا ولی کسی چیز سے نہیں ڈرتا۔ کیا معنی ہے؟ معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بتا رہا ہے کہ میں نے اپنے ولیوں کو اپنا جلوۂ صفات بنا دیا ہے۔ اس لئے اے ڈرنے والو! اے خوفزدہ لوگو! آؤ بے ڈر جماعت کا دامن تھام لو۔ ان کے شامیانہ کرم میں آجاؤ۔ تم بھی بے ڈر ہو جاؤ گے۔

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا

اے رضا یوں نہ بلک تو نہیں جید تو نہ ہو
سید جید ہر دہر ہے مولیٰ تیرا

اور حضور سیدنا غوث اعظم، قطب عالم، محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ جو کہ تمام ولیوں کے امام اور پیشوا ہیں، سلطان الاولیاء، امام الاقطاب، فرد الافراد، غوث الاغواث ہیں، جس کو ولایت ملتی ہے اور ملی، ان کے صدقے میں ملی، ان کی عطا سے ملی، اس لئے سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ کا علم کیا تھا کوئی کیا اندازہ کرسکتا ہے، ان کے علم و عمل کی ایک ہلکی سی جھلک دنیا کو اسی وقت مل گئی جب آپ کی عمر کا پہلا رمضان المبارک آیا گہوارۂ مادر میں ہیں۔ شعبان کی انتیس تاریخ ہے، بدلی کی وجہ سے لوگوں کو چاند نظر نہیں آیا، اب لوگ متردد ہیں کہ کل پہلی رمضان ہے یا تیس شعبان، مگر شریعت کا حکم ہے کہ انتیس شعبان کو بدلی ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو دوسرے دن نصف النہار شرعی تک یعنی ضحوۂ کبریٰ تک روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے۔ غوث پاک رضی اللہ عنہ کی والدہ نے صبح سے لیکر ضحوۂ کبریٰ تک بار بار کوشش کی کہ غوث پاک دودھ پی لیں، مگر غوث پاک نے اپنا منھ بند رکھا ایک قطرہ دودھ پینا تو الگ بات ہے، پستان کو منھ لگانا بھی گوارہ نہ کیا، اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو شریعت کا مسئلہ گہوارۂ مادر میں بھی معلوم تھا اور صرف معلوم ہی نہیں تھا بلکہ اس پر عمل کرکے دکھا بھی دیا، جبکہ بچوں پر احکام شریعت لاگو نہیں، اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ بارگاہ رسالت سے ولایت کے ساتھ ساتھ تفقہ فی الدین کی عظیم نعمت بھی ملی تھی۔

"گود میں عالم شباب حال شباب کچھ نہ پوچھ"

یہ سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان ہے، آپ اگرچہ علم کے میدان میں خم ٹھونک کر اپنے علم کا پرچار نہیں کرتے مگر جب اللہ کا حکم ہوتا ہے کہ خدا کی دی ہوئی نعمت کا چرچا کرو تو فرماتے ہیں "وَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فَوْقَ مَیْتٍ لَقَامَ بِقُدْرَۃِ الْمَوْلیٰ تَعَالٰ" (۱) میرے اندر علم و حکمت کے جو اسرار ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی دی ہوئی معرفت کے جو رموز ہیں مردے پر پیش کردوں تو وہ قدرت الٰہی سے اٹھ کر کھڑا ہوجائے۔ "فَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فِیْ بِحَارٍ لَصَارَ الْکُلُّ غَوْراً فِی الزَّوَالِ" (۲) اگر میں اپنے رموز واسرار سمندروں کے سامنے رکھدوں تو سمندر خشک ہوجائیں۔ "وَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فَوْقَ نَارٍ لَخَمِدَتْ وَانْطَفَتْ مِنْ سِرِّ حَالٍ" (۳) اگر میں اپنے رموز واسرار آگ کے سامنے رکھدوں تو آگ بجھ جائے اور برف کی طرح ٹھنڈی ہوجائے۔ اب ذرا سوچو! کہ علم ومعرفت کا خزانہ اللہ نے انہیں کتنا دیا اس لئے جب اسکے حکم سے اپنی نگاہوں کا اور قوت بینائی کا ذکر کرتے ہیں تو فرماتے ہیں:

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعاً
کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالٖ (۴)

میں اللہ کے تمام ملکوں کے زیر وزبر سب دیکھ رہا ہوں، سماء و سمک، زمین وفلک سب پر میری نظر ایسے ہے جیسے ہاتھ کی ہتھیلی پر رائی کا دانہ ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خوبیاں بتا رہے ہیں یہ اپنے گھمنڈ اور غرور کا اظہار نہیں ہے۔

---

(۱) قصیدہ غوثیہ مندرجہ حدائق بخشش حصہ دوم ص ۱۲۵ (۲) ایضاً (۳) ایضاً (۴) ایضاً ص ۱۲۷

" وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ "(۱) اللہ کی نعمت کا خوب خوب چرچہ کرو، اللہ تعالی نے انہیں دیا تو انہوں نے دبا کر نہیں رکھا بلکہ تقسیم فرماتے رہے اس لئے جہاں گئے علم کی بہاریں قائم ہو گئیں اور عمل کی برسات برسنے لگی، قال اللہ قال الرسول کی صدائیں گونجنے لگیں، آپ زمانۂ طالب علمی میں بھی علماء و مشائخ سے عقیدت و محبت رکھتے تھے، آپ کے دور طالب علمی میں بغداد میں ایک غوث تھے جن کی بزرگی کا بڑا شہرہ تھا، وہ اس وقت کے غوث کہلاتے تھے، دن بھر عقیدت مندوں کا ان کے پاس میلہ لگا رہتا تھا، ان کی شان یہ تھی کہ لوگوں کے بیچ میں بیٹھے بیٹھے اچانک غائب ہو جاتے اور اچانک کہیں بھی موجود ہو جاتے، لوگ حیران ہو جاتے کہ حضرت کہاں ہیں اور کہاں نہیں، کوئی فیصلہ نہیں کر پاتا، زمانۂ طالب علمی میں حضرت غوث پاک اور ان کے دو ساتھی ایک کا نام عبد اللہ بن علی بن عصرون تمیمی ہے اور دوسرے کا نام ابن السقاء ہے جو پورے جامعہ نظامیہ میں سب سے زیادہ ذی استعداد تھا، ان تینوں نے ایک بار طے کیا کہ ان غوث کی ملاقات کو چلیں، راستے میں ابن السقاء کہنے لگا کہ میں ان سے ایسے سوالات کروں گا کہ وہ جواب نہ دے سکیں گے۔ دوسرے ساتھی عبد اللہ بن علی بن عصرون تمیمی نے کہا: میں بھی ان سے ایک سوال کروں گا دیکھوں کیا جواب دیتے ہیں، غوث پاک خاموش تھے ان دونوں نے کہا کہ آپ نہیں بولتے، شیخ عبد القادر نے کہا، میں کیا بولوں نہ تو میں کوئی سوال کرنے جا رہا ہوں اور نہ جواب لینے، میں تو صرف ایک ولی کے دربار میں ان کی زیارت اور اکتساب فیض کے لئے جا رہا ہوں، ان کی زیارت نصیب ہو جائے، ان کی برکت مل

(۱) پارہ ۳۰ سورۂ والضحیٰ

جائے انکے دربار میں رحمت الہی کی جو بارش ہو رہی ہے اسکی چند چھینٹیں مل جائیں یہی میرے لئے بہت ہے اور اسی مقصد کیلئے میں جا رہا ہوں۔ جب یہ لوگ انکے یہاں پہنچے تو وہ اپنی جگہ پر موجود نہیں تھے، پھر اچانک ان کے سامنے موجود ہو گئے اور ابن السقاء کی طرف قہر آلود نگاہوں سے دیکھتے ہوئے جلال و غضب کے عالم میں فرماتے ہیں اے ابن السقاء! تو ایسے سوالات کریگا کہ میں جواب نہ دے پاؤں گا۔ سن! تیرے سوالات یہ ہیں، اور ان کے جوابات یہ ہیں، تجھے اپنا سوال بتانے کی بھی ضرورت نہیں تیرا سوال یہ ہے، اور اس کا جواب یہ ہے، اور سن! تو ولی کی بارگاہ کا بے ادب ہے، اس لئے میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرے اندر کفر کی آگ بھڑک رہی ہے، پھر عبد اللہ بن علی بن عصرون تمیمی کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا اے عبد اللہ! تو نے بھی ذرا جرأت کی ہے مگر اس جیسی نہیں تو بھی راستے میں کہہ رہا تھا کہ میں بھی ایک سوال کرونگا دیکھوں کیا جواب دیتے ہیں۔ تو سن! تیرا سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے تیری بے ادبی مختصر ہے اس لئے اسکی سزا یہ دیکھ رہا ہوں کہ دنیا تجھ پر اتنا گوبر کرے گی کہ تو کان کی لو تک اس میں ڈوب جائے گا۔ پھر وہ غیظ و غضب کے آثار دور ہو گئے، آنکھوں سے رحمتوں کی بارش ہونے لگی، حضرت غوث اعظم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے عبد القادر! تو نے اپنے حسن ادب سے اللہ اور اسکے رسول کو راضی کر لیا آؤ سینے سے لگ جاؤ، میں دیکھ رہا ہوں تمہارا وہ وقت آنے والا ہے کہ بغداد کے منبر پر کھڑے ہو کر تم اعلان عام کروگے قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ کہ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔ اور اس وقت پوری روئے زمین کے اولیاء کرام جو دنیا میں ہیں اور جو قبروں میں ہیں سب کے سب اپنی گردن جھکا کر یہ

کہیں گے بَلْ عَلَى الرَّأْسِ وَالْعَيْنِ تمہارا قدم نہ صرف ہماری گردن پر بلکہ ہمارے سروں پر بھی ہے اور آنکھوں پر بھی ہے۔

اس واقعہ سے یہ پتہ چلا کہ ہم سنیوں کا عقیدہ آج کا نیا عقیدہ نہیں ہے، بلکہ اسلاف کے زمانے سے چلا آرہا ہے کہ ولی کی بے ادبی آدمی کو مردود بارگاہ بناتی ہے اور ولی کی شان میں ادب سے پیش آنا اور ان کو اللہ تعالی کے فیوض و برکات کا سرچشمہ سمجھنا آدمی کو عظیم المرتبت بنا دیتا ہے اور یہی غوث پاک کا عقیدہ ہے اور ہم انکے طریقے پر چلتے ہیں اور اسی کا نام توسل ہے اس لئے جو لوگ اللہ تعالی کے ولیوں کو مانتے ہیں اور جو لوگ غوث پاک سے محبت رکھتے ہیں وہ ابن السقاء کے طریقہ پر چلنے والوں سے تعلق نہ رکھیں۔ ان لوگوں پر ضروری ہے کہ غوث اعظم کا عقیدہ اپنے دل میں رکھیں۔ پھر وہ زمانہ آیا کہ یہ تینوں پورے بغداد میں سب سے بڑے عالم گنے جاتے۔ ابن السقاء بہت بڑا عالم، فاضل، محدث، فقیہ، اور زبردست مناظر تھا، اپنے ہمعصروں کو میدان مناظرہ میں مات دے دیتا تھا۔ مگر ایک عیسائی لڑکی سے آنکھ لگ گئی۔ اور اسکو دل دے بیٹھا اس سے کہا کہ تو مجھ سے شادی کرلے، عیسائی لڑکی نے کہا تو مسلمان میں کرسچن۔ شادی کیسے ہوسکتی ہے؟؟ ابن السقاء نے جواب دیا، ہمارے مذہب اسلام میں عیسائی لڑکیوں سے شادی جائز ہے، وہ بولی تیرے مذہب میں جائز ہوگی میرے مذہب میں تو ناجائز ہے، اس لئے تو عیسائی ہوجا تو شادی ہوسکتی ہے۔ بالآخر کچھ دنوں بعد ابن السقا نے مذہب اسلام چھوڑ کر کرسچن مذہب اختیار کرلیا اور اس لڑکی کے کہنے پر شراب اور خنزیر بھی کھانے لگا، اور کبھی کبھی سرد آہ بھر کر کہتا کہ آج ہمیں ان غوث کی بات یاد آگئی کہ تیرے اندر کفر کی

آگ بھڑکتی ہوئی دیکھ رہا ہوں مگر کیا کروں دل سے مجبور ہوں۔ دل سے نہیں نفس سے مجبور تھا اور عبداللہ ابن علی بن قصرون جو شافعیہ کے جید ترین عالم تھے سلطان نورالدین شہید نے ان کو وزیر اوقاف بنا دیا اور ہر چہار جانب سے دولت برسنے لگی اور وہ دنیا میں اس طرح ڈوب گئے کہ علم و تقوی سب برباد ہوگیا اور ان غوث کی پیشن گوئی حرف بحرف صادق آئی۔ پھر وہ وقت بھی آیا کہ ہزاروں، لاکھوں آدمیوں نے دیکھا کہ حضرت غوث پاک نے منبر پر یہ اعلان کیا کہ قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰى رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے، اس اعلان کو پوری روئے زمین کے اولیا نے اور قبروں میں سکونت پذیر اولیاء نے اور عالم ارواح کے اولیاء نے سنا اور اپنی اپنی گردنیں خم کردیں اور سب نے بیک آواز کہا آپ کا قدم صرف ہماری گردنوں پر ہی نہیں بَلْ عَلَى الرَّأْسِ وَالْعَيْنِ بلکہ ہمارے سر پر بھی ہے ہماری آنکھوں پر بھی ہے۔ (۱) حضرت شیخ علی ابن ہیتی نے جو غوث پاک کے مرید اور اجلۂ خلفاء میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں۔ میں غوث اعظم کے اس منبر کے قریب بیٹھا ہوا تھا، جس منبر پر آپ اعلان فرمارہے تھے جیسے ہی کہا کہ میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔ میں لپک کر منبر کی پہلی سیڑھی پر چڑھ گیا اور جھک کر ان کا قدم اپنے سر پر رکھ لیا، غوث پاک اپنی زبان سے اپنے قدم کی بڑائی نہیں ظاہر کررہے ہیں بلکہ یہ ظاہر کررہے ہیں کہ ولی وہ ہے جو میرے قدم تلے ہو، ولایت لینی ہے تو میرے قدم سے وابستہ ہوجاؤ۔ واضح ہوگیا کہ جو لوگ غوث پاک کے قدم کی عزت کرنے کے بجائے ان کی شان میں بے ادبیاں کرتے ہیں وہ ولایت کا کتنا ہی ڈھنڈورا پیٹیں وہ ولی الشیطان

(۱) زبدۃ الآثار [illegible] ترجمہ سیدی الشریف عبدالقادر [illegible] علی قادری حنفی ۱۰۱۳ھ [illegible] فتاوی رضویہ جلد ۱۲ ص ۴۳۲

تو ہو سکتے ہیں، ولی الرحمٰن نہیں ہو سکتے۔ غوث پاک رضی اللہ عنہ کا یہ اعلان کہ ''میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے''۔ اتنی روایتوں سے ثابت ہے کہ وہ روایتیں درجۂ تواتر میں ہیں جنکے انکار کی گنجائش ہی نہیں، اس لئے اعلیٰ حضرت نے عرض کی:

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم ہے اعلیٰ تیرا
سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا
اولیاء ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

اب حضور غوث پاک پر رسول اللہ کی مخصوص عطاؤں کا حال سنئے۔

حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شروع شروع میں میری مجلس وعظ میں بہت کم سامعین ہوتے تھے، مگر ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی زیارت سے مشرف کیا اور فرمایا میرے بیٹے عبدالقادر! تم وعظ کیوں نہیں کہتے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں ایک عجمی شخص ہوں، میں فصحائے عراق کے سامنے بھلا بولنے کی جرأت کس طرح کر سکتا ہوں؟ یہ سن کر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اچھا تم اپنا منہ کھولو جب میں نے اپنا منہ کھولا تو سات مرتبہ آقائے کائنات نے میرے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور فرمایا: اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ یعنی تم حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ لوگوں کو خدا کے راستے کی طرف دعوت دو، پھر اسکے بعد میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی زیارت سے مشرف ہوا تو انہوں نے چھ مرتبہ میرے منھ میں اپنا لعاب دہن ڈالا، میں نے عرض کیا کہ حضور! چھ ہی مرتبہ کیوں؟ آپ نے بھی سات مرتبہ کیوں نہیں ڈالا؟ آپ

نے ایک مرتبہ کم کیوں کیا؟ فرمایا کہ میں رسول پاک کی برابری نہیں کر سکتا، غوث پاک فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میری زبان میں وہ قوت آ گئی اور علم میں وہ تبحر پیدا ہوا کہ پہلے میں جب وعظ کرتا تھا تو سات آٹھ آدمی ہوا کرتے تھے مگر اب مجمع دن بدن بڑھتا گیا پھر وہ وقت بھی آیا کہ میرے وعظ میں ستر ستر ہزار کا مجمع ہونے لگا۔(۱) ذرا سوچئے اس زمانے میں نہ لاؤڈ اسپیکر تھا نہ آواز رسانی کا کوئی اور ذریعہ اور آپ چیخ کر وعظ نہ کرتے بالکل آہستہ گفتگو کرتے، منبر پر آہستہ آہستہ بولتے، جتنی آواز منبر کے قریب والا سنتا بالکل آخر میں بیٹھنے والا شخص بھی ویسے ہی سنتا۔ یہ غوث پاک کی کرامت ہے جو آقائے کائنات ﷺ نے ان کو عطا فرمائی۔

پھر وعظ کی تاثیر کا یہ عالم کہ ایک ایک جلسے پر لوگوں کی آنکھیں ساون، بھادوں کی طرح برستیں، چیخ نکل جاتی، اور ہر مجلس وعظ میں ہزاروں ہزار کی تعداد میں فُسّاق و فُجّار آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتے، اور سیکڑوں کی تعداد میں یہود و نصاریٰ آپ کے ہاتھ پر ایمان لاتے۔ غوث پاک فرماتے ہیں ہمارا وعظ قال یعنی صرف زبان سے نہیں ہوتا۔ ہم وعظ حال سے کہتے ہیں، زبان سے تقریر اور دل سے تاثیر ہوتی ہے، دل کی بات دلوں میں اتر جاتی ہے اور زبان کی بات صرف کانوں تک پہنچتی ہے۔ اس لئے آپ کے وعظ کے بعد اکثر و بیشتر ایسا بھی ہوتا کہ لوگ خوف الٰہی سے ہارٹ اٹیک کر جاتے اور پانچ پانچ چھ چھ جنازے اٹھائے جاتے۔ ایک بار آپ گھر سے کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ لوگوں نے کہا حضور کچھ وعظ فرما دیں کہا بیٹھو! خطبہ پڑھنے کے بعد فرماتے ہیں، آج گھر میں عجب اتفاق ہوا

(۱) قلائد الجواہر ص ۱۳

عبدالوہاب کی ماں نے میرے لئے چھینکے(۱) پر دہی رکھا۔ کچھ دیر کے بعد
بلی آئی اور چھینکے پر چھلانگ لگادی چھینکا ٹوٹ گیا، ہانڈی پھٹ گئی، سارا دہی
تہس نہس ہوگیا، اتنا فرمانا تھا کہ لوگوں کی چیخیں نکل گئیں اور سات آدمیوں کی
روح اسی وقت قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ اتنا کہہ کر آپ منبر سے اتر
پڑے یہی وعظ تھا مگر اس گفتگو میں آپ نے دنیا وآخرت کے جو اسرار
ورموز سمجھا دیئے کہ آدمی دنیاداری میں کیسا مست ہے اور اس کے لئے کتنے
انتظامات کرتا ہے مگر جس طرح بلی نے چھینکے پر حملہ کیا اور سارا دہی چوپٹ
ہوگیا ویسے ہی آدمی کے سارے دنیاوی انتظامات اس وقت چوپٹ
ہوجاتے ہیں جب ملک الموت آجاتے ہیں، پھر بھی آدمی اپنی موت کو یاد
نہیں کرتا۔ یہ یاد دلا رہے ہیں اور اس کے علاوہ وعظ میں کیا کیا نکات تھے،
وہ تو غوث پاک جانیں اور انکے سننے والے سامعین جانیں مگر اس طرح
چیخوں کا نکلنا، روح کا پرواز کرجانا اس تاثیر کی وجہ سے تھا جو سرکار علیہ السلام
کے لعاب دہن ڈالنے کے بعد آپ کے وعظ میں پیدا ہوگئی تھی۔ افریقہ میں
غوث پاک کے ایک خلیفہ حضرت عدی ابن مسافر رہتے تھے، اپنے مریدوں
سے وہ کہتے تھے جب تم لوگوں کو غوث پاک کا وعظ سننے کی خواہش ہو تو مجھ
سے کہنا، میں سنا دونگا، انکی خواہش پر وہ اپنے مریدوں کو لے کر محلے کے
قریب ایک چھوٹی سی پہاڑی پر چلے جاتے اور ایک دائرہ کھینچ دیتے،
فرماتے: جس کو شیخ کا وعظ سننا ہے اس دائرۂ قادریہ کے اندر آجائے۔ اس
حصار کے اندر آجائے۔ جو آجاتا غوث پاک کا وعظ اس کو سنائی دیتا، کچھ

---

(۱) چھینکا (چھیں۔کا) (مذکر) وہ جالی یا برتن جو کھانا وغیرہ رکھنے کیلئے چھت میں لٹکا دیتے ہیں۔ فیروز اللغات اردو جدید ص ۲۰۶ ہماری زبان میں سکہر کہتے ہیں۔ مشتاق احمد مصباحی

لوگوں نے آزمانا چاہا کہ وعظ تو یونہی سنائی دے رہا ہے اس دائرہ کی کیا
ضرورت، باہر گئے تو سنائی نہیں دینا بند ہوگیا، اندر آئے پھر سنائی دینے لگا۔
پھر باہر گئے سنائی دینا بند ہوگیا، غوث پاک کا وعظ نہ جانے کہاں کہاں تک
پہونچتا تھا اور ایسا کیوں نہ ہو جب اللہ نے ان پر اپنی صفت کا جلوہ اتار دیا اور
اپنے کمالات کا مظہر بنا دیا تو اب ان کی یہی شان ہوگی۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

وہ جب بولے گا تو وہ بولی اس کی نہیں اللہ تعالیٰ کی ہوگی تو اب اس
کے لئے دور اور نزدیک کا معاملہ نہیں ہوگا، اس لئے غوث پاک جب وعظ
کہتے تو دور ونزدیک والے سب برابر سنتے۔ غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اسی بنا پر فیوض وبرکات کا بے حساب دریا برساتے۔ جتنی کرامتیں غوث پاک
سے صادر ہوئیں یہ تنہا آپ کا حصہ ہے اور جتنے فیوض وبرکات آپ سے
بٹے اور بٹ رہے ہیں یہ تنہا آپ کی خصوصیت ہے۔ اس لئے بڑے بڑے
علماء اور بڑے بڑے اولیاء کرام فرماتے ہیں کہ جو اولیاء اپنی قبروں میں
ہوتے ہوئے بھی دنیا کے حالات پر کنٹرول رکھتے ہیں ان میں سب سے
زیادہ بااختیار غوث اعظم ہیں، اور اب بھی اپنی قبر پر انوار سے دنیا پر تصرف
فرما رہے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں جلوہ بار ہوجاتے ہیں۔
عزیزان ملت اسلامیہ! یہ ضروری ہے کہ آدمی غوث اعظم رضی اللہ
عنہ کی بارگاہ میں ہمیشہ مؤدب رہے اور عقیدت کا رشتہ جوڑے رکھے بڑے
بڑوں نے ان کی چوکھٹ سے رشتہ جوڑ کر اور ان کی بارگاہ کی دریوزہ گری
کرکے دنیا سے اپنی عظمت کا لوہا منوایا ہے اسی لئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

تجھ سے در، در سے سگ، اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت

تجھ سے در یعنی آپ کی چوکھٹ کا آپ سے تعلق، چوکھٹ سے کتے کا تعلق اور کتے سے میرا تعلق۔

تجھ سے در، در سے سگ، اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

یہ دور کا ڈورا گردن میں آیا تو کیا شان ہوئی فرماتے ہیں۔

میری قسمت کی قسم کھائیں سگان بغداد
ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پہرہ تیرا

یہ سرکار غوث پاک کا کرم ہے کہ اعلیٰ حضرت دنیا کے کونے کونے میں مانے اور جانے جاتے ہیں اور ہم لوگ بھی دنیا کے کسی ملک میں جائیں اور اعلیٰ حضرت کی نسبت بتادیں تو اجنبی نہیں رہتے بلکہ لوگوں میں کچھ نہ کچھ مرتبہ پاجاتے ہیں تو ہماری گردن میں بھی دور سے ہے ڈورا تیرا۔

عزیزان ملت اسلامیہ! اسی عقیدت کی ڈوراوران کی غلامی کی نسبت سے آدمی کو آدمیت حاصل ہوتی ہے ورنہ آدمی، آدمی ہو کر بھی کتے سے بدتر ہوجائے اس لئے ضرورت ہے کہ غوث پاک رضی اللہ عنہ کے عقیدہ وفکر اور ان کے بتائے ہوئے مذہب ومشرب کی حفاظت کی جائے ورنہ اس زمانے کے لوگ بھٹکتے جارہے ہیں ان پر دنیاداری ایسی مسلط ہے کہ کہتے ہیں بھائی کیا کریں بزنس اور تجارت کا معاملہ ہے اس لئے سب سے اپنا تعلق جوڑنا پڑتا ہے، کاروباری مجبوری کی وجہ سے سارے بدمذہبوں کو جوڑ کر رکھنا پڑتا ہے، یاد رکھئے! دنیا کا کوئی کام ہو وہ سب اپنے دین کی حفاظت کے لئے ہے

(۱) حدائق بخشش حصہ اول ص ۱۸

ہم بزنس اس لئے نہیں کرتے ہیں کہ مالدار ہوجائیں اس لئے کرتے ہیں کہ مال ہو تو دین کی حفاظت کریں، علم اس لئے حاصل کرتے ہیں کہ علم ہو تو اپنے مذہب کی حفاظت کریں، کتنا بڑا المیہ ہے کہ آج کے سنی لیڈر اپنی سیاست چمکانے کے لئے سارے وہابیوں سے مل گئے، پہلے کہتے تھے کہ کرسی پر پہونچ کر ہم دکھادیں گے کہ مذہب کا کام کیسے کیا جاتا ہے جب انہیں کرسی ملی تو ہم نے دیکھ لیا کہ انہوں نے مذہب کو کس طرح ذبح کیا، کبھی بھی ہمت نہیں ہوئی کہ ڈٹ کر وہ اپنی کرسی سے کسی دیوبندی کا رد کرسکیں اور یہ کہہ سکیں کہ تم لوگ کیوں یہ فرقہ واریت پھیلانے کی کوشش کرتے ہو؟ تم نے ہمارے بزرگوں کی شان میں کیوں بے ادبی کی؟ اگر وہ کبھی شور کریں گے تو محض سیاست چمکانے کے لئے، چنانچہ اسی قرآن کی توہین اگر دیوبندی کرے تو اس کے بارے میں ان کی زبان بند، اور اگر کوئی ہندو قرآن کی توہین کرے تو روڈ پر جلوس لیکر نکل آئیں گے، اگر کوئی ہندو ہمارے نبی کی شان میں گستاخی کرے تو لڑنے، کٹنے کو تیار، اور اگر کوئی دیوبندی ہمارے نبی کی شان میں گستاخی کرے تو گونگے بن جاتے ہیں، اس کا صاف مطلب ہے کہ تم کرسی کی سیاست کرتے ہو، مذہب کی سیاست نہیں کرتے۔ یہ سیاسی بازی گری نہیں تو اور کیا ہے؟ رزاق اللہ تعالیٰ ہے، عزت وہ دیتا ہے، ذلت وہ دیتا ہے، ملک وہ دیتا ہے، حکومت وہ دیتا ہے، اور جب تم اللہ تعالیٰ کے دین کو مضبوط کرنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ دین فروشی کررہے ہو تو ذلت ضرور مقدر ہوگی۔ آج دنیا میں سنیوں کی تعداد جتنی زیادہ ہے کہیں بھی ماضی میں اتنی زیادہ تعداد تاریخ میں نہیں ملتی مگر دنیا میں بتاسکتے ہو کہ کہیں کوئی سنی حکومت بھی ہے؟ کوئی سنی نواب صاحب بھی ہیں؟ تمہاری

مذہبی زندگی میں فتور آ گیا ہے۔قرآن نے فرمایا:" لَاتَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ " (۱) نہیں پائیں گے آپ ایسی قوم کو جو اللہ تعالی اور قیامت پر ایمان رکھے اور اللہ ورسول کے دشمنوں سے دوستی رکھے۔یعنی اللہ تعالی اور قیامت پر ایمان رکھنے والی قوم میں ایک آدمی بھی آپ ایسا نہیں پائیں گے کہ وہ اللہ تعالی ورسول کے دشمنوں سے دوستی کرے۔قرآن کے اس فرمان کا مطلب یہی تو ہے کہ مسلمان وہ ہے جو اللہ تعالی ورسول کے دشمنوں سے دوستی نہ کرے اور جو دوستی کرے وہ مسلمان نہیں ہے،اس لئے ہر مسلمان کو اس آیت کے معیار پر اپنے ایمان کو پرکھنا چاہئے،پڑھئے درود شریف! اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا محمدٍوَّبَارِکْ وَسَلِّمْ......

چھپکلی سے کتنا ڈر ہے۔کبھی وہابی سے بھی اتنا خوف ہوا؟ چھپکلی تمہارا کیا بگاڑتی ہے؟ مگر وہابی مسجد کی ایک صف میں آ جائے تو پوری صف کی اور پیچھے کے لوگوں کی نماز خراب کرڈالے۔یہ کتنا زہریلا ناگ ہے پھر اس کے ساتھ دوستی معاذ اللہ !اس لئے اگر اپنے آپ کو مسلمان بنا کر رکھنا چاہتے ہو تو بدمذہبوں کی صحبت سے دور رہو۔مولانا روم فرماتے ہیں

دور شو از صحبت یار بد　　یار بد بدتر بود از مار بد

بدعقیدہ لوگوں کی دوستی سے بھاگ جاؤ،دور رہو،کیوں کہ وہ سخت ترین زہریلے سانپ سے بھی زیادہ زہریلا ہوتا ہے۔

یہ سانپ کاٹے گا تو صرف جان لے گا اور جان لے گا تو شہادت کے مرتبے پر پہونچا دے گا اور وہ ایمان لے گا تو ایمان لے کر جہنم میں

(۱) پارہ ۲۸ رکوع ۳ سورۂ مجادلہ

پہونچائے گا،فرق سمجھ میں آ گیا؟ تو جیسے آپ چھپکلی سے بچتے ہیں اس سے زیادہ اس مذہب دشمن سے بچئے یہ اتنا خطرناک اور زہریلا ابرص ہے کہ اسکے زہر کی کوئی دوا نہیں ہے،تمام علماء متفق ہیں کہ نبی کی شان میں گستاخی کرنے والا توبہ سے محروم کردیا جاتا ہے،جب توبہ سے محروم تو اب بولو کہ کوئی دوا ہے اسکی؟ کوئی دوا نہیں،دوا اس مرض کی ہوتی ہے جس سے نجات مل سکے اور جب تک توفیق توبہ نہ ہوگی تو کیا علاج؟ ہر مرض کی دوا یعنی ہر گناہ کی دوا توبہ ہے اور یہ توبہ ہی سے محروم۔

از خدا　جوئیم　توفیق　ادب

بے　ادب　محروم　ماند　از فضل　رب

اس لئے تم پرواہ نہ کرو کہ وہابی لوگ تمہارا ساتھ نہ دیں گے تو تم کمزور ہو جاؤ گے نہیں،بلکہ ہر سنی آپس میں سنی سے دوستی کرے ایک دوسرے کا ساتھ دے،وہابیوں کو ٹھکراؤ جیسے اللہ تعالی نے انہیں اپنے در سے ٹھکرا دیا تم بھی اپنے دل کے دروازے سے ان کو ٹھکرا دو،اگر ان کو ٹھکرا دو گے تو اللہ تعالی تمہیں عزت دیگا،غیب سے تمہاری مدد کرے گا،قرآن میں اللہ تعالی نے فرمایا:" اِنْ تَنْصُرُوْا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ " (۱) اللہ تعالی کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا،آپ سنیں! اس زمانے میں ڈھکوسلے باز،عیار،مکار،فاسق،فاجر،بے نمازی بیرلاتعداد گھوم رہے ہیں۔گانجا پیئیں گے،بھنگ کھائیں گے،نماز نہ پڑھیں گے اور کہیں گے کہ ہم اللہ والے ہیں،بیت المقدس میں نماز پڑھتے ہیں،حرم شریف میں نماز پڑھتے ہیں،عرش اعظم پر نماز پڑھتے ہیں،کوئی کہتا ہے تم کیا جانو ہم دل والی نماز پڑھتے ہیں،بدن

(۱) پارہ ۲۶ رکوع ۳ سورۂ محمد

والی نماز کی کیا ضرورت ہے، ارے کم بخت دل والی نماز پڑھتے ہو تو دل والا کھانا بھی کھالو، دل والا پانی بھی پی لو، کیا ضرورت ہے منہ سے کھانے پینے کی۔ نماز کا معاملہ آیا تو دل اور جب گانجا پینے کا وقت آیا تو دل ہی دل میں کیوں نہ پی لیا۔ کبھی کہتے ہیں ہم پہونچے ہوئے ہیں ارے بھائی شریعت کنارے رکھو، جن کو طریقت مل گئی ان کو شریعت کی کیا حاجت؟ حالانکہ غوث پاک جو طریقت کے امام ہیں فرماتے ہیں "اَقْرَبُ الطُّرُقِ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَلْاِسْتِمْسَاکُ بِعُرْوَةِ الشَّرِيْعَةِ" سب سے زیادہ اللہ تعالی سے قریب کرنے والی طریقت یہ ہے کہ شریعت کے دامن مضبوطی سے تھام لیا جائے، اگر شریعت کا دامن کو مضبوطی سے پکڑ لوگے تو اللہ تک رسائی ہو سکتی ہے سب سے زیادہ اللہ سے قریب کرنے والی طریقت یہ کہ شریعت کو مضبوطی سے تھامو تا کہ اللہ مل جائے، رب قدیر تمام مسلمانوں کو اولیاء کرام کی سچی محبت عطا فرمائے، ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

دسویں تقریر

ایصال ثواب کی شرعی حیثیت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ نَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ..........اَمَّابَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

"وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَلِلْمُؤمِنِیْنَ وَالْمُؤمِنَاتِ"(۱)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْم

ایک بار نہایت ہی عقیدت ومحبت کیساتھ درودوسلام پڑھ لیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَاوَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ......

آج ہم اورآپ یہاں کس لئے جمع ہوئے ہیں،یہ مجھ سے زیادہ آپ جانتے ہیں،ایصال ثواب کیلئے یہ بزم قائم ہوئی ہے۔ہم لوگوں کو چاہئے تھا کہ دس بار کلمہ شریف،ایک ایک بار آیۃ الکرسی،چاروقل اور سورۂ یٰسین شریف پڑھکر ایصال ثواب کر لیتے اور چند منٹ میں ایصال سے فارغ ہوجاتے،ثواب پہونچانے کیلئے میلا دشریف ہی کیاضروری تھا تو سنئے! اصل بات یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو کوئی خوشی حاصل ہو یا غم،ہرموقع پر میلا دکا اہتمام کرکے اپنے نبی کو یادکرتے ہیں،چونکہ خوشی کا سارا سرچشمہ آقائے کائنات ﷺ ہیں اس لئے جب ہمیں کوئی خوشی ملتی ہے توانہیں ضروریاد کرتے ہیں اورجب غم لاحق ہوتا ہے توغم کا مداوا کرنے کے لئے بھی حضور ہی آتے ہیں اس لئے اس موقع پربھی ہم ان کی یادمناتے ہیں،اورجب کسی

(۱) پارہ ۲۶ رکوع ۶ سورۂ محمد

کو ثواب پہونچانا ہوتا ہے توانہیں کووسیلہ بناتے ہیں کہ جنت کسی کو نبی کی شفاعت کے بغیرنہیں مل سکتی اورکسی عمل پرکوئی ثواب بھی ان کے وسیلہ کے بغیرنہیں ملے گا،اس وجہ سے ہم رسول پاک ﷺ کوہرموقع پریادکرتے ہیں اسی لئے تو قرآن میں اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا:"وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَلِلْمُؤمِنِیْنَ وَالْمُؤمِنَاتِ"(۱) اے محبوب اپنے خاصوں اورعام مسلمان مردوں اورعورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو،مغفرت بلاشبہ رب العالمین کرتا ہے مگر وہ مغفرت،نبی کی دعاسے ہوا کرتی ہے،اسی لئے قرآن حکیم میں اللہ تبارک وتعالی نے ارشادفرمایا:"وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْآ اَنْفُسَھُمْ جَآؤُکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا" (۲) اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں،تواے محبوب!تمہارے حضور حاضر ہوں،اور پھراللہ سے معافی چاہیں،اوررسول ان کی شفاعت فرمائے،توضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا،مہربان پائیں۔یعنی اگرلوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں اورگناہوں کے مرتکب ہوجائیں تو اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ کی بارگاہ میں حاضری دیں،اوراے پیارے رسول وہ بھی اللہ تعالی سے دعائے مغفرت کریں اورآپ بھی ان کے لئے سفارش کریں،جب یہ دونوں باتیں جمع ہوجائیں گی توفائدہ یہ ہوگا"لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا" تواللہ کوتوبہ کرنے والااوربڑامہربان پائیں گے،یعنی گناہ کرنے کے بعدگناہ کرنے والانبی کے دربار میں جاکرتوبہ کرے اورنبی کواللہ تعالی کی بارگاہ میں سفارشی بنائے تواللہ تعالی کی طرف سے رحمتوں کی برسات ہوگی،اللہ تعالی مغفرت فرمادے گا،تواب یہاں سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ اللہ تعالی سے

(۱) پارہ ۲۶ رکوع ۶ سورۂ محمد (۲) پارہ ۵ رکوع ۶ سورۂ نساء

مغفرت نبی کے توسل سے ملتی ہے، ان کے وسیلے سے ملتی ہے، تو اب کیوں نہ ایک بندۂ مومن، رسول پاک کو اپنی خوشی اور غم کے موقع پر اور اپنے مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے یاد کرے، اس لئے ہم اللہ تعالی سے دعا بھی کرتے ہیں اور رسول کی بارگاہ میں گزارش بھی کرتے ہیں اے رب العالمین اپنے نبی کے صدقے میں تمام مومنین، مومنات کی مغفرت فرما اور تمام مسلمانوں کو اپنی رحمتوں سے مالا مال فرما۔ (آمین)

رفیقان گرامی! باطل اور گمراہ فرقے اس موقع پر ہم سے کئی ایک سوالات کرتے ہیں اور وہ سوالات ہماری عملی زندگی سے متعلق ہیں مگر جو سوال بنیادی ہے اور عقیدے سے متعلق ہے اس سوال کو دبائے رکھتے ہیں ادھر ادھر کے سوالات کر کے وہ چاہتے ہیں کہ ان کے ساتھ بدعقیدگی کا جو پنارا ہے اس پر پردہ پڑا رہے اور کوئی آدمی انکی بدعقیدگی کی نجاست کو نہ جان سکے۔ ورنہ بھائیو! یہ جھگڑا تو بعد کا ہے کہ میلاد جائز ہے کہ نہیں، قیام جائز ہے کہ نہیں، ایصال ثواب جائز ہے کہ نہیں، قبر پر اذان جائز ہے کہ نہیں، یہ اختلافات تو بعد کے ہیں، یہ فروعی مسائل ہیں، بنیادی جھگڑا یہ ہے کہ نبی کی تعظیم ایمان ہے یا شرک، نبی کی شان میں بے ادبی کفر ہے یا نہیں، سنی نبی کی تعظیم کرتے رہے اور وہابی نبی کی توہین کرتے رہے تو ان کے کفر پر پردہ پڑا رہے اس لئے یہ فروعی مسائل کو چھیڑتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ صحابۂ کرام تو ایصال ثواب نہیں کرتے تھے تم لوگ کیوں کرتے ہو؟ صحابۂ کرام تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں، نہیں کرتے تھے تم لوگ کیوں کرتے ہو؟ صحابۂ کرام میلاد اور اس میں سلام وقیام نہیں کرتے تھے تم لوگ کیوں کرتے ہو؟ اگر صحابہ کے طریقے پر چلنا ہے تو یہ سب کام چھوڑ دو، ہم کہتے ہیں کہ کیا صحابۂ

کرام نے نبی پاک کی شان میں توہین کی ہے؟ یا تعظیم میں بھی کوئی کمی کی ہے؟ پھر تم کیوں ایسا کرتے ہو، بخاری شریف کی حدیث میں ہے، حضرت عروہ بن مسعود ثقفی روایت کرتے ہیں، میں حدیبیہ کے میدان میں پہنچا تو میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ جب وضو کرتے تھے تو صحابہ ان کے وضو کا پانی زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے، بلکہ اس کو اپنے ہاتھوں میں روک روک کر اپنے سینے اور چہرے پر ملتے تھے اور جب وضو کے دوران رسول اللہ ﷺ تھوکتے یا کھنکھارتے تھے تو اس کو بھی صحابہ اپنے ہاتھوں پر روک لیتے تھے اور اس کو اپنے چہرہ اور جسم پر ملتے تھے اور جب انہیں کسی بات کا حکم دیتے تو اس کو بجالانے میں ایک دوسرے پر سبقت کرتے اور جب وضو کرتے تو وضوء کا پانی لینے کیلئے آپس میں ایک دوسرے پر اس طرح گرتے کہ گویا تلواریں چل جائیں گی (۱) سبحان اللہ! نبی کے بدن سے مس ہو کر جو پانی گرے اس کی اتنی تعظیم کہ زمین پر نہ گرے سینے پر رہے، چہرے پر رہے۔ نعرۂ تکبیر، اللہ اکبر نعرۂ رسالت، یارسول اللہ...... سوچو! ایسی تعظیم جب پانی کی ہے تو نبی کی تعظیم کا کیا عالم ہوگا۔

پوری حدیث اس طرح ہے " فَوَاللّٰهِ مَاتَنَخَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِيْ كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهٗ وَجِلْدَهٗ وَاِذَا اَمَرَهُمْ اِبْتَدَرُوْا اَمْرَهٗ وَاِذَا تَوَضَّاَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهٖ"

(۲) اب ذرا غور فرمایئے کہ وضو کے درمیان جب رسول پاک تھوکتے یا کھنکھارتے تھے تو صحابہ اس کو حاصل کرنے کے لئے صرف اپنے ہاتھ ہی نہیں پھیلائے رکھتے تھے بلکہ قریب آ کر اس کو حاصل کرتے تھے اور ایسا معلوم

(۱) بخاری ج ۱/ ص ۳۷۹ (۲) ایضاً

ہوتا تھا کہ اس کو حاصل کرنے کیلئے آپس میں تلواریں چل جائیں گی۔
اتنا شوق، اتنی تڑپ، ذرا سوچو! کوئی آپ کے سامنے تھوک دے تو آپ گھن کریں گے اور صحابہ نبی کے تھوک مبارک کو لوٹتے تھے اس کو حاصل کرنے کیلئے ایک دوسرے پر گرتے تھے۔

یہ شان ہے صحابہ کرام کی بتاؤ یہ تعظیم ہے کہ نہیں، اسی لئے بخاری شریف کی اسی حدیث میں عروہ ابن مسعود ثقفی، صحابہ کی یہ کیفیت دیکھ کر بے اختیار پکار اٹھے۔ "فَقَالَ اَیْ قَوْمِ وَاللّٰہِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَی الْمُلُوْكِ وَوَفَدْتُ عَلٰی قَیْصَرَ وَكِسْرٰی وَالنَّجَاشِیِّ وَاللّٰہِ اِنْ رَاَیْتُ مَلِكًا قَطُّ یُعَظِّمُہٗ اَصْحَابُہٗ مَا یُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا" (۱) اے میری قوم! میں بڑے بڑے بادشاہوں کی بارگاہوں میں گیا ہوں قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے دربار میں گیا ہوں، مگر محمد کے اصحاب، محمد کی جیسی تعظیم وتکریم کرتے ہیں کوئی آدمی کسی کی بھی ویسی تعظیم نہیں کرتا ہے۔ نہ بادشاہ کی، نہ اپنے آقا کی، نہ اپنے باپ کی، نہ اپنے بڑے بھائی کی، نہ اپنے چچا کی، نہ اپنے دادا کی، کوئی آدمی کسی کی بھی اتنی تعظیم نہیں کرتا ہے جتنی تعظیم صحابۂ کرام نبی پاک کی کرتے ہیں بولئے صاحب! صحابہ کے دلوں میں تعظیم وتکریم کا جو جذبہ تھا کیا یہی جذبہ وہابیوں کے دلوں میں ہے؟ نہیں۔ اسی چیز پر پردہ ڈالنے کیلئے وہابیہ ہمیشہ جھگڑا کھڑا کرتے ہیں کہ قیام کیوں کرتے ہو؟ سلام کیوں پڑھتے ہو؟ پہلے بنیادی لڑائی لڑو، اس کا کیا مطلب ہے کہ اس درخت میں پھول کیوں آیا؟ پھل کیوں نکلا؟ ارے بدنصیب! جب یہ درخت ہے تو پھولے گا بھی، اور پھلے گا بھی، اگر تجھے درخت سے چڑھ ہے تو درخت ہی کو اکھاڑ

(۱) بخاری ج ۱ ص ۳۷۹

پھینک دو۔ اور یہ درخت ایمان کا درخت ہے اور ایمان کی جان ہے نبی کی تعظیم اسی لئے تو اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ
اِن سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں،
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

رفیقان ملت! میرے پاس تو اپنے مذہب کے تمام معمولات کی دلیلیں آفتاب کی طرح روشن ہیں، جن کا کوئی انکار نہیں کرسکتا، ہم میلاد پڑھتے ہیں تو یہ کیونکر بدعت ہے جبکہ رسول پاک ﷺ نے خود اپنا میلاد پڑھا ہے یہ حدیث مشکوۃ شریف میں موجود ہے وہابی لوگ کیوں نہیں پڑھتے، یہ حدیث مشکوۃ شریف میں اس طرح ہے کہ آقائے کائنات منبر پر تشریف لائے اور فرمایا "وَرُؤْیَا اُمِّیَ الَّتِیْ رَأَتْ حِیْنَ وَضَعَتْنِیْ وَقَدْ خَرَجَ لَهَا نُوْرٌ اَضَاءَ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ" (۱) میری ماں کا وہ خواب جو اس نے مجھے جنتے وقت دیکھا کہ انکے لئے ایک ایسا نور ظاہر ہوا جس سے انکے لئے شام کے محلات روشن ہوگئے۔ اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ نور خواب میں دیکھا اور شام کے محلات خواب میں نظر آئے مگر کثیر روایتوں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بیداری میں دیکھا اس لئے اس حدیث میں "رویا" کو رویت بالعین پر محمول کرنا چاہئے تاکہ تمام روایتوں میں تطبیق ہوسکے۔ خیر میرے آقا اپنا میلاد بیان فرماتے ہیں کہ جب میں پیدا ہوا تو میری ماں نے ایک روشنی دیکھی کہ جس سے صرف مکہ نہیں شام کے شاہی محلات نظر آنے لگے۔

(۱) مشکوۃ شریف ص ۵۱۳ باب فضائل سید المرسلین

اب ذرا سوچو! میرے آقا کیا فرمارہے ہیں میلاد بیان کروگے تو کیا اس طرح کہ نبی پیدا ہوگئے۔ نبی پیدا ہوگئے، بلکہ یوں بیان کروگے کہ جب نبی پیدا ہوئے تو ایسا معجزہ ظاہر ہوا، ایسے ایسے خرق عادات ظاہر ہوئے، ایسی روشنی چمکی کہ شام کے شاہی محلات بھی روشن ہوگئے، اور یہ بھی تو دیکھئے کہ دن کے اجالے میں نہیں رات کے اندھیرے میں گھر کے اندر رسول پاک ﷺ کی پیدائش ہوئی۔ ۱۲ ربیع الاول کو صبح صادق سے کچھ پہلے جیسے ہی فجر کی پو پھٹنے والی تھی بالکل ویسے ہی میرے آقا اس دنیا میں تشریف لائے اس وقت ایسی روشنی پھوٹی کہ زمین سے لیکر آسمان تک سب روشن ہوگیا اور اسی رشنی میں حضرت آمنہ نے شام وبصریٰ کے شاہی محل دیکھ لئے اور اس رات اتنی بارش ہوئی کہ ہر طرف زمین تر ہوگئی، ذرا سوچئے! ہزاروں میل دور اور پھر راستے میں کتنے پہاڑ، کتنے جنگلات، کتنی رکاوٹیں اور پھر اس وقت بالکل اندھیرا ہے مگر سرکار کی پیدائش کے وقت ظاہر ہونے والی روشنی نے سب کو پار کرکے حضرت آمنہ کی آنکھ وہاں تک پہنچادی۔ بولئے اس حدیث سے حضور کا میلاد ثابت ہوا کہ نہیں، آپ کہیں گے صاحب! یہ تو آدھے منٹ کا میلاد ہوا آپ لوگ دودو گھنٹہ کیوں کہتے ہیں؟ میں جواب دوں گا کہ جو چیز اصل میں ناجائز ہے وہ کم ہو یا زیادہ بہر صورت ناجائز ہوگی، کیا ایک لوٹا شراب پیو تو حرام ہے، اور ایک دو گھونٹ پیو تو حلال؟ اگر میلا دو گھنٹے کا حرام ہے تو آدھے منٹ کا بھی حرام اور آدھے منٹ کا جائز تو دو گھنٹے کا بھی جائز سمجھ گئے کہ نہیں؟ اگر ایک گھونٹ پانی جائز تو دو گلاس ناجائز ہوجائے گا؟ نہیں بلکہ وہ بھی جائز ہوگا، تو جب تک ہمارا جی نہیں بھرتا تب تک ہم میلاد کرتے رہتے ہیں، نبی پاک ﷺ کی زیارت کرتے کرتے صحابۂ کرام

کی روح آسودہ تھی تو ان کے لئے آدھا منٹ کافی ہوتا اور ہماری روحانیت بھوکی پیاسی ہے اس لئے ہمیں دو، دو گھنٹے کے ذکر اور میلاد کی ضرورت ہے سمجھ گئے آپ! یہ کہتے ہیں کہ میلاد شریف بدعت اور ناجائز ہے مگر میں پوچھتا ہوں کہ آخر اس میں کیا چیز ناجائز ہے؟ اس کو آپ یوں سمجھئے کہ آپ نے حلوہ بنایا اور اس کے لئے سوجی لائے، سوجی حلال ہے کہ حرام؟ حلال، چینی لائے، چینی حلال ہے کہ حرام؟ حلال، گھی لے آئے، یہ بھی حلال، اور اس میں پانی ملایا پانی حلال ہے کہ حرام؟ حلال، چولہے پر اسکو پکایا، چولہے پر پکانا جائز ہے کہ ناجائز؟ جائز اس پر ہم نے فاتحہ کرایا۔ فاتحہ کرانا جائز ہے کہ ناجائز؟ اور اگر ناجائز ہے تو جتنی دال گھونٹے ہو سب ناجائز۔ اب میلاد شریف میں فاتحہ کرتے ہو، قرآن شریف پڑھتے ہو، اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہو، رسول پاک کا نام لیتے ہو، درود شریف پڑھتے ہو اور حضور کے فضائل وکمالات جو حدیث میں ہیں ان کو پڑھتے ہو۔ بولئے صاحب! اللہ تعالیٰ کا نام لینا حرام ہے؟ درود پڑھنا حرام ہے؟ قرآن پڑھنا حرام ہے؟ اور حدیثیں پڑھنا حرام ہے؟ ان کا اردو میں ترجمہ کرنا حرام ہے؟ ہرگز نہیں، یہ سب یکجا ہوجائے تو میلاد شریف ہوگیا۔ کون سی چیز اس میں ناجائز ملائی گئی؟ بات صرف اتنی سی ہے کہ میلاد اور قیام اقسام تعظیم سے اور ان کو نبی کی تعظیم سے چڑھ ہے اس لئے ہر اس کام کو جس میں نبی کی تعظیم ہو بدعت وحرام کہتے ہیں۔

محترم حضرات! میلاد شریف جائز، میلاد شریف کا ہر کام جائز، صحابۂ کرام میلاد شریف ہم لوگوں کی طرح بہت زیادہ نہیں پڑھتے تھے اس وجہ سے کہ ان لوگوں کا ایمان بالکل تازہ تھا اور ہم لوگوں کا ایمان پژمردہ

ہو چکا ہے، ان لوگوں کے دل میں گناہ بالکل نہ تھا اور ہم لوگوں کے دل میں گناہ کی جگہ بہت زیادہ ہے ان کے دل میں نبی کی محبت زیادہ تھی اور ہمارے دل میں دنیا کی محبت بہت زیادہ ہے تو اب دنیا کی محبت ہٹانے اور نبی کی محبت بڑھانے کے لئے ہم زیادہ دیر تک میلاد پڑھتے ہیں ان کو اتنی ضرورت نہیں تھی اور ہم کو ضرورت ہے۔ بس اتنا فرق ہے یہ بولتے ہیں سلام کھڑے ہو کر کیوں پڑھتے ہیں بیٹھ کر کیوں نہیں پڑھتے؟ میں کہتا ہوں کہ اگر میں بیٹھ کر پڑھوں آپ کہیں گے بیٹھ کر کیوں پڑھتے ہیں دیکھ کر پڑیں گے تو یہ کہیں گے کہ دیکھ کر کیوں پڑھتے ہیں اعتراض کرنے والوں کو اعتراض کرنا ہی کرنا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا "یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا" (۱) اے ایمان والو! نبی پر درود بھیجو! اور خوب خوب سلام بھیجو! اس آیت کریمہ میں مطلقاً نبی پر درود وسلام بھیجنے کا حکم ہے اس میں نہ کسی طریقے کی تخصیص نہ استثناء لہٰذا جس طرح بھی ہم درود وسلام بھیجیں وہ مامور بہ کے عموم میں داخل ہونے کی وجہ جائز ہوگا جو کھڑے ہو کر سلام پڑھنے کو ناجائز کہتے ہیں وہ خود دلیل پیش کریں

یہ تو ایسے ہی ہے کہ آپ کہیں جناب سانس کھڑے ہو کر مت لینا ورنہ پٹائی ہوگی، سانس لینا ہو تو بیٹھ جانا، کھڑے ہو کر سانس مت لینا یہ کوئی بات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً اجازت دی ہے تو مطلق پر عمل ہوگا جب تک کہ اس کو مقید کرنے والی کوئی دلیل نہ آ جائے مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا "کُلُوْا وَاشْرَبُوْا" کھاؤ اور پیو! تو اب کھڑے ہو کر کھائیں یا بیٹھ

(۱) پارہ ۲۲ رکوع ۴ سورۃ الاحزاب

کر کھائیں یا لیٹ کر کھائیں اس آیت میں کوئی صراحت نہیں ہے۔ حکم مطلق ہے مگر نبی پاک نے حکم دیا کہ بیٹھ کر کھاؤ بیٹھ کر کے پانی پیو تو یہ حدیث، مطلق کو مقید کر دے گی، اس لئے جو شخص کہتا ہے کہ سلام بیٹھ کر پڑھو کھڑے ہو کر نہیں وہ کوئی حدیث لائے، اور جب کوئی حدیث نہیں ہے تو حکم، مطلق رہے گا اور بیٹھ کر کھاؤ یہ حدیث میں موجود ہے اس لئے اب "کُلُوْا وَاشْرَبُوْا" بیٹھنے سے مقید ہو جائیگا سمجھ گئے آپ؟ یہ معاملہ وہ معاملہ ایک نہیں ہو سکتا۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ ان لوگوں کو اعتراض کرنے کا کیا حق؟ جو لوگ سرے سے سلام پڑھتے ہی نہیں ان کو اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں؟ مطلب یہ ہے کہ درود پڑھنے اور سلام پڑھنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دیا ہے فرمایا "یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا" اے ایمان والو! نبی پر درود بھیجو اور سلام بھیجو۔ تو بے ایمان لوگوں کو بولنے کا حق ہی نہیں، ایمان والوں سے مطالبہ ہے، ایمان والے مطالبہ پورا کر رہے ہیں۔ بے ایمان سے مطالبہ ہی نہیں، اس لئے وہ نہ پڑھیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں کہ کیوں نہیں درود پڑھا کیوں نہیں سلام پڑھا اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے مطالبہ کیا ہی نہیں۔ اور جب مطالبہ ہی نہیں کیا ہے تو کیوں پڑھیں؟ کیا آپ ہندوؤں سے کہیں گے کہ درود کیوں نہیں پڑھتے، سلام کیوں نہیں پڑھتے؟ میلاد کیوں نہیں کرتے؟ اس لئے کہ جس سے مطالبہ ہے وہ پڑھے ان سے مطالبہ ہی نہیں، نہ دیوبند والوں سے، نہ بھوپال والوں سے، نہ سہارنپور والوں سے، نہ تھانہ بھون والوں سے مطالبہ مسلمانوں سے ہے آپ لوگوں سے ہے، اس لئے بیٹھ کر بھی پڑھو، کھڑے ہو کر بھی پڑھو، دن میں بھی پڑھو، رات میں بھی پڑھو، جب جب نبی کی یاد آئے تب تب پڑھو، جب انکا ذکر آئے تب پڑھو، صحابہ کرام

طواف کرتے رہتے اور طواف کرتے کرتے اپنے ساتھ والے کو حدیث سناتے "قال رسول اللہ ﷺ" حضور ﷺ نے یہ فرمایا۔ طواف میں "ﷺ" پڑھ رہے ہیں کہ نہیں؟ اور یہ درود و سلام ہے کہ نہیں؟ اب بولئے طواف بیٹھ کر ہوتا ہے یا کھڑے ہوکر؟ طواف تو کھڑے ہوکر کرتے ہیں اور جب صحابہ نے اللہ کے دربار میں کھڑے ہوکر طواف کی حالت میں نبی پر درود و سلام بھیجا تو ہم بھی اگر کھڑے ہوکر درود و سلام بھیجیں تو یہ کیوں بدعت ہوگا؟! اگر کوئی حاجی ہو تو اس سے پوچھئے کہ جب میزاب رحمت کے قریب پہنچتے ہیں تو یوں پڑھتے ہیں" اَللّٰھُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِکَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّکَ وَلَا بَاقِیَ اِلَّا وَجْھُکَ وَاسْقِنِیْ مِنْ حَوْضِ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرْبَةً هَنِيْئَةً لَا اَظْمَأُ بَعْدَهَا اَبَدًا" (۱) اے اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سائے کے نیچے مجھے اس روز قائم رکھنا جس دن سوائے تیرے سایہ کے کوئی سایہ نہیں ہوگا اور سوائے تیرے کوئی باقی نہیں رہے گا اور اے اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی ﷺ کے حوض کوثر سے مجھے ایسا خوشگوار جام پلا کہ میں اس کے بعد کبھی پیاسا نہ رہوں۔ بولئے صاحب! طواف کرتے کرتے نبی کا ذکر ہوا کہ نہیں؟ اور اس وقت "صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" کھڑے ہوکر کہا کہ نہیں، وہ بھی کعبے کے سامنے کھڑے ہوکر سوچو ذرا! نبی پر کھڑے ہوکر درود و سلام پڑھنے پر یہ وہابی اتنا اعتراض کرتے ہیں اور خود وہاں جاکر یہی پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اے اللہ! جب پیاس سے دم گھٹنے لگے تو اپنے نبی ﷺ کا جام کوثر پلا دینا۔ بہر حال میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے سلام و قیام کا حکم نہیں دیا،

(۱) بہار شریعت ج ٦ ص ٦١

اگر کوئی ہندو، کرسچین، یہودی ہم سے کہے کہ تم کھڑے ہوکر سلام یوں پڑھتے ہو؟ تو ہم کہیں گے چلو "لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ" (۱) تمہارا دین الگ ہمارا دین الگ اسی طرح جب کوئی وہابی کہے تب بھی تم یہی کہو "لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ" (۲) سمجھ گئے آپ! اہر منکر سے یہی کہو اس لئے اب لڑنے، جھگڑنے کی ضرورت نہیں ہے، یہ لوگ جھگڑا کرتے ہیں کہ آپ لوگ ثواب کیوں پہنچاتے ہیں ایک بیہودہ جھگڑا باز یہاں تک کہنے لگا علاوہ پکا کر پہنچاتے ہیں، بریانی پکا کر پہنچاتے ہیں، مالیدہ بنا کر پہنچاتے ہیں، مٹھائی پہنچاتے ہیں، وہ کھا کھا کر قبروں میں گندگی پھیلاتے ہوں گے، جب اتنا کھائیں گے تو ان لوگوں کی قبروں میں گندگی ضرور ہوگی، ہم نے کہا ارے بیوقوف ایسا تو اس وقت لازم آتا جب ہم کھانا پہنچاتے، ہم لوگ کھانا نہیں پہنچاتے بلکہ کھانے کا ثواب پہنچاتے ہیں، کھانا فقیروں غریبوں کو کھلا دیتے ہیں اور وفات شدہ مسلمانوں کو صرف ثواب پہنچاتے ہیں اور ان کو ثواب پہنچانے پر ثواب بھی پاتے ہیں حدیث پاک میں میرے آقا کا ارشاد ہے "مَنْ مَرَّ عَلَى الْمَقَابِرِ وَقَرَأَ" قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" اِحْدٰى عَشَرَةَ مَرَّةً ثُمَّ وَهَبَ اَجْرَهَا لِلْاَمْوَاتِ اُعْطِيَ مِنَ الْاَجْرِ بِعَدَدِ الْاَمْوَاتِ" (۳) جو آدمی قبرستان میں پہنچے اور گیارہ مرتبہ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" پڑھ کر مردوں کو ثواب پہنچائے تو تمام مردوں کی تعداد کے برابر اسے ثواب پہنچے گا۔ مگر شیطان نہیں چاہتا ہے کہ مسلمانوں کو ثواب پہنچے۔ اس لئے روکتا ہے کہ ثواب نہ پہنچاؤ، حدیث شریف میں ہے، رسول پاک ﷺ فرماتے ہیں جس نے کسی مسلمان کی نماز جنازہ پڑھ لی، اس کی مغفرت ہوگئی۔ سمجھ گئے آپ؟ نماز جنازہ پڑھتے آپ کیوں

(۱) پارہ ۳۰ سورۂ کافرون ع ۲۲ (۲) ایضاً (۳) فتح القدیر ج ۲ ص ۱۳۳، باب الحج عن الغیر [illegible] ص ۲۲۷

جاتے ہیں؟ مردے کی مغفرت کرانے کے لئے "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاہِدِنَا وَغَائِبِنَا" مردوں کی مغفرت کے لئے نماز جنازہ پڑھتے ہیں بلکہ حضور فرماتے ہیں جو شخص مسلمان کی نماز جنازہ پڑھے اس کی مغفرت ہے۔ اس کا مطلب کیا ہوا؟ مطلب یہ ہوا کہ جو دوسرے کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی بھی مغفرت فرما دیتا ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ جو شخص ایمان و اخلاص کے ساتھ جنازۂ مسلم کے پیچھے پیچھے چلا، پھر نماز جنازہ پڑھی اور دفن تک رہا اسکو دو قیراط ثواب ملے گا اور ہر قیراط احد پہاڑ کے برابر ہوگا۔ صحاح ستہ کی کتابوں میں قدر تغیر کے ساتھ یہ حدیث بھی ہے "وَاللّٰہُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا کَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْہِ" (۱) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مدد اس وقت تک کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے، اس لئے تم اپنے بھائی کی مدد کرو تا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے، تو آپ بتاؤ کیا اس میں یہ قید لگائی گئی ہے کہ زندہ بھائی کی مدد کرو تب فائدہ ہوگا، اور مردہ بھائی کی مدد کرو گے تو فائدہ نہیں ہوگا؟ نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ بھائی اگر زندہ ہے تو زندگی میں جو مدد ہوتی ہے وہ کرو، کوئی پیاس سے مر رہا ہے تو پانی پلا دو، بھوکا ہے تو کھانا کھلا دو، کوئی گر گیا تو ہاتھ پکڑ کر اسے سہارا دو، بیمار ہے تو اس کی تیمار داری کرو۔ یعنی زندوں کو زندگی میں جو مدد ہوتی ہے وہ پہنچاؤ۔ اور مردوں کے لئے وہ کرو جو مرنے کے بعد ان کو فائدہ دے۔ ان کی نماز جنازہ پڑھو، قرآن کی تلاوت کر کے ثواب پہنچاؤ۔ ان کے نام سے صدقہ کرو۔ مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے، ایک صحابی، حضور سے آ کر پوچھنے لگے یا رسول اللہ! میرے ماں باپ کے انتقال

(۱) ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۴

کے بعد مجھ پر ان کے کیا حقوق ہیں جن کی ان کی موت کے بعد میں ادائیگی کروں تو سرکار نے فرمایا "اَلصَّلٰوۃُ عَلَیْھِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَھُمَا وَاِنْفَاذُ عَھْدِھِمَا مِنْ بَعْدِھِمَا وَصِلَۃُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِھِمَا وَاِکْرَامُ صَدِیْقِھِمَا" (۱) ماں باپ کے مرنے کے بعد ان کی خدمت یہ ہے کہ ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے، ان کیلئے مغفرت کی دعا کی جائے ان کی وصیتوں کو پورا کیا جائے اور ان کے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے اور ان کے دوست واحباب کی عزت افزائی کی جائے اور آگے ارشاد فرماتے ہیں۔ دار قطنی کی حدیث ہے "اِنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ: کَانَ لِیْ اَبَوَانِ اَبَرُّھُمَا حَالَ حَیَاتِھِمَا فَکَیْفَ لِیْ بِبِرِّھِمَا بَعْدَ مَوْتِھِمَا؟ فَقَالَ لَہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِنَّ مِنَ الْبِرِّ بَعْدَ الْمَوْتِ اَنْ تُصَلِّیَ لَھُمَا مَعَ صَلٰوتِکَ وَتَصُوْمَ لَھُمَا مَعَ صِیَامِکَ" (۲) ایک صحابیٔ رسول نے حضور علیہ السلام سے پوچھا کہ میرے ماں باپ تھے ان کے ساتھ میں زندگی میں بھلائی کرتا تھا تو ان کے مرنے کے بعد کیسے میں ان کے ساتھ بھلائی کروں تو حضور علیہ السلام نے جواب دیا، مرنے کے بعد ان کے ساتھ بھلائی یہ ہے کہ اپنی نماز کے ساتھ تو ان کے لئے نماز پڑھے اور اپنے روزے کے ساتھ ان کے لئے روزے رکھے۔ ماں باپ کی خدمت زہے نصیب! یہ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ آدمی کی اپنی محنت سے خود اس کو فائدہ ہوتا ہے، دوسرے کو کیونکر فائدہ ہوگا؟ مثلاً نماز پڑھی ہم نے فائدہ پہنچے ماں باپ کو، روزہ رکھا ہم نے فائدہ اٹھائیں ماں باپ، قرآن پڑھا ہم نے، صدقہ و زکوٰۃ دیا ہم نے پھر ماں باپ کو کیونکر فائدہ ہوگا اور ان کو کیوں ثواب ملے گا؟ کسی بھی نیک عمل کا ثواب عمل

(۱) مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۰، ابو داؤد ج ۲ ص ۷۰۰ (۲) فتح القدیر ج ۳ باب الحج عن الغیر ص ۱۳۲

کرنے والے کو ملے گا نہ کے دوسرے کو۔

میں یہی بتانا چاہتا ہوں کہ فائدہ کیسے پہنچے گا۔ دن بھر مزدوری کرکے میں روپیہ اکٹھا کروں اور پھر اس میں سے آپ کو کھانا کھلاؤں تو آپ کو فائدہ ہوگا کہ نہیں؟ ضرور ہوگا۔ اور اگر میں مزدوری کرکے سارا پیسہ تجوری میں رکھ دوں، نہ میں خود کھاؤں نہ کسی اور کو کھلاؤں تو نہ مجھے فائدہ ہوگا نہ کسی اور کو۔

ابوداؤد شریف حدیث کی بڑی معتبر کتاب ہے اس میں یہ حدیث ہے کہ رسول پاک کی خدمت میں حضرت عمرو بن عاص آئے کہتے ہیں یارسول اللہ! میرا باپ عاص ابن وائل جو زندگی بھر آپ کی مخالفت کرتا رہا، کفر پر قائم رہا، وہ مرگیا مرتے وقت اس نے مجھے اور میرے بھائی ہشام کو وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو تم دونوں میری طرف سے پچاس، پچاس غلام آزاد کردینا اگر مرنے کے بعد مجھے کوئی تکلیف پہنچے تو غلاموں کی آزادی میرے کام آئے، یارسول اللہ ﷺ میرے باپ کے مرنے کے بعد میرے بھائی نے اپنے حصے کے پچاس غلام آزاد کردیئے اور میں مسلمان ہوں تو کیا اپنے کافر باپ کے ایصال ثواب کیلئے پچاس غلام آزاد کردوں؟ اور کیا میرے باپ کو اس سے کچھ فائدہ ہوگا؟ اگر آپ اجازت دیں تو میں بھی آزاد کروں اور اگر آپ اجازت نہیں دیں گے تو میں آزاد نہ کرونگا اب سنئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

"لَوْ كَانَ مُسْلِمًا فَاَعْتَقْتُمْ عَنْهُ اَوْتَصَدَّقْتُمْ عَنْهُ اَوْحَجَجْتُمْ عَنْهُ بَلَغَهٗ ذَالِکَ" (۱) اگر تیرا باپ مسلمان ہوتا اور تم اسکی طرف سے غلام آزاد کرتے، یا صدقہ کرتے، یا حج کرتے، تب تو اس کو فائدہ پہنچتا، مگر وہ کفر

(۱) ابوداؤد ج ۲ ص ۳۹۹

کی حالت میں مرا اس لئے اسکو کوئی فائدہ نہ ہوگا، سمجھ گئے آپ؟ یہی وجہ ہے کہ ہم میں اگر کوئی آدمی وفات کرتا ہے تو ہم ثواب پہنچاتے ہیں اور پہنچ جاتا ہے مگر یہ لوگ کہتے ہیں کہ نہیں پہنچتا ہے ہم کہتے ہیں تم ٹھیک ہی کہتے ہو۔ کیوں کہ تمہارے مردے ویسے ہی ہیں کہ ان کو نہیں پہنچے گا اور ہمارے مردے چونکہ مسلمان ہیں اس لئے ان کو پہنچے گا۔ تمہارے مردے کی حالت "مر گئے مردود فاتحہ نہ درود" لہٰذا دونوں میں فرق سمجھنا چاہئے اب آئیے میں ایک حدیث اور سناؤں رسول پاک ﷺ کی یہ حدیث ابوداؤد شریف میں موجود ہے "عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْاَضْحٰى فِى الْمُصَلّٰى فَلَمَّا قَضٰى خُطْبَةً نَزَلَ عَنْ مِنْبَرِهٖ وَاُتِىَ بِكَبْشٍ فَذَبَحَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهٖ وَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنِّىْ وَعَمَّنْ لَّمْ يُضَحِّ مِنْ اُمَّتِىْ" (۱) حضرت جابر ابن عبداللہ سے مروی ہے کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ عیدالاضحیٰ کے دن عیدگاہ حاضر ہوا، جب حضور نے خطبہ ختم کرلیا تو اپنے منبر سے نیچے تشریف لائے اور ایک مینڈھا حاضر کیا اور اسکو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور فرمایا بسم اللہ اکبر یہ میری طرف سے اور میری امت میں سے جن لوگوں نے قربانی نہیں کی ان کی طرف سے ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ کی دوسری روایت میں یوں ہے "ذَبَحَ النَّبِىُّ ﷺ يَوْمَ الذَّبْحِ كَبْشَيْنِ اَقْرَنَيْنِ اَمْلَحَيْنِ مَوْجُوْئَيْنِ فَلَمَّا وَجَّهَهُمَا قَالَ اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِىَ لِلَّذِىْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰى مِلَّةِ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلَاتِىْ وَنُسُكِىْ وَمَحْيَاىَ وَمَمَاتِىْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ

(۱) ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۳۸۸ کتاب الضحیہ، مشکوٰۃ ص ۱۲۸

مُّحَمَّدٍ وَّ اُمَّتِہٖ بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ثُمَّ ذَبَحَ" (۱) نبی کریم ﷺ نے بقرعید کے دن دو مینڈھا ذبح کیا جو لمبی سینگ والے چت کبرے اور خصی کئے ہوئے خوب فربہ تھے جب ان دونوں کو قبلہ رخ کردیا تو یہ پوری دعا پڑھی اور اخیر میں فرمایا اے اللہ! یہ تیری توفیق سے تیرے لئے ہے، محمد کی طرف سے اور ان کی امت کی طرف سے پھر بسم اللہ اکبر کہکر ذبح کیا۔

ایک مینڈھا ذبح کرکے فرمایا یہ میری طرف سے ہے اور دوسرا والا ذبح کرکے فرمایا میری امت کیطرف سے۔ بولئے صاحب! قربانی کس نے کی؟ رسول پاک نے اور کس کی طرف سے کی؟ اپنی طرف سے اور امت کی طرف سے، اپنی طرف سے کی تو ہوئی مگر امت کی طرف سے کیوں ہوئی؟ امت کا نہ پیسہ لگا، نہ محنت لگی، نہ گھاس کھلایا، نہ پانی پلایا اور قربانی امت کی طرف سے ہوگئی بولو! کیسے ہوئی؟ نبی پاک بتارہے ہیں کہ امت کی طرف سے قربانی کرنے سے ہوجاتی ہے، اس لئے اگر کوئی باپ کی طرف سے کرے، ماں کی طرف سے کرے، بیوی کی طرف سے کرے، بھائی کی طرف سے کرے، تو ہوجائے گی اور ان کو ثواب ملے گا، اب یہ لوگ کہتے ہیں کہ ثواب مت پہنچاؤ، ان لوگوں کو سیدھا جواب دو اے ایصال ثواب کا انکار کرنے والوں! اعتراض مت کرو بلکہ میت کو غسل دے کر کفن پہنا کر میدان میں لے جاکر رکھدو اور کہہ دیا کرو اے میت! اپنی نماز جنازہ تو خود پڑھ لے، ہمارے پڑھنے سے تمہیں فائدہ نہ ہوگا، تمہیں فائدہ اسی وقت پہنچے گا جب کہ تو خود اپنی نماز جنازہ پڑھے۔ سمجھ گئے آپ؟ مگر ہماری نماز جنازہ سے میت کو فائدہ ہوتا ہے تو ہمارے ثواب پہنچانے سے اسکو کیوں نہ فائدہ

(۱) ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۳۸۸ کتاب الاضحیہ و مشکوٰۃ ص ۱۲۸

ہوگا، یہ لوگ کہتے ہیں آپ لوگ فاتحہ کیوں کرتے ہیں؟ کبھی بریانی پر، کبھی زردہ پر، کبھی فیرنی پر، کبھی مٹھائی پر اور کچھ نہیں ملا تو بتاشا پر کیوں نہیں دو چار تھان کپڑا لاکر اسی پر آپ لوگ فاتحہ پڑھ دیتے ہیں۔ کیوں نہیں آپ لوگ غلہ رکھ کر فاتحہ پڑھتے ہیں، کیوں نہیں آپ لوگ گیہوں چاول، دال، مٹر، چنا، ادہر ادہر رکھکر اس پر فاتحہ پڑھتے ہیں جب فاتحہ پڑھیں گے تو بریانی پر، زردہ پر، قورمہ پر، پلاؤ پر، کھچڑی پر، کھجڑا پر، مٹھائی پر، یہ کون سا طریقہ ہے کبھی غلے پر پڑھو، کبھی کپڑے پر پڑھو، کبھی روپئے پر پڑھو، کبھی زمین پر پڑھو، زمین پر پڑھ کر بانٹ دو کہ ایک کمرے کی زمین تیری ایک کمرے کی میری، میں نے کہا سنو! اعتراض تو بڑی خوبصورتی سے کرتے ہو اور جواب بھی تم کو خوبصورت ملے گا۔ سنو! رسول پاک ﷺ نے فرمایا جب کھانا کھاؤ تو بسم اللہ پڑھو "اِنَّ الشَّیْطَانَ یَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ اِنْ لَّا یُذْکَرُ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ" (۱) اگر کھانے پر اللہ کا نام ذکر نہ کیا جائے تو شیطان اسے حلال بنالے گا اس لئے حکم ہے کہ کھانا کھاؤ تو بسم اللہ پڑھو ورنہ شیطان اسے حلال بنالے گا دوسری حدیث میں فرماتے ہیں، کھانے پر اگر تم بسم اللہ پڑھوگے تو شیطان نہیں کھائے گا اور بے بسم اللہ کے اگر شروع کردوگے تو شیطان اس میں سے کھانے لگے گا تو پتہ چل گیا کہ جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھا جائے اسے شیطان کھائے گا، اب ہم لوگ فاتحہ پڑھتے ہیں تو اعوذ باللہ بسم اللہ پڑھتے ہیں کہ نہیں؟ "قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" پڑھتے ہیں کہ نہیں؟ یہ سب پڑھتے ہیں اور پڑھنے کے بعد کسی مسلمان انسان کو دیا تو وہ کھالیا، گھر کے جانور کو دیا وہ کھا گیا، مرغی کو دیا وہ کھا گئی، پھر ان وہابیوں کو دیا تو نہیں کھایا ہم

(۱) مسلم ج ۲ ص ۱۷۳، باب آداب الطعام والشرب واحکامھما / بخاری ج ۲ ص ۸۱۰

نے کہا بس اب ہم نے پہچان لیا کہ یہ کون ہیں، حضور نے فرمادیا ہے کہ بسم اللہ پڑھ دو گے تو شیطان نہیں کھائے گا، فاتحہ والا کھانا سب نے کھایا، وہابیوں نے نہ کھایا، اس لئے پہچان میں آگئے کہ یہ شیطان ہیں فاتحہ کا کھانا نہ کھائیں گے، میں نے کہا سنو! ہم لوگ کپڑے پر فاتحہ نہیں پڑھتے ہیں، ہم لوگ روپئے پر فاتحہ نہیں پڑھتے ہیں، غلے پر فاتحہ نہیں کرتے ہیں، جس کھانے کا ذکر تو نے کیا ہے اس پر کرتے ہیں کیوں کرتے ہیں؟ دیکھو بھائی ہر چیز پر فاتحہ نہیں کرتے ہیں وہابیوں پر ہم کچھ مروت کر رہے ہیں سمجھ گئے آپ! کیوں کہ برفی پر فاتحہ کیا تو تم نے چھوڑ دیا۔ مالیدہ چھوڑ دیا، کھچڑا بھی بدعت ہوگیا، بریانی سے محروم ہوگئے زردہ کے لئے بیچارے بالکل ترس گئے، میاں تاؤ دلاؤ گے تو ساری چیزوں پر فاتحہ پڑھ دیں گے ہاں! پٹنہ کے گوداموں پر بھی فاتحہ پڑھ دیں گے، مفت لال کی فیکٹری پر بھی فاتحہ پڑھ دیں گے پھر بھوکے مروگے اور ننگے گھوموگے، ابھی تو تم زردہ، بریانی ہی سے محروم ہو، کیا تم چاہتے ہو کہ مادر زاد ننگے ہو جاؤ؟ یہ ہماری مروت ہے کہ ہر چیز پر فاتحہ نہیں کرتے، زیادہ تاؤ دلاؤ گے تو سب پر کریں گے، کپڑے پر بھی کریں گے اور غلے پر بھی کردیں گے، پھر دیکھیں گے کہ کیا پہنتے ہو؟ اور کیا کھاتے ہو؟

بخاری، مسلم، نسائی، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد بن حنبل، بیہقی، دار قطنی، دارمی اور دوسری کتابیں دیکھ لیجئے سب میں یہ حدیث موجود ہے حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے سال خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:

"لَا تُنْفِقُ امْرَأَةٌ شَيْئًا مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا الطَّعَامَ قَالَ ذٰلِكَ أَفْضَلُ أَمْوَالِنَا" (۱) کوئی عورت

(۱) ترمذی شریف ج ۱ ص ۸۵، مشکوۃ ص ۱۷۲ باب صدقۃ المرأۃ من مال الزوج

اپنے شوہر کا مال بغیر اجازت کے خرچ نہ کرے تو صحابہ نے کہا یا رسول اللہ کیا کھانا بھی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر خود کسی کو نہ دے آقا نے فرمایا ہاں! کھانا بھی بغیر شوہر کی اجازت کے خرچ نہ کرے کیوں کہ کھانا ہمارے مال میں سب سے قیمتی اور سب سے بہتر ہے حضور نے سب سے بہتر کس چیز کو بتایا؟ کھانے کو۔ تو ہم نے کس پر فاتحہ کیا؟ کھانے پر، کھانا سب سے بہتر چیز ہے، کپڑا سب سے بہتر چیز نہیں ہے، کپڑا اگر ایک مہینہ نہ ملے تو زندہ رہیں گے کہ نہیں اور اگر ایک مہینہ کھانا نہ ملے تب؟ قبرستان پہنچ جاؤ گے، روپیہ آپ کی جیب میں ایک بھی نہ رہے اور کھانا ملتا رہے تو آپ زندہ رہو گے۔ اور اگر کھانا نہ ملے اور روپیہ تجوری میں بھرا ہے تو زندہ رہو گے؟ روپیہ نگل کر زندہ رہو گے نوٹ جمع کرلو زندہ رہو گے؟ نہیں رہو گے اس لئے جناب حضور نے فرمایا کھانا سب سے قیمتی اور سب سے بہتر چیز ہے تو جس چیز کو رسول پاک نے سب سے بہتر کہا اسی پر ہم فاتحہ دیا۔ ایمان تازہ ہو تو مدینے کی طرف لو لگا کر عشق و محبت کے ساتھ درود شریف پڑھئے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ......

ان لوگوں کو ہر چیز میں بدعت نظر آتی ہے، کہتے ہیں تقریر کرتے کرتے درود کیوں پڑھتے پڑھواتے ہو؟ میں جواب دوں گا رسول پاک کی حدیث ہے "اَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلٰوةً" (۱) قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ قریب مجھ سے وہ لوگ رہیں گے جو سب سے زیادہ مجھ پر درود پڑھتے ہیں اور درود جب بار بار پڑھیں گے تب زیادہ ہوگا کبھی کبھی پڑھنے سے زیادہ نہیں ہوگا۔ مگر ان لوگوں کو رسول

(۱) مشکوۃ ص ۸۶ باب الصلوۃ علی النبی وفضلها

پاک کاذکر کرنے سے چڑھ ہوتی ہے، اولیاء کرام کاذکر کرنے اور اللہ کے محبوبوں کی یاد منانے سے ان کو بڑی تکلیف ہوتی ہے، حالانکہ یہ اپنے ملاجی لوگوں کی یاد مناتے ہیں تو ہم کچھ نہیں بولتے اور اگر رسول پاک کی یاد مناؤ تو ان کے نزدیک شرک، بدعت، حضور پر درود بھیجو تو شرک بدعت، ان پر سلام پڑھو تو بدعت قیام کرو تو بدعت، مولوی انور شاہ کشمیری جو دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث تھے انہوں نے اپنے گھر خط لکھ کر بھیجا کہ میں نے کل رات والدہ صاحبہ کو خواب میں دیکھا ہے اس لئے ایک بکری ذبح کر کے والدہ صاحبہ کی طرف سے صدقہ کر دی جائے۔ ہم غوث پاک کے نام پر ایک بکرا پال کر اللہ تعالی کے نام پر ذبح کر کے غوث پاک کی طرف سے صدقہ کر دیں اور اس کا گوشت مسلمانوں کو کھلائیں تو ناجائز اور انور شاہ کشمیری جو دیوبندیوں کے بڑے شیخ الحدیث ہیں وہ اپنی ماں کی طرف سے بکری ذبح کر کے خیرات کریں تو جائز ہو جائے اور انکی ماں کو ثواب پہنچ جائے اور ہم لوگوں کا نہ پہنچے یہ سب ڈھکوسلا بازی ہے اصل میں اللہ تعالی کے محبوبوں سے ان کو چڑھ ہے، اس لئے یہ پسند نہیں کرتے کہ انکے ایصال ثواب کیلئے کچھ کیا جائے یا انکی تعظیم و توقیر کی جائے۔ مگر ان کے مولانا آجاتے ہیں تو اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں، اندرا گاندھی دارالعلوم دیوبند کے جشن صد سالہ میں بلائی گئی تھی تو وہاں بڑے بڑے ملاجی کھڑے ہو گئے تھے اور نبی پاک کا ذکر پاک ہو جائے اور ہم کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھیں تو مشرک ہو جائیں یعنی یہ لوگ مشرک کے لئے کھڑے ہو گئے تو ایمان اور ہم جان ایمان کے لئے کھڑے ہوئے تو شرک۔۔۔۔ ع

خرد کا نام جنوں رکھدیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

یہ لوگ کہتے ہیں حضور کے زمانے میں یہ سب نہیں ہوتا تھا اس لئے شرک ہے جبکہ میں نے کتنی حدیثیں سنائیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہوتا نہیں تھا حضور نے ساری امت کی طرف سے قربانی کی۔ پھر بھی یہ کہتے ہیں نہیں ہوتا تھا حضرت سعد ابن عبادہ نے کہا یا رسول اللہ میری ماں مرگئی ہیں، میں چاہتا ہوں کہ اپنی ماں کے ثواب کے لئے کوئی افضل صدقہ کردوں تو جو آپ فرمائیں وہی کروں، تو رسول نے فرمایا مدینے میں پانی کی کمی ہے اپنی ماں کے ثواب کیلئے کنواں کھدوادو، ان کے بیٹے حضرت سعد نے کنواں کھدوادیا اور جب کنواں تیار ہو گیا تو کنویں کے پاس آ کر فرمایا یہ کنواں سعد کی ماں کے ایصال ثواب کیلئے ہے پوری حدیث اس طرح ہے۔ عَنْ سَعْدِبْنِ عُبَادَةَ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ قَالَ الْمَاءُ فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ هٰذِهٖ لِأُمِّ سَعْدٍ (۱) اسی طرح بخاری وغیرہ اکثر کتب حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث مروی ہے۔ "إِنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ فَلَمْ تَحُجَّ حَتّٰى مَاتَتْ أَفَأَحُجُّ عَنْهَا قَالَ حُجِّي عَنْهَا" (۲) یعنی قبیلہ جہینہ کی ایک خاتون خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میری ماں نے منت مانی تھی کہ حج کریں گی، حج نہ کرسکیں اور فوت ہو گئیں کیا میں ان کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا اس کی طرف سے حج کرو۔ اسی طرح ایک اور حدیث بخاری شریف میں ہے "جَاءَتْ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمَ فَقَالَتْ إِنَّ فَرِيضَةَ اللّٰهِ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ أَفَأَحُجُّ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ وَذٰلِكَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ" (۳) قبیلہ خثعم کی ایک

(۱) بخاری ص ۲۰۹ [illegible] (۲) بخاری [illegible] (۳) [illegible]

بی بی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ اللہ کے فریضہ (حج) نے میرے باپ کو اس حالت میں پایا کہ وہ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں، سواری پر بیٹھ نہیں سکتے کیا میں ان کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا: ہاں اور یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے۔ ان دونوں حدیثوں سے صاف پتہ چلتا ہے کہ زندوں کے نیک عمل کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے۔ بات سمجھ میں آگئی کہ اپنے مُردوں کی طرف سے وہ کام کرو جس سے انہیں آرام پہنچے۔ وہ کام کرو جس سے ان کو خوشی ہو۔ وہ کام کرو جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو، یہ لوگ کہتے ہیں حضور کے زمانے میں دیگ نہیں چڑھتا تھا۔ حضور کے زمانے میں یہ کام نہیں ہوتا تھا میں نے کہا سنو! حضور کے زمانے میں بہت سے کام نہیں ہوتے تھے مگر اس زمانے میں اس کا کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے۔ حضور کے زمانے میں کسی مدرسے کی بلڈنگ نہیں تھی اور نہ ایسی مسجدیں تھیں مگر اس زمانے میں صرف بریلویوں ہی کا مدرسہ نہیں بلکہ دیوبندیوں کا بھی مدرسہ چل رہا ہے۔ جو چیز حضور نے نہ کی صحابہ نے نہ کی وہ تم کیوں کرتے ہو؟ کیا مدرسے میں دال روٹی کا انتظام ہوتا ہے اس لئے جائز ہے؟ تنخواہ ملتی ہے اس لئے جائز ہے؟ اور کیا حضور کے زمانے میں قاعدہ بغدادی پڑھایا جاتا تھا، یسرنا القرآن کی تعلیم دی جاتی تھی۔ بولئے صاحب! بچوں کو اب، ت، ث پڑھاتے ہیں یا نہیں؟ کیا حضور کے زمانے یہ طریقہ تعلیم تھا؟ نہیں اب نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحسن ہے۔ اگر نا جائز ہے تو دیوبندی ملا بتائیں کہ اسے کیوں مدرسوں میں پڑھاتے ہیں؟ کیوں ا، ب، ت پڑھاتے ہیں۔ سنو! آقائے کائنات ﷺ فرماتے ہیں "اِبْنُوا الْمَسَاجِدَ وَاجْعَلُوْهَا جُمًّا" (۱) تم مسجدیں

(۱) رواہ ابن ابی شیبہ، والبیہقی فی السنن عن انس رضی اللہ عن النبی ﷺ بحوالہ فتاویٰ رضویہ جلد ۶ ص ۳۹۵

منڈی بناؤ یعنی بے کنگرہ کی مسجدیں بناؤ۔ مسجد نبوی میں حضور نے کوئی مینارہ بنایا تھا؟ ہے کوئی روایت؟ خانۂ کعبہ پر کوئی مینارہ تھا؟ حضور کے زمانے میں کسی مسجد میں کنگرہ یا مینارہ یا کسی مسجد میں گنبد نہیں تھا۔ اب اس دور میں دیوبندیوں کی مسجدوں کا مینارہ ہم لوگوں کی مسجدوں سے زیادہ اونچا رہتا ہے کیا یہ بدعت نہیں ہے؟ حضور کے زمانے میں مٹی کی مسجد تھی۔ حضور کے زمانے میں کچی مسجد تھی، اور تم پختہ مسجدیں بنا رہے ہو کیا یہ بدعت نہیں ہے؟ تم بھی کچی مسجدیں بناؤ۔ معلوم ہونا چاہئے کہ بہت سے احکام حالات کی تبدیلی سے بدل جاتے ہیں اور کتنے نئے نئے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ حضور کے زمانے میں مسجدوں پہ مینارے کی ضرورت نہیں تھی، اس لئے کہ سب لوگ اللہ والے تھے، جب راستے سے گزرتے تو دل بتا دیتا کہ یہ مسجد ہے، مگر اس زمانے میں آدمی بڑا گناہ گار ہو گیا ہے مسجد پر اگر مینارہ نہ بناؤ تو وہابی لوگ تمہارے گھر میں گھس جائیں گے اور کہنے لگیں گے ارے بھائی صاحب! مسجد سمجھ کر آ گئے تھے سمجھ گئے آپ! اس لئے اب ضرورت ہے کہ عزت و آبرو بچانے کے لئے مسجد پہ مینارہ بناؤ تاکہ گھر اور مسجد میں فرق ہو جائے۔ بہر حال اب میں اپنی بات ختم کرتے ہوئے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ فتنہ پیدا ہونے سے بہت پہلے رسول پاک نے فرمایا تھا کہ میرے بعد فتنے پیدا ہوں گے سب سے بہتر میرا زمانہ اس کے بعد صحابہ کا زمانہ اسکے بعد تابعین کا زمانہ، حضور کا زمانہ، صحابہ کا زمانہ، تابعین کا زمانہ سب سے بہتر ہے پھر فرماتے ہیں کہ اس کے بعد فتنے اٹھیں گے۔ اور کچھ لوگ کہیں گے کہ یہ بدعت وہ حرام یہ شرک اچھا کام کرو تب بھی شرک۔ یا نبی سلام علیک کہو تو بھی شرک، اللہ اکبر اللہ اکبر کہو تب بھی شرک، رسول اللہ کا نام لو تب بھی شرک،

اللہ تعالیٰ کا نام لو تب بھی شرک، مزار پر گئے تو شرک اور فاتحہ کیا تو شرک۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ حضور نے فرمایا ہے "لَعَنَ اللّٰهُ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ" (۱) اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کریں اس لئے آپ لوگ لعنت کا کام کرتے ہو کیوں جاتے ہو مزار شریف پر میں نے کہا بے وقوف! کیا ہم کو عورت سمجھ رکھا ہے؟ حضور نے تو فرمایا کہ جو عورتیں مزار کی زیارت کریں ان پر لعنت ہے بیوقوف! اتنی لمبی داڑھی رکھ لینے سے تم فقیہ اعظم نہیں ہوجاؤ گے مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا تو سنو! کہتے ہیں چراغ کیوں جلاتے ہیں؟ میں نے کہا بے وقوف! کبھی دیکھا ہے کہ قبر پر چراغ جلاتے ہیں بلکہ قبر سے الگ روشنی کیلئے چراغ جلاتے ہیں قبر کے سرہانے طاق بنا دیتے ہیں قبر پر نہیں جلاتے ہیں طاق میں جلاتے ہیں سمجھ گئے یہ تو کافروں کا طریقہ ہے کہ اپنے مردوں کو بھی جلاتے ہیں اور اس کے ناٹ کو بھی جلاتے ہیں ہم تو زیارت کرنے والوں کے لئے کچھ فاصلے پر چراغ جلا دیتے ہیں اور اس زمانے میں چراغ بھی جلاتے ہیں اور بلب بھی لگا دیتے ہیں تو کیا قبر کے اندر اس کو لگاتے ہیں قبر کے کنارے بلب لگا دیا، ٹیوب لائٹ لگا دیا، موم بتی جلادی تاکہ زیارت کرنے والوں کو آسانی ہوجائے اور لوگ دور سے روشنی دیکھ کر یہ سمجھیں کہ یہاں کوئی بزرگ آرام فرماتے ہیں چلو فاتحہ پڑھ کر فیض و برکات حاصل کرلیں۔ حضور فرماتے ہیں جب تم لوگ قبرستان جاؤ تو کہو "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَااَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ" (۲) دوسری حدیث میں فرماتے ہیں کہو "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ" (۳) سبحان اللہ! حضور کتنی عمدہ تعلیم فرما رہے ہیں قبرستان جاؤ تو مردہ سمجھ کر سلام

(۱) مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۴ (۲) ایضاً (۳) ایضاً

نہ کرو۔ بلکہ جیسے زندوں کو سلام کرتے ہو ویسے ہی مردوں کو سلام کرو۔ اے قبر والو! اے مسلمانوں کے گھر والو! اے مسلمانوں کی قوم والو! تم کو سلام ہو۔ یعنی اے وہابیو! تم کو سلام نہ ہو۔ مسلمانوں کو سلام ہو۔ سنیوں کو سلام ہو۔ ہم سلام کرتے ہیں اپنے سنی بھائیوں کو۔ تو قبرستان جاکر مردوں کو سلام وہی کرے گا جو قبر کی زیارت کرے گا خود رسول پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اجازت دی کہ میں اپنے والدین کی قبر کی زیارت کروں، تو میں گیا اور اپنے ماں باپ دونوں کو زندہ کر کے کلمہ بھی پڑھوایا، یعنی رسول پاک نے ان کو زندہ کر کے اپنا کلمہ پڑھایا، اپنا امتی بنایا، وہ مسلمان تو تھے ہی، پھر کلمہ پڑھانے کی کیا ضرورت؟ حضور ان کو صحابیت کے اعزاز سے سرفراز فرما رہے ہیں۔ ان کے مردے تو کٹھ مردہ ہیں وہ سلام کا جواب کیا دیں گے وہ سلام کا جواب دینے کے لائق نہیں رہے، منکر نکیر کا ڈنڈا کھاتے کھاتے ان کی حالت پنچر ہوجاتی ہے، وہ سلام کا جواب کیا دیں گے ان کی وہ پٹائی ہوتی ہے کہ "الامان والحفیظ" سانپ بچھو کاٹتے کاٹتے ان کو بیکار کر دیتے ہیں تو سلام کب سنیں گے اور سلام کا جواب کب دیں گے ہمارے مردوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے، اس کے نبی کے فضل سے جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ اور نبی پاک کے جلوۂ جہاں آرا کے دیدار سے مشرف ہوتے ہیں جبھی تو فرمایا امام عشق و محبت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی ﷺ

اُن وہابیوں کی قبر بالکل گھٹا ٹوپ اندھیری اور مسلمانوں کی قبر جگمگ

جگمگ، رسول پاک کے جمال جہاں آرا اور ان کے انوار و برکات سے جگمگ رہتی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم مسلمانوں کو نیک عمل کی توفیق بخشے اور ہماری قبروں کو بقعۂ نور بنائے ہمارے والدین کی قبروں کو روشن رکھے اور تمام مسلمانوں کی قبر میں رحمت وغفران کی بارش نازل فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

گیارہویں تقریر

امام احمد رضا

اور

رد بد مذہباں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَاءَنَا بِالْهُدٰی وَالْبَیِّنَاتِ وَالْحَقِّ وَالْیَقِیْنِ ۝ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ۝ وَعَلَیْنَا لَهُمْ وَبِهِمْ وَفِیْهِمْ وَمَعَهُمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ" (۱)

"صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ، وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ، عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَاَکْمَلُ التَّسْلِیْمِ"

ایک بار عقیدت ومحبت کے ساتھ نذرانۂ درود وسلام پیش کریں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ......

اللہ تبارک وتعالی جس سے دین کا کام لینا چاہتا ہے اس کے لئے ایسے اسباب پیدا فرمادیتا ہے جس سے دین کا کام بآسانی انجام پاسکے۔ دنیا میں جتنے بھی انبیائے کرام جلوہ بار ہوئے وہ ایک قوم، ایک خطہ، اور ایک خاص وقت تک کے لئے اپنی ہدایتیں لوگوں کے سامنے پیش کرتے رہے اس لئے کچھ وقت گزرنے کے بعد ان کی تعلیمات میں بہت ساری تحریفیں کردی گئیں اور ان کی اصل تعلیم دنیا میں بے اثر نظر آنے لگی، مگر رسول اکرم سرور عالم ﷺ چوں کہ کسی ایک قوم ایک زبان ایک خطہ اور ایک خاص وقت تک کیلئے مبعوث نہ ہوئے بلکہ پوری کائنات کیلئے اس طرح مبعوث ہوئے کہ اب قیامت تک کوئی دوسرا نبی نہ آئے گا بلکہ قرآن میں اللہ نے اپنے محبوب سے ارشاد فرمایا "قُلْ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ

(۱) پارہ ۱۱ رکوع ۴ سورۂ توبہ

جَمِیْعًا" (۱) اے پیارے محبوب! آپ اعلان فرمادیں کہ اے لوگو! اے کائنات میں بسنے والو! تم سب کی طرف میں رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اس لئے صبح قیامت تک میرے رسول کی رسالت کا ڈنکا بجتا رہے گا اور ان کے احکام قیامت تک جاری رہیں گے اور دنیا کی کوئی طاقت اس میں تبدیلی نہ کرسکے گی۔ کوشش کرنے والوں نے بہت کوششیں کیں کہ دین اسلام کا چہرہ مسخ کردیا جائے، اسکے احکام میں تبدیلی پیدا کردی جائے اور اس کے عقائد وافکار بگاڑ دیئے جائیں، مگر انہیں اپنے عزائم میں کامیابی نہ ملی چودہ سو سال سے یہ کوشش ہورہی ہے مگر ایک زیر زبر اِدھر اُدھر نہ ہوسکا۔ کیوں کہ میرے آقا سرور کائنات ﷺ کی نبوت ورسالت ایک محدود زمانے ایک محدود طبقے، ایک محدود خطے اور ایک محدود علاقے تک کیلئے نہیں بلکہ پوری انسانیت کیلئے ہے، اسی لئے قرآن نے فرمایا "تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا" (۲) برکت والی ہے وہ ذات جس نے قرآن اتارا اپنے اس مبارک بندے پر جو سارے عالم کیلئے نذیر ہیں، جب آپ پورے عالم کیلئے نذیر ہیں اور خداوند قدوس رب العالمین یعنی سارے عالم کا رب ہے تو جہاں جہاں رب کی ربوبیت وہاں وہاں میرے آقا کی رسالت ونبوت ہے، اسی طرح قرآن حکیم نے آقائے کائنات کے بارے میں یہ بھی ارشاد فرمایا "اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِکُلِّ قَوْمٍ هَادٍ" (۳) اے پیارے محبوب! آپ ڈرسنانے والے اور ہر قوم کیلئے ہادی ہیں، قیامت تک جتنی قومیں پیدا ہونگی سب کو ڈرسنانے والے اور ہدایت کا راستہ دکھانے والے ہادی ہیں اس لئے آپ کے دین کی حفاظت رب قدیر نے اپنے ذمہ کرم پر

(۱) پارہ ۹ رکوع ۱۰ سورۂ اعراف (۲) پارہ ۱۸ رکوع ۱۶ سورۂ فرقان (۳) پارہ ۱۳ رکوع ۷ سورۂ رعد

لیا ہے، توریت کے اندر تحریف کی گئی اور تحریف کرنے والے کامیاب ہو گئے ، انجیل کے اندر تحریف کی گئی اور تحریف کرنے والے کامیاب ہو گئے اور زبور کے اندر تبدیلی کی گئی اور بدلنے والے اس کوشش میں کامیاب ہو گئے۔ اور کامیابی کی یہ حالت ہے کہ آج اصلی توریت، اصلی زبور، اور اصلی انجیل دنیا سے ناپید ہے، مگر قرآن حکیم چودہ سو سال کے بعد بھی اپنی اصل حالت پر باقی ہے اور باقی رہے گا۔ کیا قرآن حکیم میں تبدیلی کی کوشش نہیں کی گئی؟ اس کو بدلنے کی سر توڑ محنتیں نہیں کی گئیں؟ مگر آج تک قرآن کے ایک نقطے کو بھی نہ کوئی بدل سکا، اور نہ صبح قیامت تک بدل سکتا ہے۔ جس نے بدلنے کی کوشش کی وہ رسوا ہوا، اس کی چوری پکڑی گئی، بر سر عام وہ ننگا ہو گیا اور اس پر پورے عالم میں تھو تھو کیا گیا، بہر حال اس کو کامیابی نہ ملی کیوں کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ" (۱) قرآن کو ہمیں نے اتارا اور ہمیں اسکی حفاظت کریں گے، اس لئے قرآن کو بدلنے والے بدل گئے، مگر قرآن نہیں بدلا، اسی طرح رسول اکرم ﷺ کی وہ احادیث جو قرآن کی تشریح و تفسیر ہیں جن کے بغیر قرآن کا سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ناممکن ہے ان حدیثوں میں بھی ہیرا پھیری اور تبدیلی کرنے کی بہت کوششیں کی گئیں تاکہ اسلام کا چہرہ مسخ کیا جا سکے چونکہ رسول پاک کے زمانے میں حدیث کی کوئی کتاب لکھی نہیں گئی کہ قطعی طور پر کہہ دیا جائے کہ حدیثیں اتنی ہیں اور حدیثوں کی تعداد اتنی ہے، اس لئے اسلام کے دشمنوں نے اپنی طرف سے کچھ حدیثیں بنا بنا کر رسول پاک کے نام سے مسلمانوں میں پھیلانا شروع کر دیا۔ اس طرح موضوع اور گڑھی ہوئی حدیثیں بڑی

(۱) پارہ ۱۴ رکوع ۱ سورۃ حجر

تعداد میں دنیا میں پھیلا دی گئیں مگر ایسا کرنے والے زیادہ دنوں تک کامیاب نہ رہے محدثین اور ناقدین کا ایک ایسا دستہ پیدا ہوا جس نے چلنی میں چال کر بھوسے کی طرح موضوع حدیثوں کو الگ کر دیا۔ ہارون رشید کے دربار میں ایک ایسا ہی جعل ساز پکڑ کر لایا گیا جو حدیثیں گڑھ گڑھ کر مسلمانوں میں پھیلاتا تھا کہ حضور نے اس طرح کہا حضور نے اس طرح فرمایا۔ ہارون رشید نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے تو کہنے لگا کہ "لِمَ تَضْرِبُ عُنُقِيْ؟ قَالَ لَهٗ: اُرِيْحُ الْعِبَادَ مِنْكَ، قَالَ: فَاَيْنَ اَنْتَ مِنْ اَلْفِ حَدِيْثٍ وَضَعْتُهَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كُلُّهَا مَافِيْهَا حَرْفٌ نَطَقَ بِهٖ؛ قَالَ: فَاَيْنَ اَنْتَ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ مِنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ الْفَزَارِيْ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ يَنْخُلَانِهَا حَرْفًا حَرْفًا؟ (۱) اے امیر المومنین آپ مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہیں؟ ہارون رشید نے کہا کہ میں لوگوں کو تم سے نجات دلانا چاہتا ہوں اس نے کہا اے امیر المومنین! آپ مجھے تو قتل کر دیں گے لیکن وہ ہزاروں حدیثیں جو گڑھ گڑھ کر میں نے مسلمانوں میں پھیلا دی ہیں، جن میں حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیا ہے، ان حدیثوں کا کیا کرو گے؟ تو ہارون رشید کی قوت ایمانی اور حرارت ایمانی دیکھئے! ہارون رشید نے جواب دیا اے زندیق! تو اپنی حدیثوں کو کیا سمجھتا ہے؟ کیا تجھے پتہ نہیں ہے کہ ہمارے بیچ میں امام ابو اسحاق فزاری اور امام عبداللہ ابن مبارک موجود ہیں، تیری ایک ایک حدیث کو چلنی میں چال چال کر بھوسے کی طرح الگ کر دیں گے، ان لوگوں سے تیری گڑھی ہوئی حدیثیں چھپ کر نہیں رہ سکتیں اور دنیا نے دیکھ لیا کہ ان محدثین نے ایسی ساری حدیثوں کو ایک ایک کر کے دنیا کے سامنے پیش

(۱) اخرجه ابن عساکر عن ابن علیة بحوالہ تاریخ الخلفاء ص ۲۹۳

کر دیا اور بتا دیا کہ فلاں فلاں لوگوں نے یہ یہ حدیثیں گڑھی تھیں، اس لئے یہ حدیثیں جب تمہارے سامنے آئیں تو ان کو موضوع سمجھ لینا اور اس پر عمل نہ کرنا۔ اس طور پر دین کی حفاظت کا کام اللہ نے اپنے بندوں سے لیا۔ حدیثیں گڑھ کر دین کو بگاڑا جا رہا تھا مگر بگاڑنے والے خود بگڑ گئے اور حدیث نہیں بگاڑ سکے۔ کیوں کہ اللہ کے رسول نے ارشاد فرمایا" لَاتَــزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِیْ عَلَی الْحَقِّ ظَاهِرِیْنَ لَایَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰی یَاْتِیْ اَمْرُ اللّٰهِ " (۱) میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ ایسی پیدا ہوتی رہے گی جو حق پر رہے گی اور اللہ کے حکم کو کما حقہ قائم رکھے گی مخالفت کرنے والے ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے یہاں تک کہ قیامت آ جائے گی، رسول کریم سرور عالم ﷺ کا زمانہ گزرنے کے کچھ ہی عرصہ بعد صحابہ کے اخیر دور میں خارجیت کا فتنہ، رافضیت کا فتنہ، جہمیہ کا فتنہ، قدریہ کا فتنہ اور ایسے ایسے نہ جانے کتنے فتنے پیدا ہوتے گئے۔ مگر ہر فتنے کا سد باب کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے علماء واساطین کو پیدا فرما دیا جنہوں نے اپنا سب کچھ قربان کر کے دین کی حفاظت کی، بعض اوقات اس زمانے کے بادشاہوں نے بھی ایسے بدمعاشوں کا ساتھ دیا جو دین کو مسخ کرنا چاہتے تھے مگر ساتھ دینے سے کیا ہوتا ہے، جب اللہ اپنے دین کی حفاظت کرنا چاہے تو کون اسے بدل سکتا ہے۔ حضرت امام اعظم کے زمانے میں خلق قرآن کا فتنہ پیدا ہوا، معتزلہ نامی گمراہ فرقہ نے کہا کہ قرآن اللہ کی صفت اور اس کا کلام نہیں ہے بلکہ اللہ کی ایک مخلوق ہے جس طرح اللہ نے زمین، آسمان، چاند، سورج، درخت، پتھر سب کچھ پیدا کیے ویسے ہی اس نے قرآن کو بھی پیدا کیا۔ معاذ اللہ جبکہ

(۱) مسلم شریف اول ص ۱۶۷ باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام، مشکوٰۃ ص ۵۸۳ کتاب الفتن

قرآن اللہ کی مخلوق نہیں ہے بلکہ اللہ کا کلام ہے اور اللہ کی صفت ہے اس لئے امام اعظم نے قرآن کو مخلوق کہنے والوں کی تکفیر کی۔ اس زمانے میں یہ فتنہ بڑے زور شور سے اٹھا مگر کچھ دنوں کے بعد دب گیا۔ جب مامون رشید کا زمانہ آیا تو اس زمانے میں امام اعظم بھی نہ تھے، امام مالک بھی نہ تھے، امام شافعی بھی نہ تھے بلکہ امام احمد بن حنبل تھے، اس زمانے میں پھر اس فتنے نے سر ابھارا۔ ہارون رشید کا بیٹا مامون الرشید جب تخت سلطنت پر بیٹھا تو اس نے اس فتنے کو خوب ہوا دی اور ان شیطانوں کی خوب مدد کی جو قرآن کو مخلوق کہہ رہے تھے۔ امام احمد بن حنبل نے یہ نہیں دیکھا کہ وقت کا ایک طاقتور اور سوپر پاور بادشاہ اس فتنے کا ساتھ دے رہا ہے بلکہ یہ دیکھا کہ رب کے کلام کی عظمت کا مسئلہ ہے، مسلمانوں کے ایمان کی بقا کا سوال ہے اس لئے امام احمد بن حنبل نے مقابلہ کے لئے کمر کس لی اور علی الاعلان فتویٰ جاری فرمایا کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے وہ جھوٹا ہے، کذاب ہے، کافر اور جہنمی ہے انہوں نے فرمایا کہ قرآن اللہ کا کلام اور اللہ کی صفت ہے، ازلی اور ابدی ہے، ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہنے والی چیز ہے، اب امام احمد بن حنبل گرفتار کیے گئے، جیل میں ڈالے گئے، مگر اس مرد حق آگاہ کی شان یہ تھی کہ جیل میں رہتے اور آپ کی آواز جیل کے باہر پھیلتی، دن بھر جیل میں رہتے جیل سے باہر نکلنے کی اجازت نہ تھی جیل کی کوٹھری کے دروازے پر ایک بڑا تالا بند کر دیا جاتا، مگر دیکھنے والے دیکھتے کہ امام احمد بن حنبل رات کو شہر کی گلیوں میں نظر آ رہے ہیں جیلر پریشان ہو جاتا، کوٹھری کھول کر دیکھتا تو اس میں بھی امام احمد بن حنبل موجود ہوتے اور شہر کی گلیوں میں دیکھا جاتا تو وہاں بھی امام احمد بن حنبل موجود ہوتے۔ دروازہ پر تالا ہونے

کے باوجود سلاخوں سے باہر آ جانا آپ کیلئے معمول بن چکا تھا۔

اللہ نے ان کو وہ قوت دی تھی کہ جس قوت سے انہوں نے مسلمانوں کے ایمان اور دین کی حفاظت کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دیا۔ پھر جب اس پر بھی بس نہیں ہوا تو مامون الرشید کو تاؤ آ گیا، ان کو اپنے دربار میں بلایا اور کرتا بدن سے اتروا کر ننگی پیٹھ پر درّے لگوانے شروع کئے، درّے لگ رہے ہیں، اسی بیچ آپ کے ازار کا بند ٹوٹ گیا اور آپ کے دونوں ہاتھ آپ کی پیٹھ سے بندھے تھے پھر کیسے آپ اپنا ازار بند پکڑ سکتے تھے، اور اپنے ستر کو چھپا سکتے تھے، جب تک ان کی پیٹھ پر درّے پڑتے رہے وہ صرف اللہ اللہ کہتے رہے اور ہر درّے پر فرماتے کہ میں سچ کہتا ہوں قرآن اللہ کی مخلوق نہیں ہے، اللہ کا کلام ہے، مگر جب ازار کا بند ٹوٹا ہے تو کہتے ہیں اے رب العالمین! میں نے تیرے کلام کی عظمت کی حفاظت کی ہے، اپنے بندے کی بے ستری اور بے عزتی نہ کر۔ ازار کا بند ٹوٹا ہے مگر اللہ کی قدرت پھر بھی ازار اپنی جگہ پر ٹکا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کی حفاظت کر رہا ہے جس نے اللہ کے دین کی حفاظت کی، اللہ اپنے اس بندے کو رسوا ہونے سے بچا رہا ہے جس نے اس کے دین کو رسوا ہونے سے بچایا تھا۔ مامون رشید کے بعد معتصم باللہ اور پھر اسکے بعد واثق باللہ کے دور میں بھی آپ پر ظلم وتشدد کے پہاڑ توڑے گئے مگر امام احمد بن حنبل نے کبھی قرآن کو مخلوق نہیں مانا یہاں تک کہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ امام احمد بن حنبل کو دنیا سے گئے صدیاں بیت گئیں مگر ان کا نام اور کارنامہ اب تک زندہ ہے جب کہ مامون کا کوئی ادب سے نام بھی نہیں لیتا اور احمد بن حنبل کا جب نام آتا ہے تو ایمان میں تازگی پیدا ہو جاتی ہے، عقیدت سے پیشانیاں جھک جاتی ہیں،

امام احمد بن حنبل وہ ہیں کہ ایک مرتبہ دریا کے کنارے وضو کر رہے تھے، جدھر سے پانی آ رہا تھا اُس طرف ایک مسلمان وضو کر رہا تھا اور جس طرف آ رہا تھا اُس طرف امام احمد بن حنبل وضو کر رہے تھے، جب اس کی نظر آپ پر پڑی تو کہتا ہے ہائے اللہ! کتنی بڑی بے ادبی مجھ سے ہو گئی کہ میری کلّی کا پانی میرے ہاتھ کا دھون، میرے پاؤں کا دھون امام احمد بن حنبل کے پاس جائیگا اور وہ اس سے اپنا چہرہ دھوئیں گے یہ ادب کے خلاف ہے اس لئے فوراً اس نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور آ کر نیچے بیٹھ گیا جہاں امام احمد بن حنبل کا دھوون بہکر آ رہا تھا، اور دل ہی دل میں سوچتا ہے کہ اگر امام احمد بن حنبل کا دھون مجھے مل گیا تو میری قسمت بدل جائے گی جب اس کا انتقال ہوا تو اس زمانے کے ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا اور اس سے دریافت کیا کہ مرنے کے بعد اللہ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اس نے جواب دیا، میرے معاملہ کو کیا پوچھتے ہو؟ رب قدیر نے فرمایا تم نے میرے نیک بندے احمد بن حنبل کے ادب میں اپنی جگہ تبدیل کر دی اور اوپر سے نیچے آ گیا اس لئے میں نے بھی تیری جگہ تبدیل کر دی، تیرے لئے جنت میں نیچے سے جگہ بدل کر اوپر کر دی تو اوپر سے نیچے آیا اور میں نے تجھے نیچے سے اوپر کر دیا۔ قرآن حکیم کو اترے ہوئے چودہ سو سال سے زیادہ کا عرصہ بیت گیا مگر قرآن اسی شان کیساتھ اب بھی موجود ہے جیسے اترا تھا، امام احمد بن حنبل آج دنیا میں نہیں ہیں مگر اب بھی انکا مسلک زندہ ہے، ساری دنیائے سنیت میں قرآن کو کلام اللہ مانا جاتا ہے، اسے کوئی خلق اللہ نہیں کہتا، تو امام احمد بن حنبل جو پروگرام اور مشن لیکر چلے تھے کیا اس کو کوئی نقصان پہنچ سکا؟ بڑی سے بڑی طاقتیں اسے نقصان نہیں پہنچا سکیں۔ ان کے مسلک کو مٹانے والی حکومتیں مٹ گئیں،

نگران کا مسلک آج بھی زندہ ہے۔اسی طرح ہر دور میں ہوتا رہا اور ہوتا رہے گا۔اسی طرح جب بریلی کے تاجدار امام احمد رضا تشریف لائے تو اس زمانے میں فتنے کم نہیں تھے، فتنوں کی باڑھ تھی،ایک دو فتنہ ہو تو آدمی ان سے آسانی سے نپٹ بھی لے،مگر جب ہزاروں فتنے اژدہے کی طرح منہ بائے مسلمانوں کے عقائد و اعمال کو نگلنے کی کوشش کر رہے ہوں تو اس وقت ان فتنوں کا مقابلہ کوئی امام احمد رضا جیسا مجدد ہی کر سکتا ہے۔چکڑالیوں کا فتنہ جو کہتے ہیں کہ ہم صرف قرآن پر عمل کریں گے،حدیث رسول کو نہیں مانیں گے،ہمارے لئے قرآن کافی ہے،ابھی اہل قرآن کا فتنہ پورے طور پر ختم بھی نہیں ہو پایا تھا کہ اہل حدیث کا فتنہ پیدا ہو گیا کہ ہمارے لئے صرف حدیث رسول کافی ہے اس کے علاوہ کی ہمیں ضرورت نہیں،ایک اہل قرآن ہو گیا،ایک اہل حدیث جبکہ حقیقت میں نہ اہل قرآن ،اہل قرآن ہے نہ اہل حدیث،اہل حدیث ہے،دونوں ہی اہل الشیطان ہیں،مگر ہوتا یہی ہے کہ لوگ اپنی دوکانوں کا سائن بورڈ خوبصورت لگاتے ہیں اگرچہ اس دوکان میں ملاوٹی سامان بکتا ہو،حقیقت حال جانے بغیر جو اس میں جائے گا ٹھگ لیا جائے گا۔انہیں فتنوں میں ایک قادیانیت اور مرزائیت کا فتنہ تھا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا،بہائیت کا فتنہ تھا جس نے ایران میں نبوت کا دعویٰ کیا،اس زمانے میں فتنوں کی کمی نہیں تھی،نیچریت کا فتنہ بھی پیدا ہوا،جس میں کہا گیا کہ ہم قرآن اور حدیث کی صرف وہی بات مانیں گے جو ہماری عقل اور نیچر میں آئے جو باتیں عقل کی سمجھ سے باہر ہوں گی وہ ہم نہیں مانیں گے۔سرسید ہی طرح کا نظریہ لے کر آگے بڑھا،حالانکہ قرآن میں بہت سے واقعات ایسے ہیں جو عقل کے خلاف معلوم ہوتے ہیں مگر ان کو حق

ماننا فرض ہے مثال کے طور پر قرآن میں ہے " اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ " (۱) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے ہاتھی کے لشکر کا کیا وارہ نیارہ کیا۔آئے تھے کعبہ ڈھانے،اللہ نے ان کے مقابلے میں نہ لشکر بھیجا،نہ فوج ،نہ توپ بھیجا نہ منجنیقیں بلکہ چڑیوں کی قطاریں بھیج دیں، چھوٹی چھوٹی ابابیل چڑیاں اپنے پنجے میں سنگ ریزے دبائے ہوئے آئیں اور ہاتھی کے لشکر پر گرانے لگیں،ابابیل پرندوں کی اسی سنگ باری سے ہاتھی والوں کا سارا لشکر تہس نہس ہو گیا قرآن فرماتا ہے "فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ " (۲) سب کے سب چبائے ہوئے بھوسے کی طرح نظر آنے لگے۔ قرآن تو یہ فرماتا ہے مگر سرسید اس واقعہ کو عقل کے ترازو پر تولتے ہیں اور کہتے ہیں غلط؟ چڑیے میں اتنا دم خم کہاں؟ اور اتنی چھوٹی چھوٹی کنکریوں میں ایسی طاقت کہاں کہ ایٹم بم کا کام کر جائیں۔گویا کہ وہ خدا کی قدرت پر ایمان نہیں اپنی عقل پر ایمان رکھتا ہے اگر خدا کی قدرت پر ایمان رکھتا تو اس بات کو ضرور مانتا کہ اللہ چاہے تو کنکریوں سے بم کا کام اور چڑیوں سے طیارے کا کام لے لے۔یہ بات اگرچہ عقل سے بعید ہے مگر کیا اللہ کی قدرت سے بھی بعید ہے؟ ہرگز نہیں اللہ کی قدرت سے کچھ بھی بعید نہیں،اسی طرح قرآن میں ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے دریائے نیل پر لاٹھی ماری تو پانی پھٹ کر پہاڑ کی طرح کھڑا ہو گیا،آدھا ادھر ہو گیا آدھا اُدھر،بیچ میں بائی وے روڈ تیار ہو گیا،سرسید کہتا ہے غلط؟ لاٹھی مارنے سے ایسا نہیں ہو سکتا کہ بیچ میں راستہ ہو جائے۔بات شاید یہ رہی ہوگی کہ موسیٰ علیہ السلام ایسے ٹائم پہنچے کہ اس وقت دریا کا پانی پھٹ رہا تھا پھر اسی وقت دریا میں لاٹھی ماری

(۱) پارہ ۳۰ رکوع ۳۰ سورہ فیل (۲) ایضاً

تو تھوڑی دیر میں پانی بٹ گیا، آپ چلے گئے پھر فرعون لشکر لے کر آیا تو جوار آ گیا اور وہ اس میں ڈوب گیا واہ کیا کمال کی سمجھ ہے، اللہ نے تو قرآن میں فرمایا کہ "فَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاکَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَکَانَ کُلُّ فِرْقٍ کَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ" (۱) ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ دریا پر اپنا عصا مارو تو جبھی دریا پھٹ گیا تو ہر حصہ ہو گیا جیسے بڑا پہاڑ، یہاں تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت بتا رہا ہے کہ ہمارے نبی ایسے محبوب و باکمال ہوتے ہیں کہ جب ان کی لاٹھی دریا پر پڑ جاتی ہے اور ان کا کسی کام کا ارادہ ہوتا ہے تو وہ کام ہم پورا کر دیتے ہیں، اس لئے لاٹھی مارتے ہی راستہ بن گیا، جب موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ماننے والے بنی اسرائیل اُس پار چلے گئے تو ہم نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کو غرق کر دیا، کیوں کہ دریا کو حکم دے دیا کہ اپنی اصلی حالت پر آ جا، پھر پانی دونوں طرف سے اسی طرح مل گیا اور سب کے سب ڈوب کر اس میں مر گئے، اب ذرا آپ فیصلہ کریں کہ قرآن کی کھلی ہوئی آیتوں کا سرسید نے اپنے نیچر کی وجہ سے انکار کیا کہ نہیں؟ فتنوں کی تعداد کم نہیں رافضیت بھی ایک فتنہ ہے، اور ایک طرح کے رافضی نہیں ہیں بلکہ ان کی کئی قسمیں ہیں کچھ تو رافضی وہ ہیں جو صحابہ کو حق پر مانتے ہیں مگر حضرت علی کو سب سے افضل ابوبکر و عمر سے بھی افضل کہتے ہیں وہ تفضیلی ہیں، کچھ وہ ہیں جو سارے صحابہ کو کافر و مرتد کہتے ہیں، کچھ وہ ہیں جو اثنا عشری ہیں، کچھ وہ ہیں جو داؤدی ہیں کچھ وہ ہیں جو اسماعیلی ہیں، اعلیٰ حضرت کے زمانے میں یہ سب فتنے اپنی اپنی طاقت کا مظاہرہ کر رہے تھے پھر ایک فتنہ جو یوپی کے پچھمی علاقوں اور راجستھان کے بعض خطوں میں

(۱)

اٹھا وہ شدھی کا فتنہ تھا "سردھانند" نے یہ فتنہ جگایا، اور وہ یہاں کی مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کر کہا کہ تم لوگ بہک گئے ہو ہم شدھی کریں گے اور پھر سے تم کو ہندو بنائیں گے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ سب کا مقابلہ کرنے کے لئے اکیلے میدان میں اتر پڑے اور ہر ایک کا دندان شکن جواب دیا، سارے فتنوں کے مقابلے میں آپ نے اکیلے کمر کس لیا اور پھر اللہ نے غیب سے ان کے لئے نصرت و حمایت کے اسباب پیدا کر دیے، ظاہر ہے کہ اتنے فتنوں سے نپٹنے کے لئے بہت کچھ چاہئے تھا، یہ لڑائی ایسی نہیں تھی کہ تلوار سے لڑی جاتی، یہ نظریاتی لڑائی تھی جس کے لئے علم اور استدلال کے ہتھیار کی ضرورت تھی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں علوم عقلیہ میں زبردست مہارت عطا فرمائی، اور علوم نقلیہ میں امام بنایا، زبان و بیان میں وہ مہارت تامہ عطا کی کہ بڑے بڑے ادیب آپ کے سامنے ٹک نہ سکے۔ پچاس سے زیادہ علوم و فنون کے آپ نہ صرف محقق ہیں بلکہ ان میں آپ کو اجتہاد کا درجہ حاصل ہے، اس لئے جب کسی دشمن کے مقابلے پر آتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ یہ نہ سمجھو کہ میرے ہاتھ میں تلوار نہیں ہے۔ میرے ہاتھ میں قلم کی تلوار ہے، کلک رضا ہے، خنجر خونخوار برق بار ہے، میرا قلم ہی ایسا ہے کہ خون کی ندیاں بہا دے۔

کلکِ رضا ہے خنجر خونخوار، برق بار
اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

اسی لئے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ جب کسی کے مقابلے میں میدان میں اترتے تو خوف محسوس نہیں کرتے کیوں کہ جس فن کا ماہر سامنے آتا آپ ڈٹ کر اس کا مقابلہ کرتے ہیں اور تحقیقی انداز میں اسکا جواب دیتے ہیں آپ

لئے قائم ہوئی تھی کہ مسلمانوں کے
نے برٹش حکومت کی پرواہ نہ کی جو اسی
دل سے عشق رسول نکال دے، بڑے بڑے جبہ و دستار والے انگریزوں سے
سودا کر لئے، مگر اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کو دنیا کی کوئی طاقت نہ خرید سکی۔
اس لئے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے عقیدے کے تحفظ میں اپنی
خداداد صلاحیت کا بھرپور مظاہرہ کیا اور اہل سنت کے عقائد و معمولات پر
دلائل و براہین کے انبار لگا دیئے، اور پھر فتنوں سے آگاہ کرتے ہوئے
فرماتے ہیں "مسلمانوں اب زمانہ بدل گیا ہے، اس زمانے میں چور، چوروں
کی طرح نہ آئے گا، ڈاکو، ڈکیتوں کی شکل میں نہ آئیگا، بلکہ اب چور اور ڈاکو
امام بن کر آئیں گے، بزرگ اور درویش کی شکل میں آئیں گے، لمبی لمبی
داڑھی رکھکر آئیں گے، جبہ و دستار پہن کر آئیں گے، پیشانی پر نماز کا ٹیکہ
لگا کر آئیں گے اسی منظر کی عکاسی کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چرا لیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھری تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے
سونا پاس ہے سونا بن ہے سونا زہر ہے اٹھ پیارے
تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے تیری مت ہی نرالی ہے

رکھوالی کرنے کے لئے چور آ گئے ہیں، اس لئے ہوشیار رہو، یہ آنکھ
بند کر کے سونے والا سونا مراد نہیں ارے سونے والا پھکڑ آدمی ہو تو فٹ پاتھ
پر بھی سو رہے کیا نقصان؟ لیکن جس کے پاس سونے کی گٹھری ہے اسے
چوروں کی بھیڑ میں بھی کیسے نیند آ سکتی ہے اس لئے اے ایمان کا سونا رکھنے

والو! جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے۔

دشمن احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں کی کیا مروت کیجئے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یارسول اللہ کی کثرت کیجئے
کیجئے چرچا انہیں کا صبح وشام
جان کافر پر قیامت کیجئے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اُس بُرے مذہب پہ لعنت کیجئے

اور اعلیٰ حضرت ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

سر سوئے روضہ جھکا پھر تجھ کو کیا
دل تھا ساجد نجدیا پھر تجھ کو کیا
بیخودی میں سجدۂ در یا طواف
جو کیا اچھا کیا پھر تجھ کو کیا
نجدی مرتا ہے کہ کیوں تعظیم کی
یہ ہمارا دین تھا پھر تجھ کو کیا
دیو تجھ سے خوش ہے پھر ہم کیا کریں
ہم سے راضی ہے خدا پھر تجھ کو کیا
تیری دوزخ سے تو کچھ چھینا نہیں
خلد میں پہنچا رضا پھر تجھ کو کیا

نعرۂ تکبیر! اللہ اکبر نعرۂ رسالت یارسول اللہ

اس لئے اعلیٰ حضرت ہر موقع پر ہمیں ہمارے دین و ایمان کی طرف

توجہ دلاتے رہے۔ اور فرماتے رہے کہ پیارے مصطفٰی ہی جان ایمان ہیں چنانچہ ایک قطعہ میں نبی کی عظمت شان بیان فرماتے ہیں:

اللہ کی سرتابہ قدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

اعلیٰ حضرت کی شاعری محض تک بندی نہیں ہوتی تھی، بلکہ قرآن و حدیث کا ترجمہ ہوتا تھا، حدیث میں میرے آقا سرور کائنات ﷺ ارشاد فرماتے ہیں "لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ" (۱) تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میری محبت اس کے دل میں ماں باپ اولاد اور سارے انسانوں سے زیادہ نہ ہو، محض کلمہ پڑھ لو دل میں میری محبت نہ رہے مومن نہیں، قرآن کو مانو اور میری محبت نہ رہے مومن نہیں، آخرت پر ایمان ہو اور میری محبت نہیں، تو مومن نہیں، اس لئے فرماتے ہیں:

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

میرے آقا جان ایمان، روح ایمان ہیں، اس لئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

پھرکے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائیں کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائیں کیوں

(۱) مشکوٰۃ شریف ص ۱۲

جان ہے عشق مصطفٰی روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں

اعلیٰ حضرت نے اکیلے نیچریوں سے مقابلہ کیا، وہابیوں سے مقابلہ کیا، شیعوں سے مقابلہ کیا، رافضیوں سے مقابلے کیا، چکڑالیوں سے مقابلہ کیا، اُن سے بھی مقابلہ کیا جو اپنے کو اہل حدیث کہتے تھے، یہ کہتے ہیں کہ ہم اہل حدیث ہیں مگر خدا کی قسم ان کے عوام کو تو چھوڑو ان کے علماء کو بھی کیا دو چار ہزار حدیثیں یاد ہیں؟ نہیں یاد ہیں تو پھر کیسے یہ اہل حدیث ہوگئے؟ جب حدیثیں تمہیں یاد ہی نہیں تو حدیث پر عمل کیسے کروگے؟ قادیانیت کا فتنہ ابھرا تو امام احمد رضا نے قادیانیوں کی ایسی تیسی کردی، دیوبندیوں نے جب قادیانیوں پر کفر کا فتویٰ دیا تو قادیانیوں نے کتاب لکھ کر بھیج دی کہ مجھے تم کافر کہتے ہو جبکہ تمہاری کتاب "تحذیر الناس" میں لکھا ہے کہ حضور کے خاتم النبیین ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ زمانے کے اعتبار سے آخری نبی ہیں بلکہ آپ سب سے اونچے مرتبے والے نبی ہیں۔ آپ بالذات نبی ہیں باقی انبیاء بالعرض نبی ہیں، خاتم النبیین کا معنی تمہارے مولوی قاسم نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس میں یہی لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضور کے زمانے میں کوئی نبی پیدا ہوجائے تب بھی حضور خاتم النبیین رہیں گے ان کی خاتمیت میں کچھ فرق نہیں پڑے گا، تو مرزا غلام احمد قادیانی کہنے لگا کہ میں حضور کو خاتم النبیین مانتا ہوں اگر چہ میں حضور کے بعد نبی بن کر آگیا، ان لوگوں سے تو کوئی جواب بن نہیں سکا۔ اب دل مسوس کر رہ گئے کہ کھچڑی پکائی ہم نے مگر ہانڈی اٹھالے گیا قادیانی کٹھ ملا، جھگڑا اس بات کا نہیں ہے کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیوں کیا، جھگڑا اس بات کا ہے کہ ہمیں پہلے موقع

ملنا چاہئے تھا یہ ہے ان دونوں گروپوں کا جھگڑا، اس لئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ جتنے بدمذہب ہیں حقیقت میں سب ایک ہیں، اسی لئے جب سنیوں سے مقابلہ ہوگا تو سارے بدمذہب ایک پلیٹ فارم پر نظر آئیں گے، اور سنی اکیلا نظر آئے گا کیوں کہ "اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ" کفر کی کتنی ہی شاخیں ہوں سب ایک ملت ہیں، اور اسلام ایک ملت ہے اس لئے اعلیٰ حضرت کے زمانے میں ان سب کو قلم کی تلوار سے ذبح کر دیا گیا، ایک بھی فتنہ دم نہ لے سکا، سب کو اعلیٰ حضرت نے چیر پھاڑ کر رکھ دیا، اور یہ نہ سوچا کہ حکومت میرے خلاف ہو جائے گی، حکومت کے قوانین اور قواعد اگر شریعت کے خلاف تھے تو ان کے خلاف بھی فتوے دیئے اور اعلاء کلمۃ اللہ اور ناموس رسالت کے تحفظ میں اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کی بے خوف وخطر فتوے صادر فرمائے اور صاف لفظوں میں فرما دیا کہ حکومت اگر میرے خلاف ہوتی ہے تو ہو جائے میرا کیا بگاڑ لے گی، امام احمد بن حنبل کے ساتھ اُس دور کی حکومت نے جو کیا اس سے زیادہ تو نہیں کر سکے گی۔ اس لئے امام احمد رضا نے اس بات کی پرواہ نہیں کی کہ ظالم برٹش حکومت ہم کو ستائے گی، ہماری زمینداری ختم کر دیگی، ہماری دولت چھین لے گی، ہمیں جیل میں ڈال دیگی، بلکہ ہمیشہ رسول کے کرم پر بھروسہ کرتے ہوئے یہی گنگناتے رہے۔

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبد مصطفےٰ
تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے

چونکہ امام احمد رضا نے برٹش کے قوانین کے خلاف بھی فتوے دیئے اس لئے برٹش حکومت ہمیشہ ان کے خلاف رہی مگر انکا ایک بال بھی بیکا نہ کر سکی، ہاں یہ ضرور ہے کہ برٹش حکومت نے اسی وجہ سے کبھی امام احمد رضا

کو وظیفے نہیں دیئے، جبکہ دیگر مولویوں کو چاہے وہ دیوبند کے ہوں، چاہے قادیان کے ہوں، یا بھوپال کے ہوں، یا علی گڈھ کے ہوں، کہیں کے ہوں، سب کو برٹش حکومت نے پیسے سے خرید لیا مگر امام احمد رضا کو نہ خرید سکی یہاں تک کہ مکالمۃ الصدرین (۱) میں مولوی شبیر احمد بانی جمیت علماء اسلام خود کہتے ہیں کہ ہم سب لوگوں کو معلوم ہے کہ برٹش حکومت مولانا اشرفعلی کو چھ سو روپئے کی ماہواری دیتی تھی مگر لوگ کہتے ہیں کہ حضرت کو معلوم نہیں تھا کہ یہ کدھر سے آ رہی ہے۔ یعنی چھ سو روپئے کی ماہواری تو آتی تھی مگر ان کو معلوم نہیں تھا کہ یہ کدھر سے آتی ہے۔ آگے سے کہ پیچھے سے؟ صرف آتی ہے۔ بہر حال! یہ تو سچ ہے کہ مخالف جماعتوں کے سربراہوں کو وظیفے ملتے تھے مگر الحمد للہ امام احمد رضا کا دامن اس سے مکمل طور پر پاک ہے۔ مخالفین آج تک اس کا کوئی ثبوت نہ پیش کر سکے، اور نہ صبح قیامت تک پیش کر سکتے ہیں، وہ تو انگریزوں سے اس طرح دور ونفور تھے کہ جب انگریزی دواؤں کا مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے ان سے منع کیا اسی طرح ایک مرتبہ سخت بیمار پڑے کسی نے مشورہ دیا، فلاں انگریز ڈاکٹر بہت ماہر ہے، اسکو نبض دکھا لیجئے، فرمایا، میں انگریز کا منھ نہیں دیکھ سکتا، شراب پینے اور خنزیر کھانے والوں کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دونگا؟ میں ہرگز نہیں دے سکتا، مگر سنئے! امام احمد رضا کے دین وایمان کی پختگی کا یہ نتیجہ تھا کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے، اعلیٰ حضرت جب بیمار رہتے تو بھی دین کا پرچم بلند رکھتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے

(۱) مولوی شبیر احمد صدر جمعیت علمائے اسلام اور مولوی حسین احمد مدنی صدر جمعیت العلماء ہند کے درمیان شدید اختلافات تھے۔ ایک میٹنگ میں دونوں نے جوش میں آ کر ایک دوسرے کے راز سربستہ کو کھول دیا، اسی میں مولوی شبیر احمد نے اعتراف کیا کہ اگر ہماری جماعت کو انگریزوں سے پیسہ ملتا ہے تو اس میں کیا حرج ہے مولوی اشرف علی تھانوی جو ہم دونوں کے مسلم الثبوت بزرگ ہیں وہ بھی تو چھ سو ماہوار لیتے تھے انہیں دونوں کے مکالمے کو مکالمۃ الصدرین کے نام سے دیوبندیوں نے چھاپا ہے اس کے صفحہ ۹، ۱۰، ۱۱ پر تفصیل درج ہے۔ شبیر احمد صاحب

اعلیٰ حضرت کو ایسی ہی اولاد بھی دی، اور ایسے ہی تلامذہ و مریدین بھی دیئے، سب کے سب اعلیٰ حضرت کے نام پر قربان ہوتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کی ایک آواز پر لبیک کہتے تھے، مگر اب کچھ لوگ اعلیٰ حضرت کا نام تو لیتے ہیں مگر کام اعلیٰ حضرت کا نہیں کرتے، اعلیٰ حضرت کا مشن آگے نہیں بڑھاتے، اب بھی وقت ہے سنبھل جاؤ، اور اعلیٰ حضرت کے مسلک پر مضبوطی سے قائم ہو جاؤ، تو تمہاری دنیا سنور سکتی ہے تمہاری آخرت سنور سکتی ہے تمہاری عظمت کا پرچم پوری دنیا میں لہرا سکتا ہے۔

جنہیں حقیر سمجھ کر بجھا دیا تم نے
وہی چراغ جلاؤ تو روشنی ہوگی

ہم پر لازم ہے کہ ان بزرگان دین کا دامن مضبوطی سے تھام لیں اسی چیز کو قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ"(۱) اے ایمان والو! پرہیزگار ہو! اور سچوں کے دامن سے وابستہ رہو، صدیقین کا دامن پکڑو! ایمان والوں کے لئے صرف یہی کافی نہیں ہے کہ متقی بن جائیں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ سچوں کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے رہیں، کیوں کہ اگر تم ان کا دامن نہیں پکڑو گے تو اس بات کی کوئی ضمانت نہیں ہے کہ تمہارا ایمان بچے گا تمہارا تقویٰ بچے گا، اگر یہ دامن تمہارے ہاتھ میں ہوگا تو تمہارا دین و ایمان محفوظ رہے گا، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کے ایمان وعقیدہ کی حفاظت کرے اور صراط مستقیم پر چلائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

(۱) پارہ ۱۱ رکوع ۳ سورۂ توبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ حَمْدَ الشَّاکِرِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَرْسَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی هُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ رَجَاءَنَا بِالْهِدَایَةِ وَالْحَقِّ وَالْیَقِیْنِ فَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی وَسَلَّمَ وَبَارَکَ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا" (۱)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ، وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ، عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَاَکْمَلُ التَّسْلِیْمِ.

محبت وعقیدت کے ساتھ بارگاہ رسالت میں ہدیۂ درود وسلام پیش کرلیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ......

رفیقان گرامی! میری شان میں جوبھی باتیں کہی گئیں وہ آپ حضرات اپنے کان سے باہر نکال دیں۔میں سراپا اپنا تعارف آپ کے سامنے حاضر ہوں، میں ایک مسلمان ہوں اور رسول پاک ﷺ کی شفاعت پر امید مغفرت رکھتا ہوں۔ اللہ تعالی نے مجھے میری حیثیت سے بہت زیادہ عزت عطا کردی۔ جس کے شکریئے کے لئے میرے پاس لفظ نہیں۔ہم اور آپ اس وقت حضرت شارح بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان کے ایصال ثواب کے لئے اور ان کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کے لئے جمع ہیں۔ مجھے آج ہی صبح کے وقت جلسۂ تعزیت کی دعوت پہنچی۔ میں نے عرض کیا کہ تعزیت تین روز کے بعد ممنوع ہے۔ پھر میں کیسے اس جلسۂ تعزیت میں شرکت کروں۔ اگر اسے جلسۂ ایصال ثواب کردیں تو ہم سب لوگ اس

(۱) پارہ ۲۲ رکوع ۱۵ سورۂ فاطر

میں شرکت کریں۔ خیر ہم سب لوگ اسی جلسۂ ایصال ثواب میں شرکت کے لئے حاضر ہیں۔

رفیقان ملت! اللہ تعالی نے حضرت شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ کو بہت سی خوبیاں اور بہت سارے کمالات عطا فرمائے تھے ان کے علمی کمالات کی یہ شان تھی کہ وہ دوران گفتگو محاکمہ کی حیثیت رکھتے تھے، ان کی تحقیقات نادر ہوا کرتیں اور بڑے بڑے علماء ان سے استفادہ میں عار محسوس نہیں کرتے، یہ وہ کمالات ہیں جو سب کو نہیں دیئے جاتے میرے دور طالب علمی کی بات ہے کہ جب حضرت صدرالشریعہ ضعف نگاہ کی وجہ سے لکھنے پڑھنے سے معذور ہوگئے تھے، تو حضرت شارح بخاری ان کی بارگاہ میں روزانہ دوپہر کے وقت مدرسہ شمس العلوم کی چھٹی کے بعد حاضر ہوتے اور حضرت صدرالشریعہ کو استفتاءات سناتے اور پھر حضرت جوابات کا املا کراتے اور آپ ان کو لکھتے۔ فتاوی امجدیہ کی نقول پر نظر ثانی کے طور پر حضرت صدرالشریعہ کی اکثر سماعت مفتی صاحب کے ذریعہ ہوئی۔ مفتی صاحب فتاوی پڑھتے جاتے اور حضرت صدرالشریعہ سماعت فرماتے اور باب یا کتاب کی نشان دہی فرمادیتے یا حاشیہ لکھوا دیتے۔ پھر ایک مرتبہ جامعہ اشرفیہ مبارکپور سے ایک بہت اہم استفتاء قنوت نازلہ کے بارے میں صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں آیا، اس مسئلہ میں اس دور کے بڑے بڑے علماء نے مختلف قسم کے فتوے دیئے۔ اس وقت کے وہ ایسے بڑے علماء تھے کہ آج دنیا کے کسی کونے میں بھی ان کی نظیر نہیں ملتی۔ کسی نے لکھا کہ قنوت نازلہ منسوخ ہوچکی ہے، کسی نے لکھا کہ اسکا پڑھنا مشروع ہے اور پھر کسی نے قبل رکوع، کسی نے بعد رکوع الغرض اس مسئلہ

میں اس وقت کے علماء کا کئی جہتوں سے اختلاف رونما ہوا، حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں جب یہ استفتاء آیا اور حضرت شارح بخاری نے یہ استفتاء پڑھکر سنایا تو آپ نے فرمایا کہ اس کا جواب کچھ تفصیل کے ساتھ دینا ہے اور پھر کچھ عبارتیں نوٹ کروائیں اور احادیث کریمہ نقل کروائیں اور فقہ کی مختلف کتابوں سے حوالے نوٹ کرائے اور اس طرح یہ تفصیلی فتویٰ مستقل ایک رسالہ ہوگیا جسکا نام "التحقیق الکامل فی حکم قنوت النوازل" (۱) رکھا گیا اس کے اخیر میں حضرت شارح بخاری کی کچھ تعریفیں بھی لکھیں۔ فرمایا کہ میں ضعف بصر کی وجہ سے کتابوں کے مطالعے سے معذور ہوگیا ہوں، اس سلسلے میں مولانا شریف الحق صاحب نے بہت مدد کی ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ ان کے اوپر کتنا اعتماد فرماتے تھے۔ مجھے وہ وقت بھی یاد ہے کہ ایک زمانے میں مفتی صاحب کے گھر میں چوری ہوگئی، ایک غریب کے مکان میں چوروں کو کیا ملے گا؟ حضرت صدرالشریعہ کو جیسے ہی خبر ملی مفتی صاحب کے گھر تشریف لائے اور کلمات تسلی سے ان کو نوازا اور فرمایا: شریف الحق! گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ مال عطا فرمائے گا، حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ مفتی صاحب کا بہت زیادہ خیال فرماتے تھے، جب حضرت صدر الشریعہ نے زیارت حرمین طیبین کا ارادہ فرمایا تو رمضان سے بہت پہلے ہی آپ نے ارادہ کرلیا اور شوال میں آپ کو سفر حج کیلئے نکلنا تھا، رمضان المبارک کے مہینے میں اعتکاف میں بیٹھے تھے، مسجد کے اندر مفتی شریف الحق صاحب کو بلایا اور انہیں خلافت عطا کی، خاص رمضان المبارک میں عین

(۱) مشمولہ فتاویٰ امجدیہ جلد اول از ص ۲۰۳ تا ص ۲۳۴

حالت اعتکاف میں خلافت عطا کی، اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ حضرت صدرالشریعہ، مفتی شریف الحق صاحب کو بہت بصیرت کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ مفتی صاحب کا سب سے بڑا کمال ان کی فقاہت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو فقیہ نہیں بناتا، یہ حدیث پاک بخاری اور حدیث کی بہت سی کتابوں میں ہے کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا "مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ" (۱) اللہ تعالیٰ جسے بہت بڑی بھلائی دینا چاہتا ہے اسے دین کا فقیہ بنادیتا ہے۔ پھر اسی حدیث کے اختتام پر رسول پاک ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

"لَنْ تَزَالَ هٰذِهِ الْاُمَّةُ قَائِمَةً عَلٰى اَمْرِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ" (۲)

یعنی ایک جماعت ہمیشہ میری امت میں سے اللہ کے حکم پر قائم رہے گی، مخالفت کرنے والے ان کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے، یہاں تک کہ قیامت آجائے گی، مطلب یہ ہوا کہ اس وقت تک یہ جماعت اپنا کام کرتی رہے گی اور کسی مخالف کی مخالفت کا اس پر کوئی اثر نہ پڑے گا جب تک قیامت نہ آجائے، اس حدیث کے مصداق فقہاء کرام ہیں، ہر جماعت کی مخالفت میں کوئی نہ کوئی جماعت لگی رہتی ہے۔ مثلاً حدیث جمع کرنیوالے محدثین کی ایک جماعت ہے مگر جگہ جگہ لوگوں نے حدیثوں میں تحریف کرنے کی کوشش کی۔ مگر ان بزرگوں نے بعد میں آنے والوں کے لئے سب حدیثوں کی ایسی تنقیح کردی کہ حدیث کو ہر قسم کی آمیزش سے پاک صاف کردیا۔ بعض لوگوں نے صوفیائے کرام کے بارے میں غلط غلط روایتیں گڑھ

(۱) بخاری ج ۱ ص ۱۶، از فتح ۲ ص ۲۲
(۲) بخاری ج ۱ ص ۱۶، مسلم شریف ج ۱ ص ۸۷

دیں۔ کون نہیں جانتا کہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی ایک عظیم صوفی تھے، ان کا مقام رفیع کیا کہنا! میدان علم و فن میں کوئی ان کے مقابلے میں نہ آسکا وہ اپنا امتیازی مقام رکھتے تھے، ان کی بعض کتابوں میں بھی تحریف کردی گئی۔ امام غزالی کی فقہ کی کتابیں تو اس سے محفوظ ہیں مگر ان کے دیگر فنون کی کتابوں میں لوگوں نے تحریف کر کے رکھدی۔ اسی طرح صوفیائے کرام کے تصوف کی کتابوں میں کچھ نہ کچھ تحریف کی گئی مگر فقہاء کی جماعتوں کو دیکھیں فقہاء متقدمین ہو گئے زمانہ بیت گیا مگر جس فقیہ نے جو کتاب لکھ دی، ہزار سال گزر جانے کے باوجود بھی کوئی ایک لفظ نہ گھٹا سکا نہ بڑھا سکا، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی کتابوں کو بارہ سو سال سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا مگر ان کی کتابیں جس طرح لکھی گئی تھیں ویسے ہی اب بھی موجود ہیں، ان کے بعد کے فقہاء کرام کی کتابوں کی بھی یہی شان ہے کیوں کہ حضور نے فرما دیا "لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ" (۱) ان کا مخالف ان کا بال بیکا نہ کر سکے گا، ان کے کاموں میں کوئی رخنہ نہ ڈال سکے گا، اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ فقہاء کی جماعت ہی یہاں مراد ہے۔ اور اس لئے بھی کہ سب سے زیادہ جسے اللہ تعالیٰ بھلائی دینا چاہتا ہے اسے دین کا فقیہ بناتا ہے۔ اسی بنا پر الاشباہ والنظائر میں تحریر فرمایا۔ کوئی بھی اپنے بارے میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ مجھے نجات ملے گی اور میری مغفرت ہو جائے گی۔ لیکن الحمدللہ فقہاء یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہمیں نجات ملنی ہی ملنی ہے اور ہماری مغفرت ہونی ہی ہونی ہے کیونکہ رسول پاک نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ یُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَیْرًا یُفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ" (۲)

(۱) بخاری ج ۱ ص ۱۰۹، مسلم ج ۲ ص ۱۴۳ (۲) بخاری ج ۱ ص ۱۶، مسلم ج ۱ ص ۳۳۳، مشکوٰۃ ص ۳۲

ہر بات بدل سکتی ہے مگر رسول اللہ کی بات نہیں بدل سکتی۔ تو اللہ تعالیٰ نے مفتی صاحب کو جو فقہی بصیرت عطا فرمائی یہ انکا بہت بڑا کمال ہے، ان کے سارے کمالات میں سب پر بھاری ہے، اسی وجہ سے آپ کے فتاویٰ وقیع نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں، ہم نے یہ بھی دیکھا کہ جب علمی بحثیں اور مذاکرے ہوتے تو اس وقت لوگ آپ کا قول بہت وقیع نگاہ سے دیکھتے اور توجہ سے سماعت کرتے۔

مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارکپور کی ایک میٹنگ ہوئی تھی اس سیمنار میں ایک مسئلہ آیا "قَدْ تَنْزِلُ الْحَاجَةُ بِمَنْزِلَةِ الضَّرُوْرَةِ" (۱) کہ کبھی کبھی حاجت بمنزلۂ ضرورت رکھدی جاتی ہے۔

حاجت اور ضرورت کا فرق آپ لوگ تو نہیں سمجھ سکیں گے کیونکہ ہم لوگوں کے عرف میں آدمی غیر ضروری کاموں کو بھی ضروری سمجھ لیتا ہے۔ اور اسے ضرورت سے تعبیر کر دیتا ہے۔ مگر فقہ کی اصطلاح میں ضرورت اور ہے اور حاجت اور ہے۔ ضرورت اس کو کہتے ہیں کہ جس کے بغیر کوئی چارۂ کار ہی نہ ہو، یعنی آدمی اس میں بالکل مضطر ہو جائے کہ اس میں اپنی جان جانے کا غالب گمان ہو جائے۔ یا اپنا کوئی عضو برباد ہو جانے کا غالب گمان ہو جائے اس کو ضرورت کہتے ہیں اس چیز کو ضرورت نہیں کہتے ہیں کہ آدمی بالکل ٹھیک ہو محض تھوڑی دقت اور پریشانی لاحق ہو جائے۔ ضرورت وہ ہے کہ آدمی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ یا اسکا کوئی عضو برباد ہو جائے اور مسلمان کی عزت و آبرو اگرچہ بہت اہمیت رکھتی ہے مگر اسکے بغیر آدمی زندہ رہ سکتا ہے اس لئے وہ حاجت ہے یا بغیر مکان کے آپ زندہ رہ سکتے ہیں

(۱) الاشباہ والنظائر ص ۱۳۹

مگر بغیر کھانا کے آپ زندہ نہیں رہ سکتے بغیر روشنی کے آپ زندہ رہ سکتے ہیں مگر بغیر پانی کے آپ زندہ نہیں رہ سکتے تو کھانا ہماری ضرورت ہے اور مکان ہماری حاجت ہے اتنا پانی جو جان بچا سکے ہماری ضرورت ہے، اتنا کھانا جو آدمی کی جان بچا سکے ضرورت ہے اور روشنی ہماری حاجت ہے، اور ضرورت کا حکم حاجت کے حکم سے الگ ہے، جان بچانے کے لئے حرام کھانے کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے تو اتنی مقدار میں کھالے جس سے جان بچ جائے۔ پیاس سے حلق سوکھ رہا ہے اور شراب کے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے تو اتنی شراب پینے کی اجازت ہے جس سے اس کی جان بچ سکے، یہ ضرورت ہے، ضرورت کی وجہ سے مسلمان کے لئے حرام چیزیں بقدر ضرورت حلال ہو جاتی ہیں۔ لیکن حاجت میں یہ حرام چیزیں حلال نہیں ہوتی ہیں فقہائے کرام فرماتے ہیں "قَدْ تَنْزِلُ الْحَاجَةُ بِمَنْزِلَةِ الضَّرُوْرَةِ" (۱) کبھی کبھی حاجت کو ضرورت کے درجہ میں رکھ دیتے ہیں، یعنی کبھی کبھی حاجت کو ضرورت کے مرتبہ میں اتار لینے کی وجہ سے بھی حرام چیزیں حلال ہو جاتی ہیں مگر کب حاجت کو بمنزلہ ضرورت اتار لیا جاتا ہے یہ طے نہیں ہو پا رہا تھا اسی پر سیمینار میں بحث چل رہی تھی۔ وہاں بڑے بڑے علماء موجود تھے ایک ایک رائے سامنے آتی جا رہی ہے مگر مسئلہ حل نہیں ہو پا رہا ہے پھر مفتی صاحب نے فرمایا! ہمارا خیال ہے کہ انسان جب اس مرتبے میں آجائے کہ اس کے لئے کوئی حاجت لازم ہو جائے تب ایسی صورت میں وہ حاجت بمنزلہ ضرورت رکھ دی جاتی ہے اب اس پر بحث ہونے لگی، اسی درمیان فواتح الرحموت سے " قَدْ تَنْزِلُ الْحَاجَةُ بِمَنْزِلَةِ الضَّرُوْرَةِ" (۲) والی عبارت

(۱) الاشباہ والنظائر ص ۱۳۹ (۲) الاشباہ والنظائر ص ۱۳۹

نکالی گئی، اس میں بھی وہی مطلب لکھا تھا جو مفتی صاحب نے فرمایا تھا، اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ ان کا مزاج فقہاء کے طرز پر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت بڑا کمال عطا کیا تھا، اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر انوار و رحمت کی بارش فرمائے اور انکے درجات بلند فرمائے۔ آمین

اس زمانے میں ایک جماعت ایسی بھی پیدا ہوگئی ہے جو فقہاء سے سب سے زیادہ چڑھتی ہے، ان لوگوں کو بہت گھمنڈ ہے اس بات پر کہ ہم حدیث پر عمل کرتے ہیں مگر خدا کی قسم ان میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں ہے جو حدیث پر عمل کر سکے، ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ لوگ اپنا سائن بورڈ خوبصورت لگاتے ہیں جیسے نقلی سامان بیچنے والے دوکاندار اپنا سائن بورڈ بہت خوبصورت اور بھڑکیلا لگاتے ہیں، تاکہ خریدار خوبصورت بورڈ دیکھ کر دھوکے میں آجائیں اور یہ سمجھیں کہ اس دوکان میں صرف اوریجنل سامان بکتا ہے ڈپلیکیٹ نہیں۔ جب کہ فقہائے کرام کی عظمت شان میں بے شمار حدیثیں وارد ہوئیں، میرے آقا سرور کائنات ﷺ نے فرمایا "فَقِيْهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ" (۱) ایک ہزار عبادت گزاروں سے زیادہ بوجھل شیطان پر ایک فقیہ ہے۔ شیطان چاہتا ہے کہ نماز چھوڑ دے، روزہ چھوڑ دے، زکوۃ چھوڑ دے، حج چھوڑ دے، حق کا کام چھوڑ دے، مگر فقیہ نہ صرف ان فرائض و واجبات کو ادا کرتا ہے بلکہ لوگوں کو ان کی تعلیم اور ان کے مسائل سے بھی آگاہ کرتا ہے۔ ایک عبادت گزار بھی شیطان پر بوجھ ہے مگر ایک فقیہ ہزار عبادت گزاروں سے زیادہ بوجھ ہے۔ اب یہاں سے سمجھ میں آتا ہے کہ فقہاء کا وجود جن لوگوں پر بوجھ ہے وہ کس کی نسل سے ہیں، انکا نسب نامہ

(۱) مشکوۃ شریف ص ۳۴، ترمذی ج ۲ ص ۹۷

اس حدیث سے ظاہر ہے۔

فقہاء کرام کی شان اس وجہ سے بلند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام اور اپنے رسول کے کلام کے بارے میں فرمایا "لہا ظہر و بطن" ایک ظاہری پہلو اور ایک باطنی پہلو۔ ایک حلت والا اور دوسرا حرمت والا۔

اور پھر ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزوں کو رکھا۔ رسول پاک ارشاد فرماتے ہیں "اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَمَا بَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ" (۱) حلال کھلا ہوا ہے، حرام کھلا ہوا ہے، اور ان دونوں کے بیچ میں کچھ مشتبہات ہیں ان کا حکم اکثر لوگ نہیں جانتے اور جو جانتے ہیں وہ بہت کم لوگ ہیں، جو بات اکثر لوگ نہیں جانتے وہ بات یہ فقہاء جان لیتے ہیں اس بناء پر فقہاء کے بغیر آدمی اپنی زندگی نہیں گزار سکتا یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام کی اکثریت فقہاء کی رہی۔ مگر اکثر لوگ ان صحابہ کی پیروی کرتے تھے جو صحابہ میں فقیہ سمجھے جاتے تھے۔ اسی لئے صحابہ میں کئی جماعتیں بنی ہوئی تھیں، کوئی مکتب عبداللہ ابن مسعود کی طرف تھا، کوئی مکتب ابی ابن کعب کی طرف تھا، کوئی مکتب علی کی طرف تھا، کوئی مکتب عبداللہ ابن عباس کی طرف تھا، کوئی مکتب عمر ابن خطاب کی طرف تھا، کوئی سعد ابن ابی وقاص سے متعلق تھا، کوئی معاذ ابن جبل سے تعلق رکھتا تھا۔ تبلیغ اس وقت بھی ہوتی تھی، تبلیغ اس وقت بھی ہوتی ہے۔ یہ کہنا کہ وہ صحابہ صرف حدیثوں پر عمل کرتے تھے یہ غلط ہے روزانہ نئی نئی چیزیں پیدا ہو رہی ہیں اور اسی کے ساتھ نئے مسائل بھی پیدا ہو رہے ہیں مگر وہابیوں کی طرح پیدا ہونے والے ہر نئے مسئلے کو حرام، ناجائز، بدعت، نہیں کہا جا سکتا۔ ایک صاحب کہنے لگے جو بھی نئی چیز

(۱) مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۱

ہو وہ بدعت اور ہر بدعت حرام۔ میں نے کہا، ہوائی جہاز سے جو لوگ حج کرنے گئے سب حرام کار ہیں، سب بدعتی ہیں، کسی کا حج نہیں ہوا، رسول پاک، سرور کائنات کے زمانے میں ہوائی جہاز سے کوئی حج کرنے نہیں گیا تو آج جو لوگ ہوائی جہاز سے حج کرنے جاتے ہیں وہ سب کے سب بدعتی ہیں، جہنمی ہیں، ان کا حج مردود ہے، باطل ہے، میں نے کہا بولو اب کیا جواب دیتے ہو؟ کہنے لگا رسول اللہ کے زمانے میں اگر ہوائی جہاز ہوتا تو حضور علیہ السلام ضرور اس سے سفر کرتے۔

میں نے کہا ہاں! اگر رسول اللہ کے زمانے میں ہوائی جہاز ہوتا تو ضرور اس میں سفر کرتے تو اگر رسول پاک اس زمانے میں ہوتے اور چار گھنٹے کا میلاد شریف مقرر ہوتا تو ضرور اس میں شریک ہوتے بولو اب کیا بولتے ہو؟ بس چپ! "فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ" (۱) اس لئے مسئلہ تو ا بر تے مسئلے کو ناجائز نہیں کہا جا سکتا اس لئے ضروری ہے کہ علت تلاش کی جائے، علت دائرہ، علت موثرہ سے حکم کو اوپر دائر کیا جائے، میرے آقا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ چیزوں کی علتیں خود بیان کر دی ہیں اور کچھ احکام ایسے رکھے کہ جن کی علت کا ذکر نہیں، مثال کے طور پر بخاری مسلم اور صحاح ستہ کی دیگر کتابوں میں ہے۔

"عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم شَرِبَ لَبَنًا فَدَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ وَقَالَ اِنَّ لَهُ دَسَمًا" (۲) رسول پاک سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرمایا اور پانی منگایا اس کے بعد کلی کی اور فرمایا کہ اس میں چکناہٹ ہوتی ہے۔ تو اسکا مطلب یہ ہوا کہ حضور نے کلی اس لئے کی کہ اس میں چکناہٹ

(۱) قرآن پارہ ۳ سورہ بقرہ رکوع ۳ (۲) ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۲

ہوتی ہے، اب کوئی آدمی شربت پیئے اور اس کے بعد کلی کرے، چائے پیئے اور اس کے بعد کلی کرے، کوئی آدمی جلیبی کھائے اور اس کے بعد کلی کرے، کوئی آدمی کھیرا اور کباب کھائے اور اس کے بعد کلی کرے تو یہ سب بدعت کیونکہ یہ ثابت نہیں ہے کہ رسول پاک نے ان سب چیزوں کے کھانے کے بعد کلی کی ہو۔

اس کی بات اس وجہ سے غلط ہے کہ جب میرے آقا نے فرمادیا کہ دودھ پینے کے بعد کلی کرنا چکناہٹ کی وجہ سے ہے اور چونکہ جس چیز میں چکناہٹ ہوتی ہے وہ منہ میں جگہ پکڑ لیتی ہے، تو جو بھی کھانے پینے کی چیز کھائی جائے اور اس میں چکناہٹ ہو تو ضرور ان چیزوں کے کھانے پینے کے بعد ہم کو کلی کرنا چاہئے اس کو بدعت نہیں کہا جائے گا، اور کچھ احکام ایسے ہیں جن کی علت حدیثوں میں مذکور نہیں، اب آپ دیکھیں کہ رسول پاک سرورِ عالم ﷺ نے کتے کے جھوٹے کو دھونے کا بھی حکم دیا۔ اور کتے کے ذریعے شکار کی بھی اجازت دی۔ اب ذرا غور کرو کتا جب شکار کرے گا تو دانت سے پکڑے گا یا نہیں؟ اور جب دانت سے پکڑے گا تو تمہارے نزدیک اس کو مٹی سے مل مل کر سات مرتبہ دھونا فرض ہے ورنہ پاک نہ ہوگا تو ہم نے ان سے کہا کہ اِدھر تو ناپاک کھالیا اور اُدھر برتن کی اتنی رگڑائی کرائی کہ ہاتھ میں چھالے پڑگئے، گوشت میں تو جذب کرنے کی صلاحیت ہے مگر ہر برتن میں جذب کی صلاحیت نہیں چاہے، المونیم کا برتن ہو، یا چینی کا، پیتل کا ہو یا لوہے کا، مٹی کے سوا کوئی بھی برتن ہو اس میں جذب کرنے کی صلاحیت نہیں مگر یہ ہیں کہ مٹی سے مل مل کر دھوئے جارہے ہیں۔ اب بولو! تم لوگوں کے طریقے میں تضاد ہے کہ نہیں؟ بڑے آئے ہو حدیث پر عمل کرنے،

تمہارے گھر کا معاملہ نہیں ہے کہ جس طرح چاہو طے کرلو یہ دین کا معاملہ ہے جن کو دین کی سمجھ سب سے زیادہ ہوگی وہ طے کریں گے، اور وہ فقہاء کرام ہیں۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ شکاری حدیث میں اگرچہ خون کی جگہ دھونے کا ذکر نہیں مگر دوسری حدیثوں میں ہے آقا نے خون دھونے کا حکم دیا ہے، تو جس جگہ وہ دانت سے پکڑے گا خون نکلے گا اور وہ جگہ ناپاک ہوگی، جسے پاک کرنا ہوگا اسی طرح کتے کے جھوٹے کو بھی پاک کرنا پڑے گا، اور حدیث شریف میں سات مرتبہ برتن دھونے کا حکم وجوبی نہیں بلکہ استحبابی ہے، کیونکہ اس حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہ ہیں امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اس پر زوردار بحث کی ہے۔ حضرت ابوہریرہ کی بعض روایتوں میں سات مرتبہ کا ذکر ہے جس میں پہلی مرتبہ یا آخری مرتبہ میں مٹی سے مانجھنا بھی ضروری ہے مگر ابوہریرہ ہی کی دوسری روایتوں میں تین مرتبہ کا ذکر ہے حضرت عطاء سے مروی ہے "عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ فِي الْإِنَاءِ يَلِغُ فِيْهِ الْكَلْبُ أَوِ الْهِرُّ قَالَ: يُغْسَلُ ثَلَاثًا" (١) یہ حدیث ابوہریرہ سے مرفوعاً بھی مروی ہے اور موقوفاً بھی مروی ہے جیسا کہ امام بدرالدین عینی نے شرح بخاری میں فرمایا: أَخْرَجَهُ اِبْنُ عَدِيٍّ مَرْفُوْعًا حَدَّثَنَا الْكَرَابِيْسِيُّ عَنْ إِسْحٰقَ الْأَزْرَقِ عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِيْ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيُهْرِقْهُ وَلْيَغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ: لَمْ يَرْفَعْهُ غَيْرُ الْكَرَابِيْسِيِّ وَلَمْ أَجِدْ لَهُ حَدِيْثًا مُنْكَرًا غَيْرَ هٰذَا" (٢) ابن عدی نے اس حدیث کو مرفوعاً بیان کیا کہ ہم سے حدیث بیان کی کرابیسی نے انہوں نے اسحٰق ازرق سے انہوں نے عبدالملک

---

(١) شرح معانی الآثار جلد اول ص ٢٠-٢١ (٢) ایضاً

سے انہوں نے عطاء سے انہوں نے ابوہریرہ سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اسکا پانی بہادو اور اسے تین مرتبہ دھولو۔ پھر امام بدرالدین عینی فرماتے ہیں کہ کرابیسی کے علاوہ کسی نے اس حدیث کو مرفوعاً نہیں بیان کیا اور کرابیسی کی کوئی حدیث اس حدیث کے علاوہ میں منکر نہیں پاتا۔ ابوہریرہ کی روایت کی تائید حضرت معمر کی روایت سے بھی ہوتی ہے انہوں نے امام زہری سے پوچھا کہ کتا جب برتن میں منہ ڈال دے تو کتنی مرتبہ اسے دھویا جائیگا؟ تو انہوں نے فرمایا یُغْسَلُ ثَلاثَ مَرَّاتٍ تین مرتبہ دھویا جائے گا۔ تو اگر امام زہری کے نزدیک سات مرتبہ والی روایت منسوخ نہ ہوتی تو ایسا فتویٰ نہ دیتے جیسا ابوہریرہ نے دیا۔ سات مرتبہ والی حدیث بھی ابوہریرہ سے مروی ہے اور تین مرتبہ والی حدیث بھی ابوہریرہ سے مروی ہے چاہے مرفوعاً یا موقوفاً اور ہم ابوہریرہ کے بارے میں یہ بدگمانی نہیں کرسکتے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنا تھا اسکو قصداً ترک فرمادیا کیوں کہ اس صورت میں ان کی عدالت ساقط ہوجائے گی، جبکہ تمام صحابہ عادل ہیں، اس لئے ماننا پڑے گا کہ یا تو سات مرتبہ دھلنے کا حکم استحبابی ہے وجوبی نہیں۔ اور یہی بات بہت ساری حدیثوں کے موافق معلوم ہوتی ہے، کیونکہ جس زمانے میں صحابہ عام طور پر پانی سے استنجاء نہیں کرتے تھے، بلکہ ڈھیلا سے استنجاء کرتے تھے، جسمیں قلیل نجاست کا رہ جانا ایک فطری بات تھی اور پھر پسینے کی وجہ سے کپڑے کا اس مقام سے آلودہ ہونا بھی بہت ممکن تھا، اور سونے میں اس مقام پر ہاتھ کا پہونچنا اور ہاتھ کا قلیل نجاست سے آلودہ ہونا بھی بہت حد تک ممکن تھا مگر اسکی طہارت کیلئے

سات مرتبہ دھلنے کی شرط نہ تھی، بلکہ تین مرتبہ دھلنا کافی تھا جیسا کہ حضور نے فرمایا "اِذَا قَامَ اَحَدُکُمْ مِنَ اللَّیْلِ فَلَا یُدْخِلْ یَدَہُ فِی الْاِنَاءِ حَتّٰی یُفْرِغَ عَلَیْہَا مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا فَاِنَّہُ لَا یَدْرِیْ اَحَدُکُمْ اَیْنَ بَاتَتْ یَدُہُ"، تو جب پیشاب اور پاخانہ سے تین مرتبہ میں طہارت ہوجاتی ہے جب کہ وہ نجاستوں میں سب سے زیادہ غلیظ ہیں تو پھر کتے کے جوٹھے سے کیوں کر تین مرتبہ میں برتن پاک نہ ہوگا، جبکہ وہ پیشاب پاخانہ سے زیادہ غلیظ نہیں، اس مسئلے کی پوری تحقیق شرح معانی الآثار جلد اول ص ۲۰/۲۱ پر دیکھی جاسکتی ہے۔

معاملہ یہ ہے کہ جتنے غیر مقلدین ہیں سب یہی کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں جو چیز نہیں وہ سب ناجائز۔ لہٰذا کھڑے ہوکر سلام پڑھنا ناجائز۔ ایصال ثواب ناجائز، یہ ناجائز وہ ناجائز سب ناجائز اور بدعت ہے۔ مگر جس چیز میں ان کا فائدہ ہوتا ہے وہ چیز ان کے یہاں فوراً جائز ہوجاتی ہے۔ مثال کے طور پر آپ یہ دیکھیں کہ یہ لوگ ٹرینوں میں سفر کرتے ہیں۔ بسوں میں آتے جاتے ہیں، کار رکھتے ہیں، جرسی پہنتے ہیں، رضا کیپ ٹوپی پہنتے ہیں، نئے ڈیزائن کے کپڑے پہنتے ہیں، شرٹ اور پینٹ اور اس کے علاوہ بھی بہت سے نئے کام کرتے ہیں۔ تو کیا رسول پاک کے زمانے میں اس کی نظیر مل سکتی ہے؟ تو کیوں یہ سب کام کرتے ہیں؟ جب ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت حرام ہے تو کیوں یہ سب کام کرتے ہیں، صرف اس لئے کہ جو چیز اپنے فائدہ کی ہو وہ جائز ہوجاتی ہے۔

اس لئے محترم ہمیشہ علت سے استدلال کرنا پڑتا ہے علت کے بغیر کچھ نہیں معلوم ہوتا قرآن وحدیث میں لکڑی کی کھڑاؤں کا مسئلہ کہیں ذکر نہ

کیا گیا مگر رسول پاک نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:۔

"اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَمَاسَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّاعَفٰى عَنْهُ"(۱)

حلال بالکل واضح ہے، حرام بالکل واضح ہے، اور کچھ چیزیں ازرہِ عفو میں رکھی گئیں وہ اللہ کی طرف سے چھوٹ ہیں، رخصت ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی اجازت ہے لہذا جس کی حرمت مذکور نہ ہو وہ اصل کے اعتبار سے جائز ہے، اس لئے کھڑاؤں جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا" اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّامَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ"(۲)

تمہارے لئے حلال کر دیئے گئے بے زبان جانور مگر وہ جو آگے بتایا جائے گا وہی حرام ہے۔ حرام ہونے کی دلیل چاہئے، حلال ہونے کی لئے دلیل کی ضرورت نہیں۔ "اِلَّامَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ"(۳) مگر حرام وہ ہے جو بیان کیا جائے گا، جو بیان نہ کیا جائے اس کو حرام کہنا شریعت پر افترا ہے۔

ایک صاحب ہمارے پاس آئے کہنے لگے، ہم کو آپ سے کچھ باتیں سمجھنی ہیں، میں نے کہا بھائی ایک بات پہلے سمجھ لیجئے کہ سمجھنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے چار کتابیں اتاریں اور نہ سمجھنے والوں کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اتاری سمجھ گئے آپ؟ اب اس کے بعد جو بات آپ کو سمجھنا ہو وہ پیش کیجئے کچھ باتیں ذکر کرتے رہے اور میں ان کو بتا تا رہا، میں نے اخیر میں ان سے پوچھا، آپ بتائیں زندگی میں بہت سارے کام آپ کرتے ہیں، کیا ہر کام کے لئے آپکو حدیث مل جاتی ہے؟ مثلاً آپ جس انداز کا کپڑا پہنے ہوئے ہیں، یہ حدیث سے ثابت ہے؟ کپڑا بُننے کا جواز تو

(۱) مشکوۃ ص ۳۶۷ (۲) پارہ ۶ رکوع ۵ سورۂ مائدہ (۳) پارہ ۶ رکوع ۵ سورۂ مائدہ

حدیث میں مل جائے گا مگر دوسرے سے بُنوانا کس حدیث سے ثابت ہے؟ پھر میں نے پوچھا کہ آپ پالک کا ساگ یا میتھی کا ساگ یا کسی اور چیز کا ساگ کھاتے ہیں کہ نہیں؟ کہنے لگے ہاں کھاتے ہیں۔ میں نے کہا اس کے ثبوت میں کوئی حدیث ہے؟ کہنے لگے اس کے لئے کوئی حدیث تو نہیں ہے ہمارے مولانا لوگوں نے بتایا کہ پالک کا ساگ یونہی میتھی وغیرہ کا ساگ کھانا جائز ہے میں نے کہا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی حدیث آپ کے پاس نہیں مگر چونکہ آپ کے مولانا لوگوں نے جائز کہا ہے اس لئے آپ کھاتے ہیں تو اس نے کہا۔ ہاں! پھر میں نے کہا کہ تب تو آپ اپنے مولانا کے مقلد ہیں، مقلد آپ بھی ہیں اور مقلد ہم بھی ہیں، تم اپنے مولانا کے اور ہم اپنے مولانا کے مگر فرق یہ ہے کہ تم جس کے مقلد ہو وہ بڑا چالباز جھوٹا اور لالچی ہے اور ہم جس کے مقلد ہیں وہ دنیا کا سب سے بڑا عالم، سب سے بڑا صاحب تقویٰ، سب سے زیادہ خوف الٰہی رکھنے والا اور اپنے زمانے میں سب سے زیادہ عبادت کرنے والا اور قرآن وحدیث میں سب سے زیادہ گہری نظر رکھنے والا ہے، اتنی گہری نظر کہ حدیث میں ان کے بارے میں رسول پاک نے فرمایا "لَوْكَانَ الْعِلْمُ عِنْدَالثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ مِنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ"(۱) اگر علم ثریا کی بلندی پر بھی ہو تو فارس کا رہنے والا ایک شخص اسے وہاں سے اتار لائیگا۔ میں نے کہا بتاؤ فارس کے رہنے والے بہت سے امام گزرے ہیں مگر کوئی ابو حنیفہ کے شاگردوں کے برابر بھی ہو سکا؟ نہیں۔ اس لئے ابو حنیفہ فارس کے رہنے والے وہ عالم ہیں کہ جس عالم نے آسمان کے تاروں سے بھی اوپر جا کر علم کا خزانہ حاصل کر لیا اور قوم کے سامنے لاکر

(۱) بخاری ج ۲ ص ۷۲۷ ترمذی ص ۲۶۳ مسلم ج ۲ ص ۳۱۲

رکھدیا۔ تو میں نے کہا یہ ہے فرق ہمارے مقتدیٰ اور تمہارے مقتدیٰ میں، تم
ثابت نہیں کرسکتے کہ ہمارے اس عالم ربانی نے کبھی کوئی نماز قضا کی ہو اور
میں ثابت کردونگا کہ تمہارے مولانا بے نمازی، بے ایمان اور لالچی ہوتے
ہیں اور تم میں کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ امام ابوحنیفہ نے کبھی کوئی لالچ کی ہو
لالچ کو تو ایسی ٹھوکر ماری کہ ان کو قاضی القضاۃ مقرر کیا جارہا تھا اور یہ عہدہ
اتنا اونچا تھا کہ خلافت کے بعد سب سے اونچا عہدہ اسی کو مانا جاتا تھا۔ خلیفہ
نے اس منصب کے لئے آپ کو نامزد کرکے حکم دیا کہ تم یہ عہدہ سنبھال لو مگر
امام اعظم نے ٹھکرادیا، منصور نے کہا خدا کی قسم میں تم کو قاضی بنا کر رہوں گا،
آپ نے کہا خدا کی قسم میں قاضی نہیں بنوں گا، اس نے کہا میری قسم کے
مقابلے میں تم قسم کھاتے ہو؟ تم اپنی قسم کا کفارہ ادا کردو، آپ نے فرمایا کہ
خلیفہ کو قسم کا کفارہ دینا زیادہ آسان ہے اس لئے تم کفارہ دو، تو اس نے کہا تم
اپنی قسم توڑ کر کفارہ دیدو تو آپ نے فرمایا مجھے کفارہ دینا مشکل ہے۔ میں
غریب آدمی ہوں تم کفارہ دیدو اور قسم توڑ لو۔ تو اس نے کہا میں تجھے جیل میں
ڈالونگا، تو امام اعظم نے فرمایا کہ جیل مجھے پسند ہے حضرت یوسف کی سنت
ادا ہوجائے گی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کی دھمکیوں کے جواب
میں فرمایا "رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْہِ" (۱) یوسف نے
عرض کی کہ اے میرے رب مجھے قیدخانہ زیادہ پسند ہے اس کام سے جس
کی طرف یہ مجھے بلاتی ہے۔ میں بھی اسی پر عمل کروں گا، جیل چلے گئے مگر امام
اعظم نے منصب قضا کو پسند نہیں کیا، پھر جیل میں جانے کے بعد رشد و ہدایت
اور وعظ و تبلیغ کا وہ سلسلہ چلا کہ جیل کی کایا پلٹ گئی۔ خلیفہ گھبرا اٹھا اور سوچنے

(۱)

تاکہ اگر یہی معاملہ رہا تو خطرہ ہے کہ کہیں لوگ میرے ہی خلاف نہ
ہوجائیں، اس لئے اس نے خفیہ طور پر زہر دلوا کر امام اعظم کی شہادت کا
انتظام کیا۔ اور پھر علم کا وہ آفتاب جس نے اپنی کرنوں سے پوری دنیا کو روشن
کیا ہمیشہ کیلئے غروب ہوگیا۔ امام ابوحنیفہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت
کیں، ظلم و تشدد کا نشانہ بنے، مگر کبھی اپنے مسلکے اور اپنے طریقہ سے نہ ہٹے،
میں نے کہا تمہارے مولوی کو، ایم۔ ایل۔ سی۔ کی سیٹ کی پیشکش کی جائے تو
لپک کرجائے گا اور بولے گا بیس ہزار لے لو مگر ایم، ایل، سی کی سیٹ پر بیٹھا
وہ امام اعظم نے وہ سب پسند نہیں کیا، امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انکار
کے بعد خلیفہ نے امام ابو یوسف کو پکڑا کہ آپ قاضی بنئے، وہ بھی اولاً انکار
کرتے رہے، امام اعظم نے فرمایا تم قبول کرسکتے ہو تو انہوں نے وہ عہدہ
قبول کرلیا، اسی درمیان ایک سائل امام ابو یوسف کے پاس ایک استفتاء لیکر
پہنچا اور کہنے لگا میں نے دھوبی کو کپڑا دھونے کے لئے دیا تھا وہ کپڑا گم ہوگیا،
وہ کپڑا میرے پاس آیا نہیں مگر دھوبی کہتا ہے کہ مجھے مزدوری دیجئے کپڑا ابھی
نہیں دیتا اور مزدوری مانگتا ہے، تو اس کو کپڑا دھونے کی مزدوری دینا پڑے گا
یا نہیں؟ کہا ہاں دینا پڑے گا اس سائل نے کہا، جواب غلط ہے، امام ابو یوسف
نے فرمایا: پھر نہیں دینا پڑے گا، اس نے کہا یہ بھی غلط ہے۔
امام ابو یوسف نے فرمایا: ارے! دینا پڑے گا یہ بھی غلط نہیں دینا
پڑے گا یہ بھی غلط۔ تو اس نے کہا: ہاں! دونوں جواب غلط، پھر حضرت امام
ابو یوسف، امام اعظم کی بارگاہ میں جیل میں پہنچے، اور کہتے ہیں حضور! ایک
آدمی نے اپنا کپڑا دھوبی کو دھلنے کے لئے دیا اور وہ کپڑا دھوبی کے یہاں
سے چوری ہوگیا اب اس دھوبی کو دھلائی یعنی مزدوری ملے گی یا نہیں؟ امام

اعظم نے فرمایا: تم نے کیا جواب دیا؟ فرمایا میں نے جواب دیا کہ مزدوری ملے گی، امام اعظم نے کہا غلط ہے، کہنے لگے تو پھر نہیں ملے گی، کہا یہ بھی غلط ہے۔ تو امام ابو یوسف نے پوچھا کہ حضور پھر صحیح جواب کیا ہے؟ امام اعظم نے فرمایا کہ اگر کپڑا دھونے کے بعد چوری ہوا تو مزدوری ملے گی اور بے دھوئے چوری ہو گیا تو مزدوری نہیں ملے گی، جب کام ہی نہ کیا تو مزدوری کس چیز کی ملے گی، اب اس سے آپ اندازہ کریں کہ امام اعظم کتنی گہری بصیرت رکھتے تھے اور اس سے امام اعظم کی ذہانت اور فطانت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

محترم حضرات! آپ خود اندازہ کرلیں کہ دن رات میں کتنے مسائل پیدا ہوتے ہیں، گھر میں آنا جانا، بات چیت کرنا، سونا جاگنا، کھانا پینا، اور اس قسم کے بیشمار مسائل ہیں اس میں کیا جائز ہے اور کیا ناجائز، یہ سب طے کرنے کے لئے اگر حدیث طلب کیا جائے تو پھر زندگی دشوار ہو جائے گی، کیونکہ ہزاروں نہیں ہزاروں سے زیادہ مسئلے دن بھر میں ہماری زندگی کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں، ایک دن کے اندر کتنے مسائل آتے ہیں، مگر ان تمام مسائل کے بارے میں حدیث کسی کے پاس نہیں، اس لئے کسی فقیہ کا دامن پکڑنا ہوگا۔ بغیر فقیہ کے آدمی کا کام نہیں چل سکتا، اسی لئے قرآن حکیم میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا " فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ " (۱) کیوں نہیں ایسا ہوتا کہ ہر گروہ میں سے ایک جماعت جائے کہ دین کی سمجھ حاصل کرے اور پھر واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائے، قرآن میں لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ فرمایا گیا یعنی فقیہ

(۱) پارہ ۱۱ رکوع ۳ سورۂ توبہ

بن کر لوٹیں۔ لِيَكُونُوا أَهْلَ الْحَدِيثِ نہ فرمایا گیا کہ ایک گروہ جائے اور اہل حدیث بن کر آئے بلکہ یہ فرمایا کہ فقیہ بن کر آئے، اس سے سمجھ میں آیا کہ اہل حدیث کوئی چیز نہیں، رسول پاک ﷺ کے زمانے میں اہل حدیث نہیں تھے۔ اور جب رسول پاک کے زمانے میں اہل حدیث نہیں تھے تو یہ سراپا بدعت ہوئے از اول تا آخر بدعت، رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں فقہاء تھے، رسول پاک ﷺ نے معاذ ابن جبل کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجنا چاہا حدیث شریف میں ہے "إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ كَيْفَ تَقْضِي؟ فَقَالَ أَقْضِي بِمَا فِي كِتَابِ اللّٰهِ قَالَ فَإِنْ لَّمْ تَجِدْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ قَالَ فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ قَالَ فَإِنْ لَّمْ تَجِدْ قَالَ: أَجْتَهِدُ بِرَأْيِي قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللّٰهِ لِمَا يُحِبُّ وَيَرْضَى " (۱) معاذ ابن جبل کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجنا چاہا اور فرمایا کہ اے معاذ! بتاؤ تم فیصلہ کیسے کروگے؟ انہوں نے کہا کتاب اللہ سے۔ حضور نے فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ تب کیا کروگے؟ کہا سنت رسول اللہ سے یعنی رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ سے فیصلہ کرونگا، حضور نے پھر فرمایا اگر سنت رسول میں نہ پاؤ تب کیا کروگے؟ تو اب عرض کرتے ہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں اجتہاد کر کے فیصلہ کرونگا، یہ سن کر رسول پاک نے فرمایا، تمام تعریف ہے اس اللہ کیلئے جس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس بات کی توفیق دی جو اللہ اور اسکے رسول کے نزدیک محبوب وپسندیدہ ہے، اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ صرف قرآن وحدیث ہی دلیل نہیں ہے بلکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں قیاس واجتہاد بھی ایک دلیل ہے اور اس قیاس

(۱) رواہ الترمذی وابوداؤد والدارمی بحوالہ مشکوۃ ص ۳۲۴

واجتہاد کا دروازہ رسول پاک کے زمانے ہی سے کھلا ہوا ہے، آپ دیکھیں بخاری شریف میں یہ حدیث کئی جگہ موجود ہے رسول اللہ ﷺ نے جنگ خندق سے فارغ ہو کر صحابہ کو حکم دیا کہ جاؤ، بنو قریظہ کا محاصرہ کرو، اور عصر کی نماز نہ پڑھنا جب تک کہ بنو قریظہ میں نہ پہنچ جاؤ "لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ" (۱) یعنی عصر کی نماز بنو قریظہ پہنچ کر ہی پڑھنا، صحابہ جانے لگے، راستے میں عصر کا وقت آگیا، اب بعض صحابہ نے کہا کہ ہم یہیں نماز پڑھیں گے، بعض دوسرے صحابہ نے کہا کہ رسول پاک نے منع کیا ہے پھر کیسے ہم یہاں نماز پڑھیں گے، تو اب جو لوگ پڑھنے والے تھے وہ لوگ کہنے لگے "لَمْ يُرِدْ مِنَّا ذَالِكَ فَذُكِرَ ذَالِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِنْهُمْ" (۲) حضور نے اپنے فرمان سے یہ مراد نہیں لیا ہے کہ نماز نہ پڑھیں، مطلب حضور کا یہ تھا کہ جلدی پہنچو، یہ مطلب نہیں تھا کہ نماز قضا کر دینا۔ نماز ہم پڑھیں گے، اب بعض صحابہ نے نماز پڑھی اور کچھ نے نہ پڑھی۔ اب میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ صحابہ میں آدھے ایک طرف اور آدھے دوسری طرف کیوں ہو گئے؟ ضرور وہاں پر دو مجتہد صحابی رہے ہوں گے، ایک مجتہد کی تقلید آدھے نے کی اور ایک مجتہد کی تقلید دوسرے آدھے لوگوں نے کی، اب جب میرے آقا سرور کائنات ﷺ بنو قریظہ پہنچے تو صحابہ نے اپنے اختلاف کا مسئلہ پیش کیا کہ آدھے لوگوں نے راستے ہی میں نماز پڑھ لی اور آدھے لوگوں نے یہاں آکر بنو قریظہ میں پڑھی، تو راوی فرماتے ہیں "فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِنْهُمْ" (۳) رسول پاک نے کسی کی سرزنش نہ کی، سب کو اپنی جگہ پر صحیح قرار دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجتہد کو یہ حق ہوتا ہے کہ اپنے

(۱) بخاری ج ۲ ص ۵۹۰ باب مرجع النبی ﷺ من الاحزاب (۲) ایضاً (۳) ایضاً

اجتہاد پر عمل کرے، اس لئے اس کی سرزنش نہیں کی گئی، کیوں کہ ان میں سے ہر ایک کا عمل حدیث رسول کے مطابق ہے۔ بہر حال! میں نے یہ تھوڑی سی بحث کر دی حالانکہ ان بحثوں کا وقت نہیں ہے مگر میں نے جو کچھ کہا وہ آپ کی رہنمائی کیلئے کافی ہے، آپ اتنی بات اور سمجھ لیں کہ اگر کوئی آدمی اپنے آپ کو اہل حدیث کہتا ہو تو اسکے لئے لازم ہے کہ وہ ایک حدیث کے خلاف بھی عمل نہ کرے، اگر وہ کسی حدیث کے خلاف عمل کرے تو اس کو کیا حق پہنچتا ہے کہ ایک حدیث پر عمل کرے اور دوسری حدیث کو چھوڑ دے، ہاں فقہائے کرام کو یہ حق ہے کہ وہ علت کی روشنی میں ایک حدیث کو راجح اور دوسری حدیث کو مرجوح قرار دیں، یہ حق ائمہ مجتہدین کو ہے عوام کو نہیں، اور یہ ٹٹ پونجیا مولوی جو اپنے آپ کو امام اعظم کا ہم پلہ سمجھتے ہیں، ان کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ ایک حدیث پر عمل کریں اور دوسری حدیث کو چھوڑ دیں، اگر واقعۃً اپنے کو اہل حدیث اور عامل بالحدیث سمجھتے ہیں تو دو رکعت نماز پڑھ کر کے دکھا دیں کہ کسی حدیث کے خلاف نہ ہو بلکہ سراسر حدیث کے مطابق ہو، ایسی نماز کوئی بھی غیر مقلد پڑھ کر دکھا دے تو ہم اس کو اہل حدیث اور عامل بالحدیث مان لیں گے۔ اگر یہاں تک ہاتھ اٹھائے گا تو یہاں والی حدیث کہاں گئی؟ اور اگر یہاں تک اٹھائے گا تو اس حدیث کی مخالفت ہوگی، اور پھر ہاتھ باندھنے میں بھی اختلاف ہوگا۔ اگر یہاں سینے پر ہاتھ باندھا تو ناف کے نیچے باندھنے والی حدیث کی مخالفت کیوں کی؟ اور یہاں باندھا تو ان دونوں کی مخالفت۔ کیوں کی؟ اس لئے آپ پوری نماز ٹٹول جاؤ تو حدیث کے خلاف انکا عمل ضرور ملے گا اور ہمارا عمل کسی حدیث کے خلاف نہیں ہے اس لئے کہ ہمارے فقہاء نے ناسخ اور منسوخ کے

درمیان فرق کر کے واضح کردیا کہ یہ حدیث ناسخ ہے اور یہ حدیث منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل جائز نہیں۔

محترم حضرات! اسی لئے میں کہتا ہوں کہ فقہاء کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہیں، اور وہ لوگ جو رسول پاک کی بارگاہ کے گستاخ ہیں کچھ بھی ہوجائیں مگر فقیہ نہیں ہوسکتے، کیوں کہ سب سے بڑا علم فقہ تو اللہ تعالیٰ اور رسول کی معرفت ہے "ھٰذَا ھُوَ الفِقۃُ الاَکْبَر" جس کو رسول کی صحیح معرفت نہیں وہ رسول کی تعظیم اور ان کے علم کا قائل کہاں سے ہوگا، اسی لئے یہ لوگ رسول کی تعظیم کو شرک کہتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول کو فلاں چیز کی خبر نہیں تھی، بلکہ رسول کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ انہیں اپنی عاقبت اور انجام کی بھی خبر نہیں تھی، معاذ اللہ، جو رسول کو یہ مرتبہ بھی نہیں دینا جانتا اس کو فقاہت سے واقفیت کیا ہوگی، ذرا سوچئے! جب رسول کو اپنا انجام نہیں معلوم تو ہمیں ان پر ایمان لانے کی کیا ضرورت ہے؟ جب کوئی مسلمان رسول پر ایمان لاتا ہے تو کیوں لاتا ہے؟ اسی لئے تو لاتا ہے کہ رسول پر ایمان لانے کی وجہ سے نجات ملے گی، اور جب رسول کو خود اپنی مغفرت اور انجام کی خبر نہیں تو پھر ذرا سوچو مسلمان کیونکر ایمان لائے گا؟ اس لئے مسلمانو! ان کے چکر میں نہ پڑو، یہ لوگ انگریزوں کے دلال ہیں، انگریزوں کے اشارے ہی پر انہوں نے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے لڑایا اور آج تک مسلمانوں کو لڑانے اور ان کو گمراہ کرنے کا کام کر رہے ہیں، اس لئے ایسے تمام گروہوں سے دور رہنا آپ کے لئے نہایت ضروری ہے، اور علماء کے لئے اور زیادہ ضروری ہے، ان سے میل جول اور تعلق رکھنے کی وجہ ہی سے وہابیت پھیلتی جا رہی ہے۔ میں نے بمبئی میں اور بہت سارے مقامات پر دیکھا

کہ مولویوں نے ان کے ساتھ مصافحہ کرنا، ان کے ساتھ بیٹھنا، ان کے جلسے میں شریک ہونا شروع کردیا تو وہابیت پھیلنے لگی، پاکستان گئے تو وہاں کے مولانا لوگوں کو دیکھا کہ ایک طرف فتویٰ دے رہے ہیں کہ وہابی کافر ہیں اور دوسری طرف ان کے ساتھ دوستانہ بھی جاری ہے، اپنے یہاں شادی ہوئی تو بلائیں گے اور ان کے یہاں ہو تو خود جائیں گے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عوام بھی یہی سمجھتے ہیں کہ سنی دیوبندی میں کچھ خاص فرق نہیں ہے، اس وجہ سے میں کہتا ہوں کہ دوستانہ اور تعلق اللہ ورسول ہی کے لئے ہونا چاہئے اور جو اللہ ورسول کے دشمن ہیں ان سے دوستی نہیں بلکہ دشمنی ہونی چاہئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اور آپ کو اور تمام مسلمانوں کو حق پر قائم رکھے اور بدمذہبوں کے فریب سے بچائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

مسئلۂ

حاضر و ناظر

قرآن و احادیث کی روشنی میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، حَمْدَ الشّٰاکِرِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَحَبِیْبِهٖ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ، اَلَّذِیْ کَانَ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ، فَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی وَسَلَّمَ وَبَارَکَ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ، وَعَلَیْنَا مَعَهُمْ وَبِهِمْ وَفِیْهِمْ وَمَعَهُمْ بِاَرْحَمِ الرّٰحِمِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا (۱)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ، وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ، عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَاَکْمَلُ التَّسْلِیْمِ

سب سے پہلے نہایت احترام وعقیدت کے ساتھ سید کائنات، فخر رسل، رحمت کل، شفیع المذنبین، سید المرسلین، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں نذرانہ درود وسلام پیش کریں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ......

رفیقان گرامی! ایک طویل عرصہ سے میں روزانہ تقریری پروگرام میں مصروف ہوں اور اس درمیان بہت کم ایسی راتیں ملیں جس میں میں آرام کر پاتا بلکہ انگلی پر گن سکتے ہیں، کچھ راتیں ایسی بھی ملیں کہ میں تقریر میں مصروف تو نہ تھا مگر دوسری مصروفیات نے مجھے گھیرے رکھا۔ ہاں! کچھ راتیں مجھے ٹرین میں مل گئیں کہ ان میں کچھ آرام وسکون نصیب ہوا، بہرحال! ہم آرام کے لئے پیدا ہی نہیں ہوئے، اللہ تعالیٰ آخری سانس تک دین کے کام میں مصروف رکھے، یہی میری تمنا ہے۔ تھوڑی دیر تک آپ حضرات کی توجہ کا طالب ہوں اور تھوڑا وقت بھی چاہتا ہوں، اگر آپ حضرات دل ودماغ کی

(۱) پارہ ۲۶ رکوع ۹ سورہ فتح

توجہ کے ساتھ اپنا وقت دینے کو تیار ہوں تو کچھ عشق و محبت کی باتیں کتاب
وسنت کی روشنی میں ہو جائیں اور اس سے پہلے پھر ایک بار بارگاہ رسالت کی
طرف متوجہ ہو کر ہدیۂ صلوٰۃ وسلام بارگاہ خیر الانام میں پیش کر لیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ....

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں انسانوں کو بڑی بزرگی و شرافت عطا
فرمائی جیسا کہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا" وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ
اٰدَمَ"(۱) ہم نے بنی آدم کے سر پر شرافت کا تاج رکھا، جو لوگ قرآن پر
ایمان نہیں رکھتے اور اسلام کے عقائد کو تسلیم نہیں کرتے وہ بھی قرآن کی کچھ
باتوں کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں مثال کے طور پر قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا
"کہ ہم نے مخلوقات میں انسانوں کو بزرگی دی ہے" کوئی کافر اپنے آپ
کو جانور کے برابر، پتھر کے برابر، درخت کے برابر تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہے،
سب کے سب اپنے آپ کو دیگر مخلوقات کے مقابلے میں بزرگ و برتر مانتے
ہیں، اسی طرح اور بھی قرآن میں بہت ساری نظیریں ملیں گی کہ جن کے
انکار کی جرأت کسی کافر کو بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو شرافت اور بزرگی
ضرور دی ہے مگر بعض قوتیں ایسی ہیں کہ انسانوں میں کم اور دوسری مخلوقات
میں زیادہ موجود ہوتی ہیں، مثال کے طور پر آپ کے بدن میں بڑی قوت
ہے مگر کیا ہاتھی اور گینڈے جیسی طاقت آپ میں ہے؟ اسکا معنی یہ ہے کہ
جسمانی قوت کے اعتبار سے وہ آپ پر غلبہ رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ جب ان
جانوروں سے مقابلے کا وقت آجاتا ہے تو آپ کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے
ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمارے اندر بھی کچھ ایسی قوتیں رکھی ہیں جن

(۱) پارہ ۱۵، رکوع ۷، سورۂ بنی اسرائیل

ہیں ہم دوسری تمام مخلوقات سے برتر و بالا ہیں، مثلاً ہمارے پاس قوت نافہ۔
ہے جبکہ دوسرے جاندار اس سے محروم ہیں۔ مگر دیکھنے کی قوت آپ میں بھی
ہے اور دوسری جاندار چیزوں میں بھی، اسی طرح سننے کی قوت بھی مگر یہ جان
لیجئے کہ ایک میل کی بلندی پر پہنچنے کے بعد بھی اگر کبوتر ایک سرسوں کا دانہ
زمین پر دیکھ سکتا ہے تو اس کی نگاہ ہم سے قوی تو مانی جائے گی مگر یہ نہ
کہا جائے گا کہ وہ تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ دیکھنے کی طاقت رکھتا
ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو جتنی بھی قوتیں دی ہیں وہ ساری
قوتیں انبیاء کرام کے صدقے میں دی ہیں، اس لئے انبیاء کرام عقل کی قوت
میں بھی سب سے برتر و بالا ہیں اور جسمانی قوت میں بھی سب سے بڑھ کر
ہیں۔ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کتنی قوت رکھتے تھے۔ ایک
قبطی نے حضرت موسیٰ کی قوم بنی اسرائیل کے ایک شخص کا گلا دبانا شروع کیا
اور اس کو مجبور کیا کہ لکڑی کا یہ بوجھ سر پر اٹھائے اور فرعون کے مطبخ تک لے
چلے، اسی وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام اچانک وہاں پہنچ گئے اور اسرائیلی
نے حضرت موسیٰ کو مدد کیلئے پکارا تو موسیٰ علیہ السلام نے پہلے اس قبطی کو
سمجھایا مگر جب وہ نہ مانا اور گالی دینے لگا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
صرف ایک طمانچہ مارا تا کہ وہ اپنی گرفت ڈھیلی کر دے، مگر وہ مر گیا، قرآن
نے فرمایا" فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ" (۱) موسیٰ علیہ السلام نے ایک
تھپڑ مارا تو وہ مر گیا۔ اِس پار سے اُس پار چلا گیا حالانکہ یہ بوکسنگ
(Boxing) کا ہاتھ نہ تھا، آپ نے اتنی قوت استعمال نہ کی تھی کہ جس سے
اسکی موت ہو جائے، مگر جو کچھ ہوا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے ایک

(۱) پارہ ۲۰، رکوع ۵، سورۂ قصص

بلکے تھپیڑ میں بھی اتنی قوت تھی کہ جسکو عام آدمی برداشت نہیں کرسکتا، پھر فرعون کے سپاہیوں کے خوف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین بھاگ گئے جہاں حضرت شعیب علیہ السلام رہتے تھے، وہاں حضرت شعیب علیہ السلام کی بچیوں سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے قرآن میں پڑھا ہوگا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی بچیاں جانوروں کو چرانے کے لئے گاؤں کے باہر جنگل میں لے جایا کرتی تھیں۔ وہاں پر ایک کنواں تھا جس سے لوگ پانی نکال کر اپنے جانوروں کو پلاتے تھے مگر کنویں پر چرواہوں کی اتنی بھیڑ ہوجاتی کہ ان پردہ نشین بچیوں کو اپنے جانوروں کو پانی پلانے کا موقع نہ ملتا۔ اس لئے علاحدہ ہٹکر وہ انتظار کرتیں اور جب سارے مرد اپنے جانوروں کو پلا کر چلے جاتے، اس وقت یہ اپنے جانوروں کو بچا کھچا پانی پلاتیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے سارا قصہ سن کر فرمایا کہ کوئی اور کنواں نہیں ہے؟ انہوں نے کہا ایک کنواں اور ہے مگر اس پر اتنا وزنی پتھر ہے کہ کئی آدمی ملکر بھی اس کو ہٹا نہیں پاتے، وہ پتھر کنویں کے منہ پر ہے، حضرت موسیٰ نے فرمایا چلو دیکھاؤ، انہوں نے دکھایا۔ حضرت موسیٰ نے پتھر کے نیچے اپنا پنجہ گھسا کر اکیلے اس پتھر کو اٹھا کر دور پھینک دیا اور لڑکیوں نے اطمینان سے اپنے جانوروں کو پانی پلایا اور خلاف معمول شام کو بہت جلد واپس آگئیں۔ پھر حضرت موسیٰ نے پتھر اٹھایا اور کنویں کے منہ پر ویسے ہی رکھدیا جیسے پہلے تھا، اس سے آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام جنہوں نے ابھی اپنے منصب نبوت کا اعلان بھی نہ کیا تھا اس زمانے میں ان کی قوت کا عالم یہ تھا، تو جس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو منصب نبوت پر متمکن فرما کر اس کے اعلان کا حکم دے دیا اس زمانے میں ان کی کیا قوت رہی ہوگی اس کا اندازہ

لگانا بہت مشکل ہے، میں بتانا یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی قوتیں لوگوں میں تقسیم کیں ان ساری قوتوں کو انبیاء کرام کے توسط سے اور ان کے صدقہ اور طفیل تقسیم کیں، اس لئے مخلوقات کو جو قوتیں ملیں ہیں انبیاء کرام کی قوتوں کے سامنے وہ ہیچ ہیں، اب اسکی ایک اور مثال آپ قرآن حکیم سے سنیں، حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام اپنا لشکر لیکر کہیں جارہے تھے راستے میں وادی نمل پڑرہی تھی جس میں چیونٹیوں کا بہت زیادہ بسیرا تھا، حدیث شریف میں آیا ہے کہ ابھی حضرت سلیمان علیہ السلام وادیٔ نمل سے تین فرسخ کی دوری پر تھے اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے اس لحاظ سے وہ کم سے کم نو میل کے فاصلے پر تھے اور چیونٹیوں کی ملکہ کو خبر ہوگئی کہ حضرت سلیمان کا لشکر آرہا ہے قرآن میں ہے "وَقَالَتْ نَمْلَةٌ يَاأَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ" (۱) ایک چیونٹی بولی اے چیونٹیو! سب کی سب اپنے اپنے سوراخوں میں چلی جاؤ، کہیں سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں تمہیں کچل نہ ڈالے۔ یعنی سلیمان علیہ السلام اپنا لشکر گراں لے کر آرہے ہیں، ان کے لشکر میں انسان، جنات، بہائم، طیور، سبھی ہیں کہیں ان کے قدموں سے تم سب کی سب بے خبری میں کچل نہ جاؤ، اس لئے خود ہی حفاظت کا انتظام کرلو، اور بلوں میں گھس جاؤ، سوراخوں میں چھپ جاؤ، اس سے پتہ چلا کہ آدمی نو میل کی دوری سے کسی آدمی کو دیکھ کر پہچان نہیں سکتا، مگر ایک چیونٹی، سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر کو دیکھ بھی رہی ہے، پہچان بھی رہی ہے۔ نعرۂ تکبیر اللہ اکبر۔ اور چیونٹیوں کے ملکہ کا یہ اعلان لاؤڈ اسپیکر سے نہیں ہوا تھا، بلکہ چیونٹی کی زبان میں ہوا تھا، جسے

---

(۱) پارہ ۱۹ رکوع ۱۷ سورۂ نمل

وادی کی تمام چیونٹیوں نے سنا، حالانکہ آج تک ہم لوگ کسی چیونٹی کی آواز نہ سن پائے، نہ سمجھ پائے، سائنس نے بہت ترقی کرلی ہے، مگر آج تک کوئی سائنسداں ایسا نہ ملا جس نے چیونٹی کی آواز کو سن لیا ہو، اور اسکی گفتگو کو سمجھ لیا ہو، مگر چیونٹی کا اعلان ساری چیونٹیاں سن رہی ہیں اور سمجھ بھی رہی ہیں، اس سے ان کی قوت سماعت اور قوت فہم کا اندازہ کرو، مگر اس سے بڑھ کر اور اس سے زیادہ حیرت انگیز وہ بات ہے جسے قرآن یوں بیان فرماتا ہے" فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا" (۱)

اس چیونٹی کی بات سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام مسکرانے لگے۔ بولئے صاحب! جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ عالم ہے تو میرے آقا جو تمام نبیوں کے نبی ہیں، تمام رسولوں کے رسول ہیں، ان کا کیا عالم ہوگا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نہ صرف نُو میل سے چیونٹیوں کو دیکھ رہے ہیں، بلکہ چیونٹیوں کا اعلان سن بھی رہے ہیں اور سمجھ بھی رہے ہیں اسی لئے تو مسکرا رہے ہیں، اور پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکرگزاری کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں:

"رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰى وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ" (۲)

اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں شکر کروں تیرے احسان کا جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کئے اور یہ کہ میں وہ بھلا کروں جو تجھے پسند آئے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے ان بندوں میں شامل کر جو تیرے

(۱) پارہ ۱۹ ارکوع ۱۷ سورۂ نمل (۲) پارہ ۱۹ ارکوع ۱۷ سورۂ نمل

قرب خاص کے سزاوار ہیں۔

سبحان اللہ! اللہ نے ان کو جو دیا اس کا بھی شکریہ ادا کر رہے ہیں اور جو والدین کو دیا اس کا بھی شکریہ ادا کر رہے ہیں کیونکہ والدین کی نعمت اولاد کو ضرور ملتی ہے۔ کم سے کم والدین کی عزت سے اولاد کو عزت ملتی ہے اور ان کے علم کا کچھ حصہ ضرور ملتا ہے اسی لئے تو فرماتے ہیں کہ اے اللہ! مجھے توفیق عطا فرما کہ میں ہمیشہ ایسے نیک اعمال کروں کہ جن سے تو راضی رہے اور اپنی رحمت سے اپنے خاص محبوب بندوں میں مجھے شامل کرے، اللہ کے خاص بندوں میں تو شامل تھے ہی پھر بھی دعا کر رہے ہیں۔ دراصل امت کو دعا کی تعلیم دے رہے ہیں۔ اب اس سے میں صرف اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ چیونٹیوں کی قوت اپنی جگہ پر مگر سلیمان علیہ السلام کے سننے کی قوت بولیوں کے سمجھنے کی قوت، اور ان کے دیکھنے کی قوت کتنی بلند و بالا ہے کیا آپ کو بھی یہ قوتیں عطا ہوئی ہیں؟ نہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ کوئی آدمی نبی سے برابری کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ان کی بھی دو آنکھیں ہیں، ہماری بھی دو آنکھیں ہیں ارے نادان! ان کی دو آنکھیں ضرور ہیں مگر ان کی آنکھوں میں جو قوت ہے وہ تمہاری آنکھوں میں نہیں۔ ان کی آنکھیں تو ہر زیر و زبر کو دیکھتی ہیں، مگر تمہاری آنکھیں ایسی کہاں؟ کبھی کبھی تو سامنے کی چیز بھی نظر نہیں آتی۔ اب دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو جو کمالات عطا فرمائے ان میں کیسے کیسے کمالات ہیں، سبحان اللہ! دیکھنے کی قوت کا ذکر چلا تو ان انبیاء کرام کی قوت کا ایک جلوہ آپ نے دیکھا اب اولیاء کرام کی شان دیکھئے! جب انبیاء کرام کا فیضان اولیاء کرام کو ملتا ہے تب وہ ولی ہوتے ہیں کیونکہ ولیوں کے سردار، فرد الافراد، قطب الاقطاب، غوث الاغواث، پیرانِ پیر دستگیر شیخ عبدالقادر

جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں " اَلْوِلَایَۃُ ظِلُّ النُّبُوَّۃِ ، وَالنُّبُوَّۃُ ظِلُّ الْاُلُوْھِیَّۃِ "۔

ولایت، نبوت کا پرتو ہے، ان کی شعاعوں کا عکس ہے، اور نبوت الوہیت کا پرتو ہے، یعنی نبی، اللہ کا مظہر ہوتا ہے اور ولی، نبی کا مظہر ہوتا ہے اس لئے ولی جو کرامت صادر کرتا ہے وہ ولی کی کرامت کہلاتی ہے اس لئے کہ ولی کے ہاتھ سے ظاہر ہوئی مگر حقیقت میں ولی کی کرامت ولی کی نہیں ہے وہ اس کے نبی کا معجزہ ہے، اسی لئے تو کہا گیا ہے " کَرَامَۃُ الْوَلِیِّ مُعْجِزَۃٌ لِنَبِیِّہٖ" ولی کی کرامت اس ولی کے نبی کا معجزہ ہے، نبی اپنے بعد اگر اپنا معجزہ ظاہر کرتے ہیں تو اپنے ولی کے ہاتھ سے ظاہر کرتے ہیں تو اب ذرا سوچو! وہ ولی جو انبیاء کرام علیہم السلام کے پرتو ہیں، انکے کمالات کا ہم اور آپ اندازہ نہیں لگا سکتے، ان کا دیکھنا، سننا، عام لوگوں سے مختلف ہوتا ہے۔ سرکار غوث پاک کے دیکھنے، سننے، کی کتنی روایتیں آپ نے پڑھی، سنی، ہونگی آج بھی آپ نے سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی اور ان کے نقلی نوادرات اور ان کی عبقری شخصیت کے تعلق سے بہت کچھ سماعت کر لیا مگر سنئے! یہ تو امام اعظم پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا کرم ہے کہ آپ شعبان کے مہینے میں پیدا ہوئے اور علم کی بہاریں لے کر آئے، اس لئے ہر مدرسے میں دستار بندی اور تقسیم اسناد کا سلسلہ شعبان ہی میں جاری کر دیا گیا کیوں کہ امام اعظم کا فیضان علماء، حفاظ، قراء، فضلاء، مفتیان کرام، سب پر ہے۔ اب سنئے! امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ان کے سوانح نگار تو الگ لکھتے ہیں مگر حضرت امام عبدالوہاب شعرانی جو شافعی مسلک کے امام ہیں وہ لکھتے ہیں کہ میرے شیخ حضرت علی خواص فرمایا کرتے تھے کہ ابوحنیفہ اور ان کے

شاگرد رشید امام ابو یوسف سولہ کشف کے امام ہیں۔ پھر وہ فرماتے ہیں کہ یہی وجہ تھی کہ امام اعظم علیہ الرحمہ لوگوں کے اعضائے وضو سے ٹپکنے والے پانی کو دیکھ کر بتا دیتے کہ اس میں کس قسم کا گناہ شامل ہے، چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا کہ وضو کر رہا ہے، آپ نے اس کو بلا کر فرمایا، تو اپنے والدین کی نافرمانی کرتا ہے؟ اس نے کہا حضور کو کیسے معلوم ہوا؟ فرمایا جب تم وضو کر رہے تھے تو اعضائے وضو سے جو وضو کا پانی گر رہا تھا اس میں والدین کی نافرمانی کا گناہ گر رہا تھا۔ سبحان اللہ! ہم روزانہ آپ لوگوں کے وضو کا پانی گرتے ہوئے دیکھتے ہیں مگر آج تک نہ دیکھ سکے کہ کون سا گناہ گر رہا ہے مگر امام اعظم ابو حنیفہ وضو کے پانی میں ہر گناہ دیکھ لیتے ہیں، اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کی کتنی نرالی شان تھی، بیشک رسول پاک نے فرمایا ہے "اِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ اَوِالْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْھَہٗ خَرَجَ مِنْ وَجْھِہٖ کُلُّ خَطِیْئَۃٍ نَظَرَ اِلَیْھَا بِعَیْنَیْہِ مَعَ الْمَاءِ اَوْمَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَاِذَا غَسَلَ یَدَیْہِ خَرَجَ مِنْ یَدَیْہِ کُلُّ خَطِیْئَۃٍ کَانَ بَطَشَتْھَا یَدَاہُ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَاِذَا غَسَلَ رِجْلَیْہِ خَرَجَ کُلُّ خَطِیْئَۃٍ مَشَتْھَا رِجْلَاہُ مَعَ الْمَاءِ اَوْمَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتّٰی یَخْرُجَ نَقِیًّا مِّنَ الذُّنُوْبِ رواہ مسلم" (۱) جب بندہ مسلم یا مؤمن وضو کرتا ہے اور اپنا چہرہ دھلتا ہے تو اس کے چہرے سے وہ تمام گناہ جو آنکھوں سے اس نے کئے ہیں پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ گرتا جاتا ہے، اور جب اپنے دونوں ہاتھ دھلتا ہے تو اسکے ہاتھ سے وہ تمام گناہ جو اس نے ہاتھ سے کئے ہیں پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ گرنے لگتا ہے اور جب اپنا

(۱) بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ ص ۳۸

پاؤں دھلتا ہے تو اس کے پاؤں سے وہ سارے گناہ جھڑنے لگتا ہے جو اس
نے پاؤں سے کیا ہے پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ حتی
کہ وہ گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے۔ امام اعظم نے ایک شخص کو وضو کرتے
دیکھا، اپنے قریب بلا کے فرمایا، چوری سے توبہ کر تو چوری کرتا ہے ذرا سوچئے!
امام اعظم کو یہ سب کیسے معلوم ہوا؟ یہ سب کیسے دیکھ رہے ہیں؟ یہ سب انبیاء
کرام کا فیضان ہے ۔میرے آقا سرور کائنات کا فیضان کرم ہے۔ جو اس
طرح دیکھتے ہیں وہ ناپاکی اور گناہ کے مسائل بھی حل کرتے ہیں اور گناہ کو
جھڑتے ہوئے دیکھتے بھی ہیں۔ آپ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہنے
لگا کہ حضور! میں اپنا مال کہیں رکھ کر بھول گیا ہوں، مجھے یاد نہیں آتا کہ میں نے
اپنا مال کہاں رکھا ہے، بڑا قیمتی مال ہے، تلاش کرتے کرتے تھک گیا مل نہیں
رہا ہے، کوئی عمل مجھے بتادیجئے جس سے گمشدہ مال مل جائے فرمایا سنو!
میں تو فقیہ کہلاتا ہوں دین کا مسئلہ پوچھتے تو کوئی بات بھی تھی، مگر، خیر، چلو تم
بھی مسئلہ پوچھنے آگئے تو میں تم کو ایک ترکیب بتاتا ہوں، جاؤ عشاء کی
نماز کے بعد تازہ وضو کرکے یہ نیت کرلو کہ آج رات بھر نماز پڑھوں گا، رات
بھر نماز پڑھنے کی نیت کرلو۔ پھر صبح مجھ سے ملنا، اس نے تازہ وضو کرکے
رات بھر نماز پڑھنے کا ارادہ کرلیا، جب نماز پڑھنا شروع کیا اور ابھی دو، چار
رکعت ہی پڑھ پایا تھا کہ اتنے میں جھٹ سے یاد آ گیا۔ سوچنے لگا ارے! مال
تو میں نے فلاں جگہ دبایا تھا، جلدی جلدی رکوع، سجدہ کیا اور رکعت پوری کی۔
علیک سلیک کرکے فوراً بھاگا اور جہاں مال دفن کیا تھا، وہاں پہنچ کر مال کو کھود کر
نکال لیا۔ صبح امام اعظم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا حضور! آپ نے بڑا
اچھا عمل بتایا، فوراً میرا گمشدہ مال مل گیا، امام اعظم نے فرمایا کہ مال مل گیا؟ تو

اس نے کہا کہ ہاں! تو آپ نے پوچھا کہ آخر کیسے کیا ہوا؟ اس نے کہا ابھی
دو چار رکعت ہی پڑھنے پایا تھا کہ اچانک یاد آگیا کہ میں نے فلاں جگہ مال
دفن کیا ہے۔ امام اعظم نے پوچھا پھر اس کے بعد تم نے کیا کیا؟ اس نے
کہا حضرت! جس کام کے لئے عمل کررہا تھا جب وہ کام ہوگیا تو اب عمل کیا
کرتا، وہیں چھوڑ دیا اور مال نکالنے چلا گیا، فرمایا تو نالائق ہے، میں پہلے ہی
سے جانتا تھا کہ جب تو رات بھر کی نماز کا پکا ارادہ کریگا تو شیطان تجھے
چھوڑے گا نہیں، جلدی سے تجھے تیرا مال بتادیگا تاکہ تو پوری رات نماز نہ
پڑھ سکے، کیونکہ رسول پاک نے فرمایا ہے کہ شیطان نماز میں آجاتا ہے
"حَتّٰی یَخْطُرَ بَیْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ یَقُوْلُ اُذْکُرْ کَذَا اُذْکُرْ کَذَا" (۱) یہاں تک
کہ اس کی نماز میں خلل ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں بات یاد کر۔ فلاں بات
یاد کر اور اس کو وہ باتیں یاد دلاتا ہے جو اسے کبھی یاد نہیں آتی تھیں، آپ ذرا
سوچیں کہ یہ امام اعظم کی نگاہ بصیرت ہی تو تھی، ایسے ایک دو واقعات نہیں
سیکڑوں واقعات ہیں جن کو بیان کرنے کے لئے وقت درکار ہے۔

حضرت امام سفیان ثوری فرمایا کرتے تھے اے ابوحنیفہ! اہل بھر
میں جو چیزیں تمہاری نگاہ میں آجاتی ہیں ہم لوگ دو، دو سال میں نہیں سمجھ
پاتے۔ اسی لئے امام شافعی نے فرمایا "اَلنَّاسُ فِی الْفِقْهِ عَیَالُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ"
(۲) فقہ میں تمام علماء ابوحنیفہ کی اولاد ہیں۔ خیر میں حاضر و ناظر کے مسئلہ پر
گفتگو کرنا چاہتا تھا مگر ضمناً یہ سب باتیں نکل آئیں۔ قرآن میں اللہ تعالی نے
فرمایا "یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا (۳) اے غیب کی
خبر دینے والے نبی، ہم نے آپ کو شاہد اور مبشر و نذیر بنا کر بھیجا۔ شاہد کا معنی

---

(۱) مسلم شریف ج ۱ ص ۲۱۱ (۲) تبییض الصحیفہ ص ۱۸ (۳) پارہ ۲۶ رکوع ۹ سورہ فتح

حاضر، اس معنی میں شاہد کا لفظ قرآن میں جگہ جگہ استعمال ہوا ہے، اور حدیث میں بھی۔ کیا آپ نماز جنازہ نہیں پڑھتے؟ اس میں بھی یہ لفظ آیا ہے " اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا الخ " اے اللہ ہمارے زندوں کی مغفرت فرما، اور ہمارے مردوں کی مغفرت فرما، اور ہم میں جو حاضر ہیں ان کی مغفرت فرما، اور ہم میں جو غائب ہیں ان کی مغفرت فرما۔ شاہد غائب کی ضد ہے لہذا غائب کا متقابل ہوا حاضر۔ اور یہی مراد ہے اس آیت میں " یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا " اے غیب کی خبر دینے والے نبی، ہم نے آپ کو حاضر بنایا۔ کس چیز کیلئے حاضر۔ ارے! جس کے لئے نبی اس کے لئے حاضر۔ وہ مشرق سے مغرب تک کے نبی، شمال سے جنوب تک کے نبی تو مشرق سے مغرب تک حاضر۔ شمال سے جنوب تک حاضر، بلکہ ہر جگہ کے لئے نبی تو ہر جگہ کے لئے حاضر۔ اسی لئے امام قاضی عیاض اپنی کتاب شفاء شریف میں فرماتے ہیں " اِنْ لَّمْ یَکُنْ فِی الْبَیْتِ اَحَدٌ فَقُلِ السَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ " (۱) مستحب یہ ہے کہ جب تم گھر میں جاؤ اور اس میں کوئی نہ ہو تو تم کہو اے نبی! آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اسکی برکتیں نازل ہوں، جب گھر میں کوئی نہ ہو تو اس وقت نبی کو سلام کرنے کا حکم کیوں ہے؟ اس کی حکمت شرح شفاء میں یوں مذکور ہے " اِنَّ رُوْحَ النَّبِیِّ ﷺ حَاضِرَةٌ فِیْ بُیُوْتِ اَهْلِ الْاِسْلَامِ " (۲) نبی کریم ﷺ کی روح تمام مسلمانوں کے گھروں میں جلوہ فرما ہے اور ایسا نہیں کہ صرف روح جسم سے علاحدہ ہو کر موجود رہتی ہے بلکہ جسم کے ساتھ روح موجود ہوتی ہے کیوں کہ متعدد صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ جب کوئی مسلمان حضور پر سلام

(۱) شفا قاضی عیاض ص ۱۱ (۲) ایضا

بھیجتا ہے تو حضور کی روح انکے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے، اور حضور خود سلام کا جواب دیتے ہیں، اور کوئی لمحہ ایسا نہیں جب حضور پر درود نہ بھیجا جاتا ہو، دنیا میں کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی نماز کی ادائگی ہر وقت ہی ہوتی رہتی ہے اور تشہد میں درود بھیجا جاتا ہے اور روضۂ اقدس پر تو ہر وقت درود و سلام پڑھنے والوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے اس لئے ماننا پڑے گا کہ حضور کی روح ہر وقت انکے جسم کے ساتھ ہوتی ہے اور حضور ہر وقت ہر جگہ حاضر ہیں اور سب کچھ دیکھ رہے ہیں، جب ہی تو نماز پڑھنے والا، چاہے مسجد نبوی میں پڑھے کہ کعبہ میں پڑھے، چین میں پڑھے کہ جاپان میں پڑھے، امریکہ میں پڑھے یا کہیں اور پڑھے، مگر آپ بتاؤ کہ جہاں بھی پڑھے گا " اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ " ہی کہے گا۔ آپ پر سلام ہو اے پیارے نبی۔ "علیک" یعنی آپ پر کا لفظ کس لئے بولا جاتا ہے حاضر ہی کو تو بولا جاتا ہے۔ ان پر سلام یہ غائب کو کہا جاتا ہے اور آپ پر سلام یہ حاضر کو کہا جاتا ہے تو آپ بتایئے کہ نمازوں میں انکو مخاطب کرکے جو سلام کر رہے ہو۔ حاضر سمجھتے کہ غائب؟ اگر غائب سمجھتے ہو تو تم نے نماز میں جھوٹا سلام کیوں بھیجا؟ نماز میں جھوٹ کیوں بولے؟ اللہ کی عبادت اور اس میں جھوٹ وافتراء؟ جب رسول غائب ہیں تو "علیک" کیوں کہا؟ "علیہ" کہا ہوتا، اب یہاں سے بات کھل کر سامنے آگئی کہ ہر مسلمان اپنی نماز میں نبی پر سلام بھیج کر اس بات کا اعتقاد ظاہر کرتا ہے کہ ہم نبی کو کم از کم نماز کے وقت اپنے سامنے حاضر سمجھتے ہیں اور دنیا میں قریب ہر جگہ مسلمان ہیں اور ہر وقت کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی وقت کی نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں تو کم از کم ایک نماز کے وقت میں لاکھوں کروڑوں مسلمانوں نے حضور کو اپنے آگے حاضر جانا۔

اب سنئے! میرے آقا سرور کائنات حاضر بھی ہیں اور آنکھ والے ہیں تو ناظر بھی ہیں، جب ہر جگہ حاضر تو ہر جگہ ناظر، ایک اندھا کہیں حاضر ہے مگر ناظر نہیں ہے میرے نبی تو سمیع و بصیر ہیں اس لئے جہاں جہاں حاضر وہاں وہاں ناظر، اس لئے قرآن کے فرمان کا مطلب یہ ہوا کہ ہم نے آپ کو حاضر و ناظر بنایا اس لئے میرے آقا فرماتے ہیں" اِنِّی اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ" اے لوگو! جو چیزیں تم نہیں دیکھتے ہو میں ان سب کو دیکھتا ہوں اس لئے میرے آقا سرور کائنات ملائکہ کو دیکھتے تھے، اور ہم کبھی ملائکہ کو نہیں دیکھ سکے، اتنے بڑے مجمع میں ایک آدمی بھی نہیں ملے گا جس نے کسی فرشتے کی زیارت کی ہو۔ جو زیارت کرے گا ملک عدم چلا جائے گا، اور جو زندہ ہیں زیارت سے محروم ہیں، اب آپ بتاؤ! کہ میرے آقا فرشتوں سے بات بھی کرتے اور فرشتوں کی زیارت بھی فرماتے۔ ان سے ملاقاتیں بھی کرتے آیئے فرشتوں سے ملاقات کی ایک عجیب حدیث سناؤں کہ ایمان تازہ ہو جائے، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول پاک سرور عالم ﷺ میرے بستر پر میرے ساتھ آرام فرما تھے، اچانک آدھی رات کو اٹھے اور حجرے سے باہر نکل گئے، اس وقت میں جاگ رہی تھی صرف آنکھ بند کیئے ہوئے تھی، میں نے دیکھ لیا کہ رسول پاک اٹھے اور حجرے سے باہر چلے گئے، میں نے سوچا، شاید کسی دوسری زوجہ محترمہ کے پاس چلے گئے ہوں گے، میری باری میں دوسری زوجہ کے پاس کیوں گئے؟ اب میرے دل میں رشک کی آگ لگی، حضرت عائشہ فرماتی ہیں، میں بھی چپکے سے بستر سے اٹھی اور حجرے کے دروازے سے باہر نکلی، حضور اکرم ﷺ مسجد میں آئے، مسجد کے دروازے سے باہر نکلے، راستے پر گئے، میں بھی پیچھے

پیچھے چلی جا رہی ہوں۔ یہاں تک کہ رسول پاک جنت البقیع کے قبرستان میں داخل ہو گئے۔ کہتی ہیں میں باہر فاصلے سے کھڑی انتظار کرتی رہی۔ کچھ دیر کے بعد آقا نکلے۔ چاندنی پھیلی تھی، میں تیزی کے ساتھ ہانپتی ہوئی آئی۔ اور آکر بستر پر لیٹی ہو گئی، آقائے کائنات تشریف لائے، بستر پر بیٹھے اور فرماتے ہیں عائشہ! میرے آگے کون سا سایہ دوڑ رہا تھا؟ میں نے کوئی جواب نہ دیا تو فرماتے ہیں عائشہ! تمہاری سانس کیوں پھول رہی ہے؟ تو کہتی ہیں یا رسول اللہ! آپ میرے ساتھ لیٹے ہوئے تھے، چپکے سے اٹھے اور نکل گئے، میرے دل میں خیال آیا کہ شاید آپ کسی دوسری بیوی کے پاس جا رہے ہیں، اس وجہ سے میں نے آپ کا تعاقب شروع کیا کہ کون وہ خوش قسمت زوجہ ہیں کہ میری باری چھوڑ کر آپ ان کے پاس جا رہے ہیں، مگر میں نے دیکھا کہ آپ جنت البقیع میں چلے گئے پھر جب میں واپس آنے لگی تو تیز قدموں سے چلتی ہوئی آئی اور بستر پر دراز ہو گئی، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میرے آقا سرور کائنات نے ایک گھونسا میرے سینے پر مارا اور فرمایا اے عائشہ! تو نے یہ کیسے سوچ لیا کہ اللہ و رسول تجھ پر ظلم کریں گے، ایسا ہرگز نہ ہوگا کہ اللہ و رسول کوئی ظلم کریں سنو! معاملہ یہ تھا کہ میں یہاں تمہارے ساتھ بستر پر لیٹا تھا کہ اچانک جبریل نے دروازے سے آواز دی۔ "فَنَادَانِیْ فَاَسْمَعَنِیْ صَوْتَهٗ وَاَخْفٰی صَوْتَهٗ مِنْكِ" انہوں نے اپنی آواز مجھے تو سنا دی مگر تم سے چھپائی۔ فَاَجَبْتُهٗ وَاَسْمَعْتُهٗ وَاَخْفَيْتُ صَوْتِیْ مِنْكِ" میں نے انہیں جواب دیا کہ ابھی آتا ہوں، میں نے بھی ان کو اپنا جواب سنا دیا مگر تم سے چھپا لیا۔ ایک بستر پر دونوں ہیں میرے آقا جبریل کی آواز سن رہے ہیں، عائشہ نہیں سن سکتیں۔ جبرئیل دروازے پر کھڑے ہیں، وہ رسول پاک

کا جواب سن رہے ہیں اور عائشہ بستر پر بالکل میرے آقا کے بغل میں لیٹی ہیں اور وہ نہیں سن سکیں، دور تک میرے آقا آواز پہنچا رہے ہیں اور قریب والے سے چھپا رہے ہیں، یہ کام کیا کوئی معمولی بشر کرسکتا ہے؟ ہے کسی کے اندر دم خم؟ یہ اختیار اللہ نے اپنے انبیاء کرام کو دیا، اور انبیاء کے توسط سے جس کو چاہا عطا کیا، اب آیئے میرے آقا سرور کائنات کی حدیث بخاری میں پڑھیں ارشاد فرماتے ہیں:

میرے آقا ﷺ کی یہ آخری حدیث سمجھئے یا آخری نہیں تو بالکل آخری کے قریب، میرے آقا کی وفات سے ایک دن یا دو دن پہلے کا واقعہ ہے، آقائے کائنات منبر پر جلوہ فرما ہوئے اور لوگوں کو الوداعی وعظ فرمایا۔ راوی فرماتے ہیں کہ رسول پاک نے ہم سے اپنے وعظ کے اخیر میں یہ فرمایا "اِنَّکُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِیْ اَثَرَۃً فَاصْبِرُوْا حَتّٰی تَلْقَوْنِیْ عَلَی الْحَوْضِ" (۱) تم میرے بعد کچھ مشقت دیکھوگے تو صبر کرنا یہاں تک کہ میری ملاقات تم سے حوض کوثر پر ہو جائے، وہاں پر میں تمہیں اپنے ساتھ رکھوں گا، پھر اللہ کے رسول فرماتے ہیں "فَاِنِّیْ لَاَرٰی حَوْضِیَ الْاٰنَ مِنْ مُّقَامِیْ ھٰذَا" (۲) اور میں اپنا حوض کوثر یہیں سے اسوقت دیکھ رہا ہوں۔ وہ حوض کوثر قیامت کے دن رکھا جائے گا، مگر میرے آقا یہیں مسجد نبوی میں کھڑے دیکھ رہے ہیں، فرماتے ہیں میں اپنا حوض کوثر یہیں سے دیکھ رہا ہوں، پھر ایک مرتبہ کا یہ بھی واقعہ ہے کہ رسول پاک ﷺ نے مستقبل میں پیدا ہونے والے واقعات اور بہت سی غیب کی باتوں کی خبر لوگوں کو دی، اللہ کے رسول نے فرمایا پوچھو! جو مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو لوگ پوچھتے گئے اور آقا بتاتے گئے، اس سلسلے

(۱) بخاری ج ۲ ص ۶۲۰ (۲) بخاری ج ۲ ص ۵۷۹ کتاب المغازی

میں کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ حضور کی خصوصیت نہیں ہے یہ تو اس جگہ کی خصوصیت ہے اس جگہ پر کھڑے ہو گئے تو حضور کے سامنے سب چیزیں کھل گئیں۔ میں کہتا ہوں اس سے بڑا باؤلا پن اور کیا ہوگا کہ تم نبی کے قدموں کے نیچے کی جگہ میں فضیلت مانو اور نبی میں فضیلت نہ مانو۔ یہ پاگل پن نہیں تو اور کیا ہے؟ نبی کے اندر فضیلت نہیں ہے بلکہ فضیلت اس زمین میں ہے جس زمین پر آپ کھڑے ہیں۔ سبحان اللہ! جب آدمی پاگل ہوتا ہے تو پاگل پن کی باتیں کیا کرتا ہے۔ پھر آیئے اور میرے آقا سرور کائنات ﷺ کا علم غیب ملاحظہ کیجئے۔ میرے آقا اُجالے میں، اندھیرے میں، رات میں، دن میں، دور، نزدیک، آگے، پیچھے، دائیں، بائیں، ہر چہار جانب بالکل مساوی طور پر دیکھتے تھے حال، ماضی، مستقبل سب میرے آقا کے پیش نظر ہوتا، اب ایک ایک کی تھوڑی نظیر پیش کرتا چلوں۔ میرے آقا جس طرح آگے دیکھتے اسی طرح پیچھے بھی دیکھتے۔ اس کا ثبوت! یہ حدیث ہے جو بخاری شریف، مسلم شریف میں موجود ہے رسول پاک ﷺ نے نماز پڑھانے کے بعد پیچھے صف کی طرف توجہ کی۔ اور فرمایا اے فلاں! تو نے اپنا رکوع، سجدہ صحیح ڈھنگ سے نہیں کیا" ھَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِیْ ھٰھُنَا فَوَاللّٰہِ مَا یَخْفٰی عَلَیَّ رُکُوْعُکُمْ وَلَا خُشُوْعُکُمْ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَھْرِیْ " (۱) تم سمجھتے ہو کہ نماز میں میرا رخ قبلہ کی طرف ہوتا ہے سنو! میں اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی تم کو اسی طرح دیکھتا ہوں جیسے سامنے دیکھتا ہوں، بولئے صاحب! میرے آقا نے اس بات کا ثبوت نہیں دیا کہ میرے دیکھنے کے لئے آگے اور پیچھے کا کوئی فرق اللہ نے نہیں رکھا ہے، ہر آدمی دیکھتا ہے تو ایک مخصوص زاویے کے

(۱) بخاری ج ۱ ص ۱۰۰ کتاب الصلوٰۃ، مشکوٰۃ ص ۹۸ باب تسویۃ الصفوف

اندر دیکھتا ہے اور ادھر ادھر دیکھنا ہوگا تو گردن موڑنی پڑے گی۔ اور اگر بالکل پیچھے دیکھنا ہے تو گردن کے ساتھ خود بھی پیچھے مڑنا پڑے گا تب دیکھ پائے گا۔ اور میرے آقا سید کائنات ﷺ ہر چہار جانب یکساں دیکھا کرتے

پھر اٹھایئے بخاری شریف سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آقائے کائنات رسول اکرم ﷺ نماز پڑھا رہے تھے، میں مسجد میں پہنچا تو آپ پہلی رکعت کے رکوع میں پہنچ گئے تھے، میں نے سوچا کہ کہیں صف میں پہنچتے پہنچتے رسول پاک سر نہ اٹھا دیں اور میری رکعت نہ چھوٹ جائے اس لئے میں جلدی سے آگے بڑھا اور صف کے پیچھے ہی اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں چلا گیا اور رکوع ہی میں قدم بڑھاتے بڑھاتے صف میں پہنچ گیا میرے آقا سرور کائنات ﷺ نے سلام پھیرنے کے بعد پوچھا ابوبکرہ! تم نے اپنی نماز صف کے پیچھے اکیلے کیوں شروع کی؟ میرے آقا گردیکھ نہ رہے تھے تو کیوں پوچھا؟ میرے آقا رکوع میں تھے اور رکوع میں آدمی پہلی صف کو بھی نہیں دیکھ سکتا اور امام اپنے پیچھے والے کو نہیں دیکھ سکتا، مگر میرے آقا سرور کائنات آخری صف کے پیچھے کھڑے ہونے والے کو بھی دیکھ رہے ہیں، انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے سوچا کہ صف تک جاتے جاتے کہیں میری پہلی رکعت چھوٹ نہ جائے اس لئے میں نے اپنی نماز وہیں شروع کر دی، اور چل کر کے میں صف میں شامل ہو گیا، رسول پاک نے فرمایا "زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَّلَا تَعُدْ" (۱) اللہ تعالیٰ تیرے اندر پہلی رکعت کی محبت اور بڑھا دے مگر آئندہ ایسا مت کرنا۔ اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہو گیا کہ میرے آقا آگے پیچھے یکساں طور پر دیکھا کرتے تھے۔

(۱) بخاری شریف ج ۱ ص ۱۰۸

اب آیئے سننے میں عرض یہ کر رہا تھا کہ میرے آقا پیچھے بھی دیکھتے ہیں اور آگے بھی دیکھتے ہیں، دور بھی دیکھتے ہیں اور نزدیک بھی دیکھتے ہیں، اس کی دلیل یہ حدیث ہے جو بخاری میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ روایت کرتے ہیں بخاری شریف کتاب المغازی، میں متعدد جگہوں پر یہ حدیث موجود ہے غزوۂ فتح مکہ، غزوۂ بدر اور کتاب المناقب میں مناقب اہل بدر کے بیان میں یہ حدیث ملے گی رسول پاک ﷺ نے فرمایا "عَنْ عَلِيٍّ قَالَ بَعَثَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَبَا مَرْثَدٍ وَالزُّبَيْرَ وَكُلُّنَا فَارِسٌ قَالَ انْطَلِقُوْا حَتّٰى تَأْتُوْا رَوْضَةَ خَاخٍ فَإِنَّ بِهَا امْرَأَةً مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ مَعَهَا كِتَابٌ مِّنْ حَاطِبٍ إِلَى الْمُشْرِكِيْنَ فَأَدْرَكْنَاهَا تَسِيْرُ عَلٰى بَعِيْرٍ لَهَا حَيْثُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْنَا الْكِتَابَ فَقَالَتْ مَا مَعَنَا كِتَابٌ فَأَنَخْنَاهَا فَالْتَمَسْنَا فَلَمْ نَرَ كِتَابًا فَقُلْنَا مَا كَذَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُجَرِّدَنَّكِ فَلَمَّا رَأَتِ الْجِدَّ أَهْوَتْ إِلٰى حُجْزَتِهَا وَهِيَ مُحْتَجِزَةٌ بِكِسَاءٍ فَأَخْرَجَتْهُ فَانْطَلَقْنَا بِهَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ" (۱) رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت ابو مرثد تینوں حضرات کو حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگ فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر جاؤ، مکے کی طرف روضۂ خاخ پر ایک عورت اونٹنی پر سوار ملے گی، وہ مکے کی طرف تیزی سے جا رہی ہے، اس کی اونٹنی کو روکو اور اس کے پاس ایک خط ہے، جو حاطب ابن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین کے نام ہے، اس سے چھین کر لاؤ اس کے اندر ہماری جنگ کا راز ہے، میرے آقا سرور کائنات اس عورت کو کہاں سے دیکھ رہے ہیں؟ مدینۂ پاک سے حالانکہ وہ عورت سیکڑوں میل کی دوری پر ہے پھر بھی اسے دیکھ رہے ہیں

(۱) بخاری ج ۲ کتاب المغازی باب غزوۃ الفتح ص ۶۱۲ ، بخاری ج ۲ کتاب المغازی، باب فضل من شہد بدرا ص ۵۶۷

اونٹنی بھی دیکھ رہے ہیں، اونٹنی پر سوار عورت کو بھی دیکھ رہے ہیں۔ کدھر جارہی ہے وہ بھی دیکھ رہے ہیں، اور کہاں ملے گی وہ بھی دیکھ رہے ہیں، حضرت علی فرماتے ہیں، ہم لوگ تیزی سے بڑھے اور جاکر روضۂ خاخ پر اس عورت کو ہم نے گھیر لیا۔ اس کی اونٹنی بٹھائی۔ اس کے سارے سامان کی تلاشی لی۔ کہیں کوئی لیٹر کوئی خط نہ ملا، اب سیدھے ان حضرات کو یہ سوچ لینا چاہئے تھا کہ اس کے پاس خط نہیں ہے، ممکن ہے کہیں اس نے پھینک دیا ہو مگر نہیں رسول پاک نے فرمایا اس سے چھین کر لاؤ، اس لئے ان صحابہ کا عقیدہ تھا کہ ضرور اس کے پاس خط ہے، چھینا جائے، حضرت علی نے اپنے جلال کے عالم میں فرمایا، "مَا كَذَبَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ وَإِلَّا لَنُجَرِّدَنَّكِ" (۱) خط نکال ورنہ میں تجھے ننگا کر دونگا۔ رسول پاک ﷺ نے ہم سے غلط بات نہیں کہی ہے بولئے صاحب! حضرات صحابۂ کرام کا ایمان کتنا شاندار تھا، صحابۂ کرام کے عقیدۂ علم غیب پر ہم بریلوی حضرات کتنی مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں، بریلی کا عقیدہ صحابۂ کرام سے وراثت میں ملا ہے سمجھ گئے آپ؟ اب حضرت علی کا جلال دیکھ کر وہ عورت کانپ گئی، اس کو یقین ہو گیا کہ اگر میں نے خط نہ نکال دیا تو علی میری بالکل بے ستری کر دیں گے، برہنہ کر دیں گے، چنانچہ فوراً اس نے اپنی چوٹی کھولی اور خط نکال کر پیش کر دیا، حضرت علی نے خط لیا اور گھوڑا دوڑاتے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، اور خط پیش کر دیا۔ خط میں لکھا تھا کہ یہ خط حاطب ابن ابی بلتعہ کی طرف سے قریش مکہ کے نام۔ تم لوگ ہوشیار ہو جاؤ رسول اللہ نے مکے پر چڑھائی کا مکمل منصوبہ بنا لیا ہے اور اس کا پورا انتظام کر لیا ہے۔

(۱) بخاری ج ۲ باب غزوہ فتح ص ۶۱۲ کتاب المغازی بخاری ج ۲ کتاب المغازی باب فضل من شہد بدرا ص ۵۶۷

اور بہت جلد یہاں سے کوچ کرنے والے ہیں۔

اب اس حدیث میں غور کریں اور دیکھیں کہ میرے آقا کیا کیا دیکھ رہے ہیں، صرف نزدیک کی ہی چیز نہیں دیکھ رہے ہیں بلکہ دور کی چیز بھی دیکھ رہے ہیں، اور اس شان سے دیکھ رہے ہیں کہ عورت کا اونٹنی پر سوار ہونا، روضۂ خاخ میں اسکا ملنا، اس کے پاس ایک خط کا ہونا، خط کا مضمون کیا ہے سب کچھ میرے آقا دیکھ رہے ہیں، بولئے صاحب! اس سے مسئلہ علم غیب اور آپ کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوتا ہے کہ نہیں۔ کیا خوب فرمایا ہے امام عشق و محبت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

میرے آقا اجالے میں بھی دیکھتے تھے اور اندھیرے میں بھی دیکھتے تھے، ثبوت کے لئے سنئے یہ حدیث بخاری شریف جلد اول میں کتاب الزکوٰۃ باب التوکیل علی الصدقۃ اور کتاب الوکالۃ دونوں جگہ موجود ہے۔

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ وَكَّلَنِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِحِفْظِ زَكٰوةِ رَمَضَانَ فَأَتَانِي آتٍ فَجَعَلَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ وَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ وَلِي حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ قَالَ فَخَلَّيْتُ عَنْهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ شَكٰى حَاجَةً شَدِيدَةً وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ قَالَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُودُ لِقَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ سَيَعُودُ فَرَصَدْتُهُ فَجَعَلَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ دَعْنِي

فَإِنِّیْ مُحْتَاجٌ وَعَلَیَّ عِیَالٌ لَا أَعُوْدُ فَرَحِمْتُهٗ فَخَلَّیْتُ سَبِیْلَهٗ فَأَصْبَحْتُ
فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَا أَبَا هُرَیْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِیْرُكَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
شَكٰی حَاجَةً شَدِیْدَةً وَعِیَالًا فَرَحِمْتُهٗ فَخَلَّیْتُ سَبِیْلَهٗ قَالَ أَمَا إِنَّهٗ قَدْ
كَذَبَكَ وَسَیَعُوْدُ فَرَصَدْتُهُ الثَّالِثَةَ فَجَعَلَ یَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهٗ فَقُلْتُ
لَأَرْفَعَنَّكَ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهٰذَا آخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ أَنَّكَ تَزْعَمُ لَا تَعُوْدُ
ثُمَّ تَعُوْدُ قَالَ دَعْنِیْ أُعَلِّمْكَ كَلِمَاتٍ یَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهَا قُلْتُ مَا هُوَ قَالَ إِذَا
أَوَیْتَ إِلٰی فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آیَةَ الْكُرْسِیِّ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ حَتّٰی
تَخْتِمَ الْآیَةَ فَإِنَّكَ لَنْ یَزَالَ عَلَیْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَلَا یَقْرَبُكَ شَیْطَانٌ حَتّٰی
تُصْبِحَ فَخَلَّیْتُ سَبِیْلَهٗ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا فَعَلَ أَسِیْرُكَ
الْبَارِحَةَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زَعَمَ أَنَّهٗ یُعَلِّمُنِیْ كَلِمَاتٍ یَنْفَعُنِیَ اللّٰهُ
بِهَا فَخَلَّیْتُ سَبِیْلَهٗ قَالَ مَا هِیَ قَالَ قَالَ لِیْ إِذَا أَوَیْتَ إِلٰی فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آیَةَ
الْكُرْسِیِّ مِنْ أَوَّلِهَا حَتّٰی تَخْتِمَ الْآیَةَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَقَالَ
لِیْ لَنْ یَزَالَ عَلَیْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَلَا یَقْرَبُكَ شَیْطَانٌ حَتّٰی تُصْبِحَ
وَكَانُوْا أَحْرَصَ شَیْءٍ عَلَی الْخَیْرِ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ أَمَا إِنَّهٗ قَدْ صَدَقَكَ
وَهُوَ كَذُوْبٌ تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُذْ ثَلٰثِ لَیَالٍ یَا أَبَا هُرَیْرَةَ قَالَ لَا قَالَ ذَاكَ
شَیْطَانٌ"(۱)

حضرت سیدنا ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول پاک کی بارگاہ میں صدقات وزکوۃ کا بہت سامال آیا آپ نے ایک کونے میں ڈھیر لگوادی، اور مجھے آڈر دیا کہ تم اس کی نگہبانی کرو، میں اس کی نگرانی کرنے لگا، پہلے ہی دن جب رات آئی اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا، ایک شخص مسجد میں گھسا،

(۱) بخاری ج ۱ ص ۳۱۰ کتاب الزکاۃ باب الوکالۃ فی الصدقۃ

دھیرے دھیرے آگے بڑھنے لگا اور پھر صدقہ کے مال کے ڈھیر کے پاس بیٹھا، چادر اتار کر زمین پر پھیلا دی اور پھر جلدی جلدی مال چادر میں سمیٹنے لگا، حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ تو یہ کیا کرتا ہے کہنے لگا میں محتاج ہوں، بچے بھوکے ہیں، فاقے سے مر رہے ہیں، حضرت ابوہریرہ نے فرمایا کہ میں اس مال زکوۃ کا نگراں ہوں، رسول پاک کی اجازت کے بغیر اس میں سے ایک دانا کوئی نہیں لے جا سکتا، میں تجھے نبی پاک کی خدمت میں پیش کروں گا، تو خائن ہے، صدقات وخیرات کے مال میں دست درازی کرتا ہے، رسول پاک تیرا فیصلہ کریں گے وہ گڑگڑانے لگا، رونے لگا، ابوہریرہ معاف کر دو، اب کبھی نہیں آؤں گا، ابوہریرہ نے اس کے اوپر اعتماد کر کے چھوڑ دیا، سوچا کہ صبح کی نماز کے بعد آقائے کائنات جب اطمینان سے بیٹھیں گے تو واقعہ بتا دونگا، مگر میرے آقا نماز فجر پڑھانے کے لئے گھر سے آئے، نماز پڑھائی، سلام پھیرتے ہی فرمایا، اے ابوہریرہ! تیرا رات کا قیدی کہاں گیا؟ سبحان اللہ! میرے آقا رات بھر حجرہ میں تشریف فرما رہے، آرام فرما رہے تھے، مگر آرام میں بھی کوئی چیز ان کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں ہے، وہ اجالے میں بھی دیکھتے ہیں، اور اندھیرے میں بھی دیکھتے ہیں، دیوار کے سامنے بھی دیکھتے ہیں، دیوار کے پیچھے بھی دیکھتے ہیں اور جن بیوقوفوں نے کہا کہ رسول نے فرمایا ہے کہ مجھے دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں تو ان کو اس حدیث کے موضوع ہونے کی بھی خبر نہیں، اس گڑھی ہوئی حدیث کی بھی انہیں خبر نہیں کہ یہ انہیں کے کسی بھائی نے گڑھ کر بیان کیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ عرض کرتے ہیں یارسول اللہ! بہت رو رہا تھا، کہہ رہا تھا، میں محتاج ہوں بچے بھوک سے مر رہے ہیں اس لئے میں نے سوچا چلو خیرات

کا مال ہے اس میں سے کچھ لے کر بچوں کو کھلا دے، ابوہریرہ عرض کرتے ہیں، یا رسول اللہ! میں نے پکڑا تو ضرور لیکن وہ کہنے لگا کہ میں بہت محتاج ہوں میرے بچے بھوکے ہیں، میں اب کبھی چوری نہیں کرونگا، آپ چھوڑ دیں مجھے رحم آ گیا، اس لئے میں نے اسے چھوڑ دیا، میرے آقا مسکرا کر فرماتے ہیں ابوہریرہ! وہ تم سے جھوٹ بول کر گیا، کل پھر آئے گا، لوگ کہتے ہیں رسول کو کیا خبر کہ کل کیا ہوگا، مگر میرے آقا فرما رہے ہیں کہ کل پھر آئے گا، آقائے کائنات ﷺ کل کی بات دیکھ رہے ہیں جب ہی تو کہہ رہے ہیں اے ابوہریرہ کل پھر آئیگا، حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ شام ہی سے میں تیار ہو کر بیٹھ گیا کہ رسول پاک نے فرمایا ہے کہ کل وہ پھر آئے گا تو ضرور آئے گا کوئی اسے نہیں روک سکتا کہ آقائے کائنات نے فرمایا ہے کہ آئے گا تو ضرور آئے گا، اب کیا اس سے پتہ نہ چلا کہ میرے آقا کی غیبی خبر پر صحابہ کا ایمان تھا، ابوہریرہ کہتے ہیں جیسے ہی رات کی تاریکی پھیلی، ہُو کا عالم ہو گیا، ہر چہار جانب سناٹا چھا گیا، اچانک وہ مسجد میں گھسا، اپنی چادر پھیلائی اور مال سمیٹنے لگا، میں نے اس کو پھر پکڑ لیا اور کہا کمبخت، وعدہ کر کے گیا تھا کہ نہیں آؤں گا اور پھر آ گیا؟ رونے لگا اور کہنے لگا اے ابوہریرہ! بچے مر رہے تھے میں بہت پریشان تھا، مرتا کیا نہ کرتا؟ ابوہریرہ معاف کر دو، کہا نہیں تم نے جھوٹ بولا ہے کہا نہیں، میں نے مجبوری میں ایسا کیا، میں پھر پکا عہد و اقرار کرتا ہوں، میثاق باندھتا ہوں اب نہیں آؤں گا ابوہریرہ نے پھر چھوڑ دیا اور وہ چلا گیا اور صبح کی نماز کا سلام پھیرتے ہی میرے آقا نے پھر پوچھا۔

ابوہریرہ! آج کی رات کا تیرا قیدی کہاں ہے؟ کہتے ہیں یا رسول اللہ وہ رو رہا تھا، بچوں کی دہائی دے رہا تھا، مجھے رحم آ گیا اس لئے چھوڑ دیا

یا رسول اللہ اس نے وعدہ کیا ہے کہ اب نہیں آئے گا، میرے آقا نے فرمایا وہ جھوٹ بول کر نکل گیا، کل پھر آئے گا، بولئے صاحب! ایک ہی کل کے علم میں لوگوں کی عقل میں فتور آ جاتا ہے اور میرے آقا دو دو کل کی بات بتاتے ہیں پھر تیسرے دن آیا ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں تو تاک میں بیٹھا ہی تھا کہ آج کسی قیمت پر نہیں چھوڑوں گا، اسے باندھ دونگا، تیسری رات پھر وہ آیا اور ابوہریرہ نے پکڑ لیا، پھر وہ رونے لگا، بچوں کی دہائی دینے لگا اور کہنے لگا کہ اب میں نہیں آؤں گا مجھے چھوڑ دو مگر ابوہریرہ نے کہا سنو! قسم کھاؤ کہ میثاق باندھ جواب ابوہریرہ چھوڑنے والا نہیں ہے تین مرتبہ ہو گیا حجت تمام، کہنے لگا ابوہریرہ میں تجھے ایک ایسا عمل بتا دوں گا کہ اگر وہ عمل کرو گے تو رات بھر تمہارے پاس شیطان نہیں آ سکتا، مگر اس شرط پر عمل بتاؤں گا کہ مجھے چھوڑ دو، ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ہم صحابہ کرام کو اعمال صالحہ اور اعمال خیر سیکھنے کی بڑی خواہش رہتی تھی میں نے کہا اچھا چل وہ عمل بتا دے میں چھوڑ دوں گا، اس نے کہا کہ جب رات کو اپنے بستر پر آؤ تو ایک مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھ لو، اللہ کا محافظ رات بھر تیری حفاظت کرے گا، اور رات بھر تیرے پاس شیطان نہیں آ سکتا، ابوہریرہ کہتے ہیں جا، بھاگ، چلا گیا صبح ہوئی جیسے ہی میرے آقا سرور کائنات نے صبح کی نماز کا سلام پھیرا فرماتے ہیں آج تیرا قیدی کہاں ہے؟ کہا یا رسول اللہ ایسا ایسا واقعہ ہوا ہے اور اس نے کہا کہ ایک ایسا عمل بتا دوں گا کہ اس سے رات بھر تیرے پاس شیطان نہیں آ سکتا اور اللہ کا محافظ تیری حفاظت کرتا رہے گا، اس نے یہ عمل بتایا، اس لئے میں نے اس کو چھوڑ دیا، رسول پاک نے فرمایا ابوہریرہ! یہ بات تو اس نے بالکل صحیح کہی، مگر وہ ہے بڑا زبردست جھوٹا، مطلب یہ ہے کہ جھوٹا آدمی اگر کبھی کبھار سچ

بول دے تو اس سے وہ سچا نہیں ہو جاتا، جھوٹا ہی رہے گا، پھر حضور فرماتے ہیں اے ابوہریرہ تین دن سے جس آدمی سے تمہارا سابقہ تھا پہچانا کہ وہ کون تھا؟ میرے آقا توجہ دلا رہے ہیں کہ قیدی پکڑا جاتا ہے تو پہلے رجسٹر میں نام نوٹ کیا جاتا ہے اس کا پتہ پوچھا جاتا ہے، ابوہریرہ نے کہا نہیں یارسول اللہ میں نے تو نہیں پہچانا۔ فرمایا وہ شیطان تھا، چور ہی نہیں چوروں کا سرغنہ تھا، سمجھ گئے؟ اب یہاں سے یہ بات سمجھ میں آگئی کہ میرے آقا اندھیرے میں بھی دیکھ رہے ہیں، دیواروں کے پیچھے بھی دیکھ رہے ہیں، دیکھ بھی رہے ہیں اور پہچان بھی رہے ہیں، دیکھنے والا پہچان نہیں رہا ہے اور میرے آقا پہچان بھی رہے ہیں کہ وہ کون ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو شاہد بنایا۔ وہ حاضر اور ناظر ہیں، پھر آیئے میرے آقا پردے کے پیچھے بھی دیکھ رہے ہیں آیئے بخاری شریف مسلم شریف، نسائی شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف، ابن ماجہ شریف، مسند احمد بن حنبل، بیہقی، دارمی، دار قطنی وغیرہ حدیث کی اتنی کتابوں میں یہ روایت موجود ہے کہ اس کا احاطہ مشکل ہے۔ حدیث یہ ہے۔

"مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ ثُمَّ أَخَذَ جَرِيدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ فَغَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا قَالَ لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا" (۱)

میرے آقا دو قبروں کے پاس سے گزر رہے تھے فرمایا: ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے، کسی صحابی نے یہ نہیں کہا: یارسول اللہ عذاب ہوتا تو ہمیں ان کی چیخ وپکار سنائی دیتی، یارسول اللہ! عذاب ہوتا تو مردے خوب

(۱) بخاری ج ۱ ص ۳۵

اچھلتے کودتے، قبر ہلتی، ایک روڑی بھی تو ہل نہیں رہی ہے، کیوں کہ صحابہ جانتے تھے کہ غیب کی چیزیں نبی دیکھتے ہیں ہم نہیں دیکھتے میرے آقا نے فرمایا ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے مگر کسی ایسے کام میں عذاب نہیں ہو رہا ہے کہ جس سے بچنا مشکل ہو، کسی بڑی بات کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا ہے ان میں ایک وہ ہے جو چغلی کھاتا تھا، ادھر کی لکڑی اُدھر لگا دیتا اُدھر کی بات ادھر پہنچاتا اور دوسرا وہ ہے کہ پیشاب کرتے وقت پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا، اس وجہ سے دونوں کو عذاب ہو رہا ہے، چغلی سے وہ چاہتا تو بچ سکتا تھا، پیشاب سے یہ چاہتا تو بچ سکتا تھا۔ اس حدیث سے سمجھ میں آیا کہ میرے آقا قبر کے اندر دیکھ رہے ہیں، قبر کے مردے کو دیکھ رہے ہیں، مردے کے عذاب کو دیکھ رہے ہیں، عذاب کا سبب بھی دیکھ رہے ہیں کہ کیوں عذاب ہو رہا ہے اب میرے آقا نے کھجور کی ٹہنی منگوائی کیوں کھجور کی ٹہنی منگوائی؟ اس لئے کہ مدینے میں سب سے زیادہ آسانی سے جو تر و تازہ چیز مل سکتی تھی وہ کھجور کی ٹہنی تھی، ہم لوگوں کے یہاں آسانی سے بہت سی سرسبز وشاداب چیزیں مل جاتی ہیں، پھول بھی آسانی سے مل جاتے ہیں اسی لئے قبروں پر پھول ڈالتے ہیں۔ تو سرسبز وشاداب ٹہنی منگوائی، ٹہنی کو دو ٹکڑوں میں بانٹ دیا، ایک قبر پر ایک ٹکڑا گاڑ دیا اور دوسری قبر پر دوسرا ٹکڑا گاڑ دیا! اور فرمایا جب تک یہ ٹہنی سرسبز وشاداب رہے گی انکے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی یاد رکھئے ائمہ کرام فرماتے ہیں "لَعَلَّ فی کلام اللہ ورسولہ للتحقیق ولیس للترجی" اللہ ورسول کے کلام میں لعل تحقیق کے معنی میں ہوتا ہے شاید کے معنی میں نہیں آتا لہٰذا لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا کا معنی یہ ہوا کہ ان دونوں کے عذاب میں یقیناً کمی ہو جائے گی۔ جب تک یہ ٹہنیاں سرسبز و

شاداب ہیں ان دونوں کے عذاب میں کمی ہوجائے گی۔ اس سے سمجھ میں آیا کہ قبر پر اگر سرسبز وشاداب چیز لگادی جائے مثلاً کسی درخت کی ٹہنی، یا پھول یا کچھ اور تو اس سے قبر والے کو راحت پہنچتی ہے، حضور نے بتایا کہ ان کو تخفیف اور آرام ملے گا جب تک یہ نہ سوکھیں، یار لوگوں نے کہا غلط؟ یہ تو حضور کے ہاتھ کی برکت تھی۔ میں نے کہا نالائق۔ حضور کے ہاتھ کو ہمیشہ اپنے جیسا ہاتھ کہتا رہا، جب قبر کا معاملہ آ گیا تو کہتا ہے کہ یہ حضور کے ہاتھ کی برکت تھی۔ میں کہتا ہوں بلاشبہ رسول پاک کے ہاتھ کی برکتیں اپنی جگہ پر کہ جس طرف میرے آقا کا ہاتھ اٹھ گیا غنی کردیا۔ اعلیٰ حضرت، امام عشق ومحبت فرماتے ہیں:

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کردیا

موج بحر سخاوت پہ لاکھوں سلام

بلاشبہ میرے آقا کے دست مبارک میں بڑی برکت ہے مگر یہ واقعہ ہاتھ کی برکت دکھانے کا نہیں یہ سنت کی برکت بتانے کا ہے، میں کہتا ہوں کہ اگر حضور کے ہاتھ کی برکت دکھانے کا معاملہ ہوتا تو حضور فرماتے جب تک یہ ٹہنیاں قبر پر رہیں گی تب تک عذاب میں کمی ہوگی۔ کیوں کہ میں نے لگائی ہے، میرے ہاتھ سے لگی ہیں، مگر میرے آقا یہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ جب تک یہ ٹہنیاں رہیں گی عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی، بلکہ فرما رہے ہیں کہ جب تک سرسبز رہیں گی عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی، اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے آقا ہاتھ کی بات نہیں کررہے ہیں تر سبز و شاداب چیز کی سنت بتانے کی بات کررہے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ یہ تو رسول پاک کو وحی سے معلوم تھا کہ ٹہنی رکھ دینے سے عذاب میں کمی ہوجائے گی، ہم کو تو معلوم نہیں ہے

(ہم کیوں رکھیں؟ میں نے کہا کبھی تو کہتا ہے کہ انہیں غیب کا علم نہیں تھا۔ دیوار کے پیچھے کا علم نہیں تھا، اب کہتے ہو وحی کے ذریعہ معلوم تھا سنو! میں کہتا ہوں رسول پاک کو وحی کے ذریعہ علم ہے اور ہر چیز کا علم ہے مگر اس بات کو یاد رکھو کہ کوئی کام صرف علم کی بنیاد پر نہیں کیا جاتا، آپ نمازیں پڑھ کر آئے ہیں کہ نہیں؟ یقین کے ساتھ آپ یہ کہہ سکتے ہیں آپ کی نماز قبول ہوئی۔ اگر قبول نہیں ہوئی تو کیوں پڑھی۔ جب آپ کو علم ہی نہیں کہ قبول ہوئی یا نہیں تو پڑھی کیوں؟ جب تک علم نہ ہوجائے کہ میری نماز قبول ہوگی تب تک مت پڑھنا۔ نماز جنازہ آپ پڑھتے ہیں۔ کیا آپ کو یقین ہے کہ میں جس کے لئے دعائے مغفرت کررہا ہوں میری نماز جنازہ اس کے حق میں ضرور قبول ہوجائے گی؟ جب یقین نہیں ہے تو کیوں پڑھتے ہیں نماز جنازہ؟ ویسے ہی ڈھکیل دو قبر میں۔

سنو! نیکیوں کا کام یقین کی بنیاد پر نہیں امید کی بنیاد پر کیا جاتا ہے ہم مردے کے لئے قرآن خوانی کرتے ہیں، ہمیں یقین نہیں ہے مگر امید ہے کہ فائدہ پہنچے گا، نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ ہم اسکے لئے صدقات وخیرات کرتے ہیں، فقراء کو کھلاتے ہیں۔ ہم قبر پر ٹہنیاں لگاتے ہیں امید ہے کہ قبول ہوں گی: اب آیئے میرے آقا کتنی گہرائی میں دیکھ رہے ہیں، قبر کے اندر کتنی تہوں میں دیکھ رہے ہیں، اور کیا کیا دیکھ رہے ہیں پھر ذرا درود شریف پڑھ لیں اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَاوَمَوْلَانَامُحَمَّدٍوَّبَارِکْ وَسَلِّمْ لیجئے اور سنئے میرے آقا سید عالم ﷺ ماضی بھی دیکھتے تھے، مستقبل بھی دیکھتے تھے، حال کے دیکھنے کا حال تو معلوم ہی ہے اور جتنی میں نے نظیریں پیش کیں وہ سب حال ہی کی تو تھیں۔ اب ماضی کی خبر سن لو! بخاری شریف

کتاب الجنائز اور بخاری شریف کتاب الانبیاء کی یہ حدیث سیدنا ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ملک الموت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے، عرض کی: اللہ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کی روح نکال لوں کہئے صاحب! آپ لوگوں کے یہاں ملک الموت آتے ہیں کہ نہیں مگر کسی سے اجازت مانگی ہے؟ یہ انبیاء کا دربار ہے، یہاں ملک الموت بھی روح قبض کرنے کی اجازت طلب کرتے ہیں، میرے آقا سرور کائنات ایک دوسری حدیث میں فرماتے ہیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کی یہ حدیث بخاری جلد ثانی کتاب المغازی باب وفاۃ النبی ﷺ میں ہے، فرماتی ہیں، کہ رسول کریم ﷺ سے میں سنا کرتی تھی، آپ فرماتے تھے کہ ہر نبی کو اللہ تعالیٰ اختیار دیتا ہے کہ تم چاہو تو دنیا میں رہو، چاہو تو ہمارے پاس آؤ، ہر نبی کو یہ اختیار ملتا ہے وہ اپنی مرضی کے مطابق جیتے ہیں، جب تک چاہیں دنیا میں رہیں، اور جب چاہیں وفات پاجائیں۔ تو ملک الموت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آکر کہتے ہیں کہ اللہ نے مجھے بھیجا ہے اگر آپ اجازت دیں تو روح نکال لوں؟ موسیٰ علیہ السلام کو جلال آگیا فرماتے ہیں میں اللہ کا دین پھیلانے میں لگا ہوں اور تم آگئے میری روح نکالنے ایک تھپڑ مارا، ان کی آنکھ ٹوٹ کر باہر لٹک گئی، سبحان اللہ! ذرا سوچئے! موسیٰ علیہ السلام کی قوت کا کیا عالم ہے، کیا ان کی شان ہے، حضرت ملک الموت کی قوت بھی کوئی معمولی نہیں ہے، ایک مرتبہ یہیں عثمان آباد لاتور میں زلزلے کے جھٹکے آئے تھے اور چند منٹ میں اسّی ہزار لوگ اِس دنیا سے اُس دنیا میں پہنچ گئے ایک مرتبہ بھوپال میں چند جھٹکے آئے تھے، آدھے گھنٹے میں آدمی تو آدمی بکری، بھینس، بیل،

گدھے سب کے سب فرش راہ بن گئے، آدھے گھنٹے میں ادھر سے ادھر ہوگئے، سب وارانیارا ہوگیا، حضرت ملک الموت کی قوت کتنی ہے اس کا اندازہ ہم نہیں لگا سکتے مگر دربار نبی کا ہے اللہ کے اولوالعزم پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حضرت ملک الموت حاضر ہوتے ہیں، تو اللہ کا سلام پیش کرتے ہیں اس کے بعد اپنے آنے کا مقصد پیش کرتے ہیں۔

سنئے! حضرت ملک الموت چپکے سے اٹھے، چل دیئے کچھ بولے نہیں رسل ملائکہ سے پوچھو کہ رسل انبیاء کے کیا مراتب ہیں؟ ان سے بحث نہیں کی جاتی، حضرت ملک الموت عرض کرتے ہیں اے اللہ! آج تو ایسے بزرگ کے یہاں بھیجا گیا ہوں کہ جو مرنا ہی نہیں چاہتے، اللہ نے فرمایا اب پھر جاؤ اور اللہ نے اسی وقت انکی آنکھ ٹھیک کردی، جاؤ موت کی بات مت کرنا، زندگی کی بات کرو، اب پھر آئے اور کہتے ہیں، اللہ نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ آپ اپنے بیل کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ دیں، آپ کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آجائیں گے آپ کی عمر اتنے سال بڑھادی جائے گی، موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ ہم لوگوں کی طرح تھوڑے ہی تھا۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں میرے آقا فرماتے ہیں میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا "مُوسٰی آدَمُ طُوَالٌ کَأَنَّہٗ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَۃ، اور اسی مقام پر بخاری کی ایک دوسری روایت میں یہ لفظ بھی ہے، رَأَیْتُ مُوْسٰی وَإِذَا ھُوَ رَجُلٌ ضَرْبٌ رَجِلٌ کَأَنَّہٗ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَۃ" (۱) میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، گٹھیلے بدن والے بڑے حسین وجمیل، بہت لمبے اور بہت خوبصورت گویا وہ قبیلۂ شنوءۃ کے لوگوں میں سے ہوں جب وہ اس شان کے تھے تو کیا دبلے پتلے، چھوٹے

---

(۱) بخاری ج۱ ص۴۸۱

چھوٹے ہاتھ والے رہے ہوں گے؟ نہیں۔ خوبصورتی نام ہے اعضاء کے تناسب کا، جب تک اعضاء میں تناسب نہ ہو خوبصورتی آ ہی نہیں سکتی۔ تو اعضاء کے تناسب کے لئے ضروری ہے کہ منھ اور چہرہ اور سارے اعضاء مناسب حد پر ہوں، جب تک اعضاء میں تناسب نہ ہوگا خوبصورتی نہیں آ سکتی تو جتنے لمبے اسی حساب سے بدن، اسی حساب سے ہاتھ پاؤں کی لمبائی چوڑائی، تب تو خوبصورتی ہوگی اب سوچو! حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دست مبارک کتنا بڑا تھا سبحان اللہ! اور اللہ کا حکم ہوتا ہے کہ اپنا ہاتھ بیل پر رکھدو۔ بیل کی پیٹھ پر جتنے بال ہاتھ کے نیچے آ جائیں اتنے سال آپ کی عمر بڑھ جائیگی ہم لوگوں کو اگر اللہ تعالیٰ اجازت دیدے کہ ایک ناخن رکھ دو وہ بھی ایسے کھڑا کر کے تب بھی ہم لوگ ہزاروں اور لاکھوں روپے خرچ کردیں گے مگر یہ موقع ہاتھ سے جانے نہ دیں گے مگر سنئے! موسیٰ علیہ السلام کی بے نیازی عرض کرتے ہیں "ثُمَّ بَعْدَ ذَالِكَ" اتنے سال گزر جانے کے بعد کیا ہوگا؟ ملک الموت نے فرمایا پھر موت آئے گی حضرت موسیٰ کہتے ہیں کہ جب مرنا ہی ہے تو تب کیا اور اب کیا" يَارَبِّ قَرِّبْنِي مِنَ الْبَيْتِ الْمَقْدِسِ" اے اللہ مجھے بیت المقدس سے قریب کردے وہیں میں انتقال کرونگا، اللہ نے زمین سمیٹ دی، دو چار قدم اٹھائے اور بیت المقدس پہنچ گئے وہاں دیکھتے ہیں کہ ایک لمبی چوڑی قبر تیار ہے۔ فرشتے صف لگائے کھڑے ہیں، آپ نے فرشتوں سے پوچھا "لِمَنْ هٰذَا الْقَبْرُ" یہ کس کی قبر ہے؟ فرشتوں نے کہا" لِمَنْ اَحَبَّهٗ" جو اس قبر کو پسند کرے اس کی قبر ہے، فرماتے ہیں تب ٹھہرو! میں ناپ لوں، میرے سائز کی ہے کہ نہیں، قبر میں اترے اور لیٹ گئے، کہتے ہیں بہت فٹ فاٹ ہے ٹھیک ہے ملک الموت کو

بلاؤ میری روح قبض کریں۔ سبحان اللہ حضرت موسیٰ نے ملک الموت کو بتادیا کہ تمام نبیوں سے آپ پوچھتے ہیں کہ اجازت ہو تو روح نکالوں آپ کا یہ پوچھنا اخلاقی طور پر نہیں ہے یہ ہمارا اپنا حق ہے، اس لئے میں ثابت کر رہا ہوں کہ تمہارے کہنے سے نہ ہم مریں گے اور نہ تمہارے کہنے سے ہم جئیں گے، مریں گے تو اپنی خواہش سے، جئیں گے تو اپنی مرضی سے۔ بلاؤ ملک الموت کو۔ روح قبض کریں، ملک الموت آئے، روح قبض کی، فرشتوں نے دفن کیا۔ ایک آدمی بھی جنازے میں شریک نہ ہوا اس لئے رسول پاک فرماتے ہیں کہ آدمیوں کو پتہ ہی نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کہاں ہے۔ لیکن سن لو! اگر میں وہاں گیا تو تم کو ان کی قبر دکھادوں گا، بات کب کی ہے مگر میرے آقا کہہ رہے ہیں کہ میں دکھادوں گا، پھر میرے آقا نے فرمایا سنو! بیت المقدس کے سامنے جو راستہ جاتا ہے راستے کے بائیں طرف سرخ ریت کا ٹیلہ ہے اس ٹیلہ کی طرف تم پتھر پھینکو، پتھر گرنے کی جگہ موسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے کوئی نہیں جانتا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قبر کہاں ہے، مگر میرے آقا دیکھ رہے ہیں کہ کہاں ہے بولئے صاحب! ماضی کی چیزوں کو حال میں دیکھنا ہوا کہ نہیں؟ اور ماضی کے ایک دو واقعات نہیں میرے آقا کی حدیثیں پڑھو تو ایسے بیشمار واقعات ملیں گے۔

ابھی مستقبل کے دیکھنے کے بارے میں تو میں بتا چکا ہوں، حوض کوثر والی حدیث، مگر آیئے پھر سے ایک حدیث سنادوں، میرے آقا سرور کائنات ﷺ نے ایک مرتبہ فجر کی نماز کے بعد وعظ شروع کیا، وعظ چلتا رہا، چلتا رہا ظہر کا وقت آ گیا۔ پھر اسکے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر وعظ شروع ہو گیا۔ عصر کا وقت آ گیا، پھر عصر کی نماز پڑھ کر وعظ شروع ہو گیا یہاں تک کہ آفتاب غروب

ہو گیا تمام باتیں میرے آقا نے بتا دیں جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں "قَامَ فِيْنَا النَّبِيُّ ﷺ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ" (۱) یہاں تک کر جنتیوں کو جنت میں پہنچانے کی باتیں بھی بتا دیں اور جہنمیوں کو جہنم میں پہنچانے کی باتیں بھی بتا دیں۔ سب بتا دیا کہ کون کون جنت میں جائے گا، کون جہنم میں جائے گا "حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَ مَنْ نَسِيَهٗ" (۲) جس نے یاد رکھا، یاد رکھا، جو بھول گیا، بھول گیا۔ حضرت حذیفہ ایک حدیث میں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے سر سے ایک چڑیا اڑ کر گزر گئی تو مجھے یاد آ گیا کہ رسول پاک نے وعظ میں اس چڑیا کا بھی ذکر کیا تھا۔ مستقبل میں پیش آنے والی ایک ایک بات میرے آقا نے صحابہ سے بیان کر دی، اور یہ حدیث آپ نے کتنی بار سنی ہوگی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے آقا جنگ بدر سے ایک روز پہلے بدر کے میدان میں تشریف لائے، ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس سے آپ نے میدان بدر میں نشان لگا کر فرمایا، یہاں پر ابوجہل مرے گا، پھر نشان لگایا اور فرمایا یہاں پر امیہ مرے گا، یہاں پر فلاں مرے گا، "قَالَ عُمَرُ وَالَّذِيْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ مَا اَخْطَاُوا الْحُدُوْدَ الَّتِيْ حَدَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ" (۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قسم خدا کی جو نشانات رسول کریم نے لگا دئے تھے ان سے ذرا بھی متجاوز نہ ہوئے، وہ سب کافر اسی جگہ مارے گئے، جو میرے آقا نے بتائی تھی، پھر وہ حدیث بھی آپ نے پڑھی ہوگی۔ رسول پاک معراج کے واقعہ میں فرماتے ہیں کہ معراج سے جب میں واپس آیا اور میں نے لوگوں کو بتایا کہ میں بیت

(۱) بخاری ج ۱ ص ۴۵۳ کتاب بدء الخلق (۲) ایضاً (۳) مشکوٰۃ ص ۵۴۳

المقدس تک گیا تھا اور میں واپس بھی آ گیا تو ابوجہل اور دوسرے مشرکین مکہ مجھے جھٹلانے لگے، کہنے لگے، اچھا بتائیے بیت المقدس میں کتنی سیڑھیاں ہیں؟ کتنے پائے ہیں؟ میں یہاں بیٹھا ہوا ہوں، اب کوئی مجھ سے پوچھے کہ آپ فلاں جلسے میں گئے ہوئے تھے کتنے آدمی تھے آپ گنتی کر کے بتائیے، کون کون تھے کس کا کس محلے میں گھر ہے تو میں بتا پاؤں گا؟ آپ لوگوں میں کتنے آدمی حج کرنے گئے ہیں مگر مجھے صحیح بتا دیجئے کہ حجر اسود اور کعبہ کے دروازے کے بیچ میں کتنے فٹ کی لمبائی ہے یا حجر اسود سے مقام ابراہیم تک کتنے فٹ کی دوری ہے مجھے بتا سکتے ہیں آپ؟ اور کتنی اونچائی ہے اس کی؟ ایک ایک انچ جوڑ کر کے بتا دیجئے؟ بس سانس پھولنے لگے گی، دس دس حج کر کے نہیں بیس بیس حج کر کے جو آیا ہو گا وہ بھی نہیں بتا پائے گا اور اگر ناپنے کے لئے کھڑا ہو گیا تو پولس اسکا ہاتھ توڑ دے گی تو آپ ذرا سوچئے کہ رسول کریم ﷺ تشریف لے گئے تھے انبیاء کرام کی امامت کے لئے، اب یہ پوچھ رہے ہیں کہ بیت المقدس میں کتنے کھمبے ہیں، کتنی کھڑکیاں ہیں، کتنے دروازے ہیں، کتنی سیڑھیاں ہیں، اور کتنے در ہیں، کتنی محرابیں ہیں، کتنی لمبائی ہے، کتنی چوڑائی ہے، میرے آقا سرور کائنات ﷺ فرماتے ہیں: اللہ نے بیت المقدس کو میری نگاہوں کے سامنے کر دیا، میں بیت المقدس کو دیکھ رہا ہوں یہ لوگ ایک ایک بات مجھ سے پوچھ رہے ہیں اور میں ایک ایک بات دیکھ دیکھ کر بتاتا جا رہا ہوں، کتنی سیڑھیاں ہیں، کتنے ستون ہیں، کتنی محرابیں ہیں، میرے آقا سب بتاتے چلے جا رہے ہیں اور بھلا کیوں نہ بتائیں اللہ نے جو آپ کو حاضر ناظر بنا دیا تھا۔ "يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا" (۱) اے غیب کی خبر

(۱) پارہ ۲۶ رکوع ۹ سورہ فتح

دینے والے نبی بیشک ہم نے آپ کو حاضر و ناظر بنا کر بھیجا، نبی کی نگاہ نبوت کا کیا پوچھنا وہ جس پر نگاہ ڈال دیں وہ بھی نگاہ والا ہو جائے۔

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا
اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

رفیقان ملت! رسول اللہ کو حاضر و ناظر ماننا کوئی نیا مسلک نہیں ہے یہی صحابہ کا مسلک ہے، تابعین کا مسلک ہے، تبع تابعین کا مسلک ہے، ائمہ دین کا مسلک ہے، بلکہ یہی تمام اہل اسلام کا مسلک ہے اور یہی مسلکِ اعلیٰ حضرت ہے، اس لئے ہمیں اپنے سچے مذہب اور مسلک کی حفاظت کرنا بہت ضروری ہے یہ دینی مدارس اسی لئے قائم کئے گئے ہیں کہ لوگوں کے دین وایمان کی حفاظت کریں، علماء پیدا ہوں تاکہ ملک کے کونے کونے، گوشے گوشے، دیہات دیہات میں پہنچ کر دین کی اشاعت کریں۔ لوگوں کے دین وایمان کی حفاظت کا فریضہ انجام دیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مدارس اسلامیہ کو زندہ رکھے۔ ان کی خدمات کو قبولیت عامہ عطا فرمائے اور مسلمانوں کے دلوں میں ان کے تعاون کا جذبہ پیدا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق خیر دے اور ہمارے دین وایمان کی حفاظت فرمائے۔ بد مذہبوں کے اغواء اور ان کی گمراہ گری سے تمام اہل سنت کو محفوظ رکھے۔ آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

☆☆☆

چودہویں تقریر
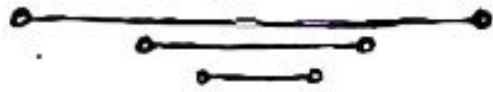
اسلام اور صلح کلی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی حَبِیْبِہِ الْکَرِیْمِ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہُ الْعَظِیْمِ، وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہُ الْمَبْعُوْثُ بِالدِّیْنِ الْقَوِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَاَکْمَلُ التَّسْلِیْمِ۔

اَمَّا بَعْـــــــدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ۔

رفیقان گرامی! ایک مرتبہ نہایت ادب واحترام کے ساتھ بارگاہ رسالت میں درود وسلام کا نذرانۂ عقیدت پیش کریں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَشَفِیْعِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مَّعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ مَنْبَعِ الْعِلْمِ وَالْحِلْمِ وَالْحِکَمِ۔

عزیزان ملت اسلامیہ! میرے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں تھا کہ آج میں آپ حضرات کے جھرمٹ میں اور اس بزم نور میں حاضری دے سکوں گا، مگر ہمارے کرم فرما جناب حاجی محمد یوسف صاحب زبردستی باگی تا کور جا کر مجھے یہاں لائے، جب کہ مجھے اس وقت کانپور پہنچنا چاہئے تھا، مگر انہوں نے میرے ساتھ جو زبردستی کی اس زبردستی کا بھی میں شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے کم از کم آپ حضرات سے ملاقات کرنے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بزم میں شرکت کا موقع فراہم کیا۔ بہر حال میں آپ حضرات کے لئے ہمیشہ دعائے خیر کرتا ہوں اور جہاں تک ہو سکے گا ان دعاؤں کا سلسلہ قائم رکھوں گا، میں آپ حضرات کے ساتھ رہوں یا نہ رہوں، میری

دعائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہیں گی۔

اب میں تھوڑی دیر آپ حضرات کی توجہ کا طالب ہوں اس بار ایسا اتفاق ہوا کہ مجھے اچانک U.K. یعنی انگلینڈ کی سرزمین پر جانا پڑا اور وہاں میرے احباب اور کچھ شاگردوں نے زور زبردستی کر کے مجھے روک لیا، جس کی وجہ سے امسال مجھے عرس رضوی میں شرکت کا موقع نہیں مل سکا۔ اس کی مکافات کیلئے میں نے وہیں U.K. کے شہر کولٹن میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے ذکر کی ایک بزم میں شرکت کرنے کی سعادت حاصل کی، چونکہ اس وقت میں صرف ہندوستان ہی سے نہیں بلکہ پورے ایشیاء سے بہت دور تھا، مگر آج میں ہندوستان میں آپ کی محفل میں ہوں اور آج جب مجھے موقع مل ہی گیا ہے تو تھوڑی دیر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کا ذکر جمیل اس اعتبار سے کر لینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ادائہ سہی قضا ہی کے طور پر عرس کی تقریب میں شرکت ہو جائے۔

رفیقان ملت! کسی بھی موضوع پر تھوڑی دیر تقریر کرنی ہی تھی۔ مگر میں نے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا ذکر اس وجہ سے چھیڑ دیا ہے کہ اس مرتبہ مجھے عرس رضوی میں شرکت کا موقع نہ مل سکا جس کا مجھے بیحد افسوس ہے، اور دوسری بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس زمانے میں حقانیت کی پہچان امام اہل سنت، مجدد دین وملت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی ہیں، انکا دامن جس کے ہاتھ میں آ گیا وہ ہدایت پر قائم ہے اور جس کے ہاتھ سے ان کا دامن چھوٹ گیا وہ شیطان کے فریب کا شکار ہے، یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ یہ حرمین طیبین کے علماء کا فیصلہ ہے، آج سے تیس سال پہلے جب میں پہلی بار زیارت حرمین طیبین کے لئے حاضر ہوا تھا تو اس وقت کے

بوڑھے بوڑھے علماء و مشائخ سے میری ملاقات ہوئی، تو ان میں سے کئی ایک علماء کی زبانی میں نے یہ کلمات سنے "اِنْ لَّمْ نَرَ الشَّیْخَ اَحْمَدَرَضَا وَلٰکِنْ رَاٰہُ مَشَایِخُنَا" یعنی ہم نے امام احمد رضا کو اگرچہ خود اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا مگر ہمارے استادوں اور پیروں نے انہیں دیکھا، اور ان دیکھنے والے مشائخ نے بتایا کہ ہمارے سامنے حق و صداقت اور ہدایت و ضلالت کے پہچاننے کا یہ معیار ہے کہ جب کوئی آدمی ہندوستان سے آتا ہے تو ہم شیخ احمد رضا خان کے بارے میں پوچھتے ہیں اگر وہ ان کی تعریف کرتا ہے تو سمجھ جاتے ہیں کہ وہ اہل سنت و جماعت سے ہے اور اگر ان کی برائی کرتا ہے تو جان جاتے ہیں کہ بدعتیوں اور گمراہوں میں سے ہے، یہی ہمارے نزدیک جانچنے کا معیار ہے۔ علمائے حرمین کے الفاظ یہ ہیں" اِذَاجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْھِنْدِ فَسَئَلْنَاہُ عَنِ الشَّیْخِ اَحْمَدَرَضَاخَان فَاِنْ مَدَحَہٗ عَلِمْنَا اَنَّہٗ مِنْ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَاِنْ ذَمَّہٗ عَلِمْنَا اَنَّہٗ مِنْ اَھْلِ الْبِدَعِ ھٰذَا ھُوَالْمِعْیَارُ عِنْدَنَا" (۱)

میں آپ کو امام احمد رضا کی عبقریت اور ان کا فقہی مقام سمجھانے کیلئے صرف ایک مثال دیتا چلوں، مولوی اشرف علی تھانوی کے پاس ایک سوال آیا کہ کافر کا جھوٹا پاک ہے یا ناپاک؟ اس کو پینا جائز ہے یا نہیں؟ مولوی اشرفعلی صاحب نے جواب لکھا۔ اس کا جھوٹا پاک ہے اور پینا جائز ہے۔ ظاہر ہے فقہ کی کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے" سؤرُ الآدمی طاہر" آدمی کا جھوٹا پاک ہے اسی کو دیکھ کر تھانوی صاحب نے جواب لکھ دیا۔ یہی سوال جب امام اہل سنت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے پاس آیا تو آپ نے تحقیقات نادرہ کا دریا بہاتے ہوئے یہ جواب لکھا" کہ پہلے تو یہی طے

(۱) حیات اعلیٰ حضرت

نہیں ہوا کہ کافر نے پانی کب پیا، کافر اپنے کھانے پینے میں پاکی، ناپاکی، حرام، حلال میں فرق نہیں کرتا، اگر شراب پینے کے فوراً بعد پانی پیا، تو منھ تو ناپاک تھا، اب ناپاک لبوں سے جو پانی لگا وہ بھی ناپاک ہوگیا، اسی طرح اگر کسی مردار کا گوشت کھانے کے فوراً بعد پانی پیا، تب بھی وہ پانی ناپاک ہوگیا، اس لئے مطلق یہ بات نہیں کہی جاسکتی کہ کافر کا جھوٹا پاک ہے بلکہ اس میں تفصیل ہے پھر اگر مان بھی لیا جائے کہ کافر کے بارے میں ہمیں تحقیق نہیں کہ اس نے شراب پی ہے کہ نہیں، کوئی ناپاک چیز استعمال کی ہے کہ نہیں، جب بھی احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کا جھوٹا نہ پیا جائے صرف احتیاط ہی کی بنیاد پر تو بلی کا جھوٹا مکروہ ہے، کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ بلی نے چوہا کھایا ہو اور اسکے بعد برتن میں منھ ڈالا ہو، تو اس احتمال کی بنیاد پر اسکا جھوٹا مکروہ ہوا، اور کافر کے بارے میں بھی یہی احتمال موجود ہے کہ اس نے کوئی ناپاک چیز استعمال کی ہو۔ اس لئے اس کے جھوٹے سے بھی بچنا چاہئے۔ آگے فرماتے ہیں، اگر مان بھی لیا جائے کہ اس نے کلی کرنے کے بعد پانی پیا، پھر بھی ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جھوٹا پینے کے معاملے میں دنیا کا رواج کیا ہے؟ آدمی کسی بزرگ کا جھوٹا پیتا ہے، کسی دوست کا جھوٹا پیتا ہے، کسی چہیتے کا جھوٹا پیتا ہے، کیا کوئی اپنے دشمن کا جھوٹا بھی پیتا ہے؟ جس سے نفرت کرتا ہے، اس کا جھوٹا بھی پیتا ہے؟ ہرگز نہیں، تو دنیا کے لوگوں کا رواج یہی ہے کہ وہ بزرگوں کا جھوٹا تبرک کے طور پر پیتے ہیں، یا اپنے دوستوں کا جھوٹا ان کی محبت اور دوستی کے سبب پیتے ہیں، تو اس عرف اور رواج کی وجہ سے اگر کوئی شخص کافر کا جھوٹا پیئے گا تو دیکھنے والے یہی سمجھیں گے کہ اس نے تبرک کے طور پر نہ سہی کم از کم کافروں سے دوستی

اور محبت کی وجہ سے ضرور پیا ہوگا جبکہ کافروں سے دوستی اور محبت حرام ہے۔قرآن عظیم فرماتا ہے "لَاتَتَّخِذُوْا اٰبَآءَكُمْ وَاَبْنَآءَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَعَلَى الْاِيْمَانِ " (۱) تم اپنے باپ دادا اور اپنے بیٹوں کو اپنا دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان پر ترجیح دیں، یعنی اپنے باپ، دادا اور اپنی اولاد کو بھی دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو پسند کریں۔

ذرا غور فرمائیں کہ جب اپنے باپ اور بیٹوں کے معاملے میں قرآن کا یہ فیصلہ ہے تو دوسرے گرے پڑے کافروں کے بارے میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ان کا جھوٹا پینا بلا کراہت جائز ہے، قرآن نے تو یہ فرمایا اور حدیث میں رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں " مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَقِفَنَّ مَوَاقِفَ التُّهَمِ " (۲) جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ ہرگز ایسا کام نہ کرے جس میں تہمت کا ڈر ہو کہ تم نے ایک کافر کا جھوٹا پیا، لوگ سمجھیں گے کہ شاید اسکو بزرگ سمجھتا ہے، یا اس سے دوستی رکھتا ہے، اور اس کے ساتھ خلط ملط رہتا ہے، اس لئے اسکا جھوٹا پیا ہے اور اس کی وجہ سے تمہاری دین داری کے اوپر دھبہ پڑے گا، اس لئے امام اہل سنت اخیر میں فرماتے ہیں کہ بلا شبہ ہم کسی کافر کے جھوٹے کو بغیر کسی کراہت کے جائز اور پاک قرار نہیں دیتے تو اب ذرا سوچو کہ امام احمد رضا کی فقہی بصیرت اور دقت نظر کا کیا عالم تھا۔ان کی دینداری اور دین کے معاملے میں ان کے حزم واحتیاط اور عزم وتقوی کی کیا شان تھی، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب انہوں نے چھوٹے چھوٹے مسائل میں اس قدر احتیاط سے کام لیا ہے تو دین کے بنیادی و اعتقادی مسائل میں کس قدر احتیاط سے کام

(۱) پ ۱۰ رکوع ۹ (۲) ابوداؤد شریف کتاب الادب

لیا ہوگا۔ اللہ تعالی نے امام احمد رضا کو وہ علمی جلالت اور فقہی بصیرت عطا کی تھی اور وہ خداداد صلاحیت عطا فرمائی تھی کہ مکہ شریف کے فقیہ جلیل حضرت مولانا سید اسماعیل علیہ الرحمہ بن مولانا سید خلیل علیہ الرحمہ نے آپ کے فتاوی کے صرف چند اوراق ملاحظہ فرما کر یہاں تک لکھ دیا کہ واللہ اقول والحق اقول: " لَوْ رَآهَا اَبُوْحَنِيْفَةَ النُّعْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَاَقَرَّتْ عَيْنُهُ وَلَجَعَلَ مُؤَلِّفَهَا مِنْ جُمْلَةِ الْاَصْحَابِ " (۱) اگر امام اعظم ابوحنیفہ اپنے زمانے میں امام احمد رضا کے ان فتاوی کو دیکھ لیتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجاتیں اور اپنے خاص شاگردوں کی صف میں بٹھاتے امام ابویوسف کے پاس بٹھاتے، امام محمد کے پاس بٹھاتے، امام زفر کے پاس بٹھاتے، امام عبداللہ ابن مبارک کے پاس بٹھاتے، ذرا سوچو! کہ علمائے حرمین طیبین امام احمد رضا کے بارے میں کتنا بلند تصور رکھتے تھے، کیا اس سے ان کی عظمت شان سمجھ میں نہیں آتی؟ اس بنا پر ہم ہمیشہ اس دور میں لوگوں کو تلقین کرتے ہیں کہ امام احمد رضا کا دامن مضبوطی سے تھامے رہو، اور دیوبندی لوگ سب کو یہ تلقین کرتے ہیں کہ مولوی احمد رضا ایک معمولی مولوی تھے، ایک معمولی میلاد خواں تھے، ان سے بیشمار غلطیاں ہوئیں، وہ بدعتی تھے، گمراہ تھے، اس لئے ان سے دور رہو، امام احمد رضا کے اندر عیب نکالتے ہیں، تو عیب لگانا وہابیوں کی خصلت ہے اور ان کی عظمت بیان کرنا سنیوں کا طریقہ ہے، جس کو جو طریقہ پسند آئے وہ اختیار کرے، مگر آخرت میں جواب دینے کے لئے تیار رہے۔

رفیقان ملت وعزیزان گرامی! اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو کرنے

(۱) انوار رضویہ ص ۲۰۹ مطبوعہ لاہور۔ الاجازات المتینہ مطبوعہ بریلی ص ۲

کیلئے بڑا لمبا وقت چاہئے، ایک دو دن میں اعلیٰ حضرت کا ذکر تمام نہیں ہوسکتا، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ ایسے عالم نہیں تھے جو دس پانچ علوم میں مہارت رکھتے ہوں بلکہ وہ اپنے اندر علم کا ایسا خزانہ رکھتے تھے کہ جب کتابوں کے علوم گنے گئے تو تقریباً ۵۰ سے زیادہ علوم وفنون پر مشتمل ایک ہزار سے زائد ان کی تصانیف نکلیں، جن موضوعات پر آپ نے قلم اٹھایا تحقیق کا حق ادا کردیا۔ ہر فن میں آپ نے یادگار تصانیف چھوڑیں، ان میں منطق بھی ہے، فلسفہ بھی ہے، فقہ بھی ہے، تفسیر بھی ہے، حدیث بھی ہے، بلاغت ومعانی بھی ہے، عروض وقوافی بھی ہے، بدائع وصنائع بھی ہے، نحو وصرف بھی ہے، ہیئت، ہندسہ، سائنس، جغرافیہ، ریاضی، علم نجوم، علم ہیئت، علم حساب، علم رمل، علم جفر، علم لغت، ان کے علاوہ اور بھی بہت سے علوم وفنون میں ان کی تصانیف وتحقیقات منصۂ شہود پر آچکی ہیں، ان کی گوناگوں خوبیوں اور خداداد صلاحیتوں کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے:

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

کسی ڈاکٹر کو کسی ایک فن میں اسپیشلسٹ بننے کے لئے برسا برس کوشش کرنی پڑتی ہے، تب کہیں جا کر اس میں مہارت پیدا ہوتی ہے مگر امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ صرف ایک دو علوم وفنون میں نہیں بلکہ پچاس سے زائد علوم وفنون میں یکساں مہارت رکھتے تھے یہ خوبی، اور یہ کمال کسبی نہیں ہے بلکہ عطائی اور وہبی ہے۔

چنانچہ خود ارشاد فرماتے ہیں: کہ میرے والد ماجد بعض علوم کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ ان پر زیادہ وقت نہ خرچ کرو، دین کے علوم

پر زیادہ وقت لگاؤ، خارجی علوم پر کم وقت خرچ کرو، اب یہ جتنا ہوگیا اتنے ہی پر بس کرو، اس پر میں کہتا کہ ابا حضور میرا شوق تو پورا ہوجانے دیجئے، تو والد ماجد فرماتے کہ بیٹا گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے یہ سارے علوم بارگاہ رسالت سے تمہارے سینے میں انڈیل دیئے جائیں گے، اور یونہی تمہیں عطا کردیئے جائیں گے، چنانچہ والد ماجد کے اس ارشاد عالی سے مجھے تسلی ہوجاتی اور اب الحمدللہ یہ سارے علوم فنون ہم کو بارگاہ رسالت سے عطا کردیئے گئے ہیں خود ہی فرماتے ہیں:

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہئے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

☆

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

والد ماجد کے ارشاد کے مطابق امام احمد رضا کو اس طرح عطائیں ملیں کہ وہ امام اہل سنت اور مجدد دین وملت ہوگئے۔

مجدد کوئی معمولی درجہ کا انسان نہیں ہوتا، حضرت مجدد الف ثانی شیخ سرہندی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ "مجدد کا مرتبہ عام لوگوں کو معلوم نہیں ہوتا، مجدد وہ ہوتا ہے کہ اس کے زمانے کے تمام اولیاء کرام بڑے ہوں کہ چھوٹے، یہاں تک کہ اس کے دور کے اقطاب بھی اس کے خادم ہوتے ہیں اور اس کے ماتحت ہوتے ہیں" اب آپ سوچیں کہ امام اہل سنت کیا تھے، وہ سارے اولیاء کرام جو ان کے زمانے میں تھے وہ سب کے امام تھے، صرف علماء ہی کے امام نہیں، مشائخ کے بھی امام تھے، اولیاء زمانہ کے

بھی امام تھے۔ اس لئے ان کا رتبہ بہت بلند وبالا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی قبر انور پر قیامت تک بے حساب رحمت کی بارش فرمائے اور ان کے فضل وکرم، علم وعمل کی چند جھلکیں ہم گنہگاروں کو بھی عطا فرمائے درود پاک پڑھیئے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ......

پیارے اسلامی بھائیو! آپ حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ روزی کا معاملہ انسان کی ایک بنیادی ضرورت ہے، دین اسلام اس لئے نہیں آیا ہے کہ لوگوں سے صرف نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا کام لے، بلکہ دین اسلام اس لئے آیا ہے کہ انسان کی ساری ضرورتوں کی کفالت کرے، چاہے مسجد کی ضرورت ہو یا گھر کی، بازار کی ضرورت ہو یا خلوت وجلوت کی، کیونکہ اسلام ایک مکمل دستور حیات ہے، اسلام انسان کی زندگی کے تمام گوشوں پر محیط ہے...... ایک مرتبہ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ مشرکوں نے دین اسلام کا مذاق اڑاتے ہوئے ایک اعتراض کیا" ھٰذَا نَبِیُّکُمْ یُعَلِّمُکُمْ کُلَّ شَیْءٍ" یہ تمہارے نبی عجیب وغریب ہیں ہر چیز کی تم کو تعلیم دیتے ہیں، یہاں تک کہ ہگنے اور موتنے کا بھی ڈھنگ بتاتے ہیں، یہ کیسے نبی ہیں؟ نبی کا تو یہ کام نہیں ہے کہ لوگوں کو پیشاب کرنے کا طریقہ بتائے، پاخانہ کا ڈھنگ بتائے، نبی کا کام تو یہ ہے کہ لوگوں کو عبادت کا ڈھنگ بتائے، لوگوں کو اللہ سے قریب ہونے کا طریقہ سکھائے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا نَعَمْ ہاں! ہمارے نبی ہر چیز کی ہمیں تعلیم دیتے ہیں، ہمارے نبی وہ ہیں کہ ہمیں مکمل دین سکھاتے ہیں اور ہمیں انسان کامل بناتے ہیں، ہمارے نبی وہ ہیں کہ انہوں نے ہمیں پیشاب اور پاخانہ کا طریقہ بھی بتایا اور یہ بھی بتایا کہ جب بھی تم پیشاب، پاخانہ کرو تو قبلہ

کی طرف اپنا چہرہ اور اپنی پیٹھ نہ کیا کرو، کہ نماز کیلئے بھی قبلے کی طرف اپنا چہرہ کرتے ہو اور اپنی گندگی خارج کرتے وقت بھی اسی سمت چہرہ کر کے بیٹھ جاؤ یہ اچھا نہیں، ہمارے سرکار یہ بھی فرماتے ہیں کہ کوئی آدمی گوبر سے استنجا نہ کرے، ہڈی سے استنجا نہ کرے، اور اسی طرح ان تمام چیزوں سے استنجا نہ کرے جو گندگی کو پاک نہیں کرتیں بلکہ اسے پھیلاتی ہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا دین ایک مکمل دستور زندگی ہے، ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، جس میں انسان کو چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی ہر چیز کا طریقہ بتایا گیا ہے اور یہ صرف مذہب اسلام کی خصوصیت ہے، جس میں انسانی زندگی کے تمام مسائل کو بتا دیا گیا ہے تاکہ انسان اپنا سارا کام اپنے دین کے مطابق کرے، تو ہماری ضرورتوں میں ایک ضرورت روزی کمانا بھی ہے، کیا اللہ نے مسلمانوں کو کہیں یہ حکم دیا ہے کہ ہمیشہ روزہ رکھا کرو اور روزی کی فکر نہ کرو، ہر وقت بھوکے رہا کرو کھانا نہ کھاؤ، کیا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس کا حکم دیا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے جہاں نماز روزے کا حکم دیا ہے وہیں روزی کمانے کا بھی حکم دیا ہے کہ تم لوگ روزی تلاش کرو، تم لوگ روزی کے لئے کوشش کرو، روزی کیلئے ادھر ادھر جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ چنانچہ قرآن عظیم کی سورۂ بقرہ پڑھیں تو بات واضح ہوگی کہ کچھ لوگ حج کے زمانے میں جب حج کے لئے جاتے تھے تو اپنے ساتھ کچھ مال تجارت بھی لے جاتے تھے تاکہ اس کو بیچ کر روزی روٹی کما سکیں، کچھ حاجی اپنے ساتھ مال تجارت لے جا کر ضرورت مندوں کو بیچتے تھے اور کچھ حاجی اپنے ساتھ اونٹ لیکر جاتے تھے تاکہ اہل کرایہ پر چلا کر کچھ روزی کمائیں بعض لوگوں نے اعتراض کیا اور کہا کہ

اب اسلام آ گیا ہے اور اسلام نے حج کو ایک عبادت قرار دیا ہے اس لئے حج کے زمانے میں صرف عبادت ہونی چاہئے تجارت نہیں، تو قرآن عظیم کی آیت نازل ہوگئی "لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ" (۱) تمہارے اوپر اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تم حج کے زمانے میں اللہ کی روزی تلاش کرو، حج کے زمانے میں تجارت منع نہیں ہے جبکہ تجارت سے ادائے حج میں خلل نہ پڑے۔ حج کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عرفات کے میدان میں نیت باندھ کر کھڑے ہوجاؤ اور صبح سے لے کر غروب آفتاب تک صرف عبادت کرو، نہ کسی سے بات کرو، نہ کوئی تجارت کرو، نہ پیشاب کرو نہ پاخانہ کرو، نہ کھاؤ نہ پیو، کیا حج کا یہی معنی ہے؟ نہیں۔ اس لئے قرآن پاک کی اس آیت سے ثابت ہوگیا کہ روزی کی طلب میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر کوئی بندش نہیں لگائی، مگر ہاں اس وقت بندشیں ضرور ہیں کہ روزی کی تلاش میں آدمی کے کمالات رک جائیں، آدمی کا کمال اسکی کامل عبادت کی وجہ سے ہے، اگر تجارت کی وجہ سے عبادت میں زوال آئے گا تو آدمی کمال سے زوال کی طرف پلٹ جائے گا۔ تجارت کر رہا ہے اور دوکان پر بھیڑ لگی ہے اور اس کی وجہ سے نماز قضا کرتا چلا جارہا ہے، تو اسلام اس طریقے پر کاروبار کی اجازت نہیں دیتا، اسی لئے قرآن عظیم میں فرمایا گیا۔ "يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ" (۲) اے ایمان والو! جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو...... آپ ذرا غور کریں، کاروبار عبادت

(۱) پارہ ۲ سورکوع ۹ (۲) پارہ ۲۸ سورکوع ۱۲

میں رخنہ ڈال رہا تھا، خدا کے قرب اور انسان کے کمالات میں رکاوٹ بن رہا تھا، اس لئے اس تجارت کو روک دیا گیا تا کہ سعی الی الجمعہ میں رکاوٹ نہ پیدا ہو، اب اس تجارت کو اتنی دیر روکنے کی وجہ سے آدمی یہ نہ سمجھے کہ ہمارے پچاس گراہک واپس ہوگئے اور دو چار لاکھ کا نقصان ہوگیا، یہ سوچ غلط ہے اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے " فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا " (۱) پھر جب نماز ہو چکے تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو، یعنی جتنی روزی ملتی جائے اتنا ہی شکر کرو اتنا ہی ذکر کرو، اتنا ہی اللہ کو یاد کرو، ذرا دیکھو! اللہ تبارک وتعالیٰ کو جب اپنی عبادت کرانی ہوئی تو دوکانیں بند کرا کے تم کو اپنی بارگاہ میں بلالیا، اور جب تم کو روزی دینا ہوا تو فرمایا اب ہمارے دربار سے باہر نکلو، روزی کا دربار ہم نے زمین میں پھیلا دیا ہے، وہاں تلاش کرو، مسجد میں ہم نے بلایا تھا نماز کیلئے، تمہاری بزرگی کے لئے، تمہارے کمال کے لئے، اور اب تم کو روزی کی ضرورت ہے تو مسجد سے باہر نکلو، مگر یاد رکھو روزی کمانے میں اتنا منہمک نہ ہوجاؤ کہ فرائض وواجبات کے لئے وقت نہ مل سکے، بلکہ اذان ہوتے ہی کاروبار بند کر کے مسجد کی طرف دوڑ پڑو اور یہ خیال نہ کرو کہ اتنی دیر میں میرا اتنا نقصان ہوگیا یہ سوچ اسلامی نہیں ہے کیوں کہ روزی اللہ نے پیدائش سے پہلے ہی مقدر فرما دی ہے اللہ کے رسول سرور کائنات فرماتے ہیں " كَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيْرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِخَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ " (۲) پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے انسان کی تقدیر لکھ دی ہے، پھر

(۱) پارہ ۲۸ سورکوع ۱۲ (۲) مشکوٰۃ شریف ص ۱۹، باب الایمان بالقدر

میرے آقا فرماتے ہیں کہ انسان پیدا ہونے سے پہلے چالیس دن تک ماں کے پیٹ میں نطفہ کی صورت میں رہتا ہے، پھر چالیس دن تک عَلَقہ یعنی خون بستہ کی صورت میں رہتا ہے، پھر چالیس دن تک مضغہ یعنی لوتھڑا کی صورت میں رہتا ہے، پھر چار باتوں کو متعین اور مقدر کر دیا جاتا ہے عمل، عمر، رزق اور شقاوت و سعادت، ان چار چیزوں میں نہ کمی ہو سکتی ہے نہ زیادتی، حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ "ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ اِلَيْهِ مَلَكًا بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ فَيَكْتُبُ عَمَلَهُ وَاَجَلَهُ وَرِزْقَهُ وَشَقِيٌّ اَوْ سَعِيْدٌ ثُمَّ يَنْفُخُ فِيْهِ الرُّوْحَ" پھر اللہ تعالیٰ اسکی طرف چار باتوں کے ساتھ ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو اسکا عمل، اسکی موت اور اسکا رزق اور شقاوت و سعادت لکھتا ہے پھر اس میں روح پھونکتا ہے (۱) آدمی کی عمر کتنی ہوگی اس نے پہلے ہی فیصلہ فرما دیا، اب کوئی آدمی کسی ڈاکٹر سے مشورہ کر کے یا علاج کرا کے اپنی عمر میں ایک منٹ بھی نہیں بڑھا سکتا اور اس کی روزی کا فیصلہ بھی اللہ تعالیٰ نے اسکی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے کر دیا، کہ کتنی روزی ملے گی، اب روزی میں نہ کمی ہو سکتی ہے نہ زیادتی۔ اور کون نیک بخت ہے اور کون بد بخت، یہ بھی پچاس ہزار سال پہلے اللہ نے لکھ دیا ہے۔

تو اب آپ بتائیے کہ کیا روزی انسان اپنے بل بوتے پر کما سکتا ہے؟ نہیں روزی انسان کی تقدیر سے ملا کرتی ہے، انسان کی تقدیر میں اللہ نے جتنی روزی لکھدی ہے اتنی روزی ہر حال اس کو ملے گی، اگر روزی میں اللہ نے تنگی رکھی ہے تو ہزار کوشش کرو، ہزار عقلیں لگاؤ، ہزار جد و جہد کرو، ہزار اسباب مہیا کرو، لیکن روزی کی تنگی دور نہ ہو پائے گی، روزی کی تنگی

(۱) مشکوٰۃ ص ۲۰ باب الایمان بالقدر

تمہارے ساتھ ہی رہے گی ہاں یہ ضرور ہے کہ رسول پاک ﷺ نے تمہارے لئے کچھ ایسے طریقے بتا دیئے ہیں کہ تمہیں تنگ حالی کا احساس نہ ہو، آدمی بیمار ہو، اور بیماری سے زیادہ اس کو بیماری کا احساس ہو، تب تو وہ مرجائے گا، آدمی بیمار نہ ہو اور وہ سمجھے کہ میں بیمار ہوں، اب تو اس کو سیڑھی پر چڑھنے اور اترنے میں بھی تکلیف ہوگی، لوگوں سے بات کرے گا تکلیف محسوس کرے گا اور ڈرے گا کہ کہیں میرا ہارٹ اٹیک نہ ہو جائے، کہیں میں چلتے چلتے راستے میں نہ گر جاؤں، احساس کمتری بڑی چیز ہوا کرتی ہے اس لئے میرے آقا نے بدحالی کو دور کرنے کے لئے کچھ دعائیں اور طریقے بتا دیئے ہیں کہ تم ان دعاؤں کو پڑھو تو تمہیں تنگی کا احساس نہ ہوگا، تم تنگ حالی میں رہو گے تب بھی مطمئن رہو گے، تم سوکھی روٹی کھاؤ گے مگر اس میں بھی تم کو سکھ ملے گا، چین ملیگا، پراٹھا اور پلاؤ اڑانے والے اتنا چین نہ پائیں گے جتنا تم سوکھی روٹی اور پیاز کے ٹکڑے کھا کر آسودگی محسوس کرو گے، اس طرح کے بیشمار نسخے میرے آقا سرور کائنات نے صحابہ کو بتائے ہیں بے شمار حدیثیں اس باب میں ملتی ہیں ان میں سے ایک حدیث میں بیان کرتا ہوں۔

میرے آقا سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا "اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِيْ رُوْعِيْ اَنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا اَلَا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ" (۱) جبرئیل امین نے مجھے الہام کیا۔ میرے دل پر یہ وحی اتاری کہ کوئی جاندار اس وقت تک مر ہی نہیں سکتا جب تک اپنی پوری روزی نہ پالے۔ اس لئے تم لوگ اللہ سے ڈرو اور طلب معاش میں میانہ روی اختیار کرو، جب تک پوری روزی نہ پاجائے گا اس وقت تک

(۱) مشکوٰۃ ص ۴۵۲ باب التوکل والصبر

مر ہی نہیں سکتا، ایک ایک دانہ، ایک ایک ذرہ، ایک ایک حبہ جب تک اس کو نہ مل جائے وہ مرے گا نہیں، یعنی جب تک روزی کا کچھ بھی حصہ باقی ہے آدمی پر موت طاری نہیں ہو سکتی، اب ذرا سوچو جب آدمی پوری روزی لئے بغیر مر ہی نہیں سکتا تو پھر روزی کے لئے اس قدر اٹھا پٹخ کیوں، اس قدر بھاگم بھاگ کیوں؟ اس قدر لالچ کیوں؟ اس کے لئے تم اپنی عبادتوں کو کیوں چھوڑتے ہو؟ دوسرے کے حقوق پامال کیوں کرتے ہو؟ اس لئے میرے آقا فرماتے ہیں "أَلَا فَاتَّقُوا اللهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ" (۱) تم اپنے اندر پرہیزگاری پیدا کرو، اور طلب معاش میں درمیانی راہ اختیار کرو، بہت لالچ بھی نہیں، بہت بے نیازی بھی نہیں۔ اس حدیث کا یہ بھی مطلب نہیں ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہو اور یہ سمجھو کہ جب مقدر میں روزی ہے تو مل ہی جائے گی، اللہ چھپڑ پھاڑ کے دے ہی دے گا، کیا ضرورت ہے مارکیٹ جانے کی، کیا ضرورت ہے مزدوری کرنے کی، کیا ضرورت ہے نوکری کرنے کی، کیا ضرورت ہے فیکٹری چلانے کی، جب روزی مقدر ہے تو مل ہی جائے گی ...... میرے آقا فرماتے ہیں ایسا بھی نہ کرو اور ایسا بھی نہیں کہ اسکی ہوس میں ڈوب جاؤ، ۲۴ گھنٹہ روزی کی تلاش میں لگے رہو، یاد رکھو کسی کی ہوس سے روزی کا ایک دانہ بڑھ نہ جائے گا اور کسی کی بے نیازی سے روزی کا ایک دانہ گھٹ نہ جائے گا، روزی کی تلاش میں درمیانی راستہ اختیار کرو، اعتدال کا راستہ اختیار کرو، یہ اس حدیث کا حاصل ہے، روزی انسان کی عقل، انسان کے ہنر، انسان کی طاقت سے نہیں ملا کرتی ہے، بلکہ تقدیر الٰہی سے ملتی ہے۔ اللہ کے رسول سرور عالم ﷺ نے اس نکتے کو بہت

(۱) مشکوۃ ص ۴۵۲ باب التوکل والصبر

آسان پیرائے میں حل کر دیا ہے اور آپ خود بھی دیکھیں کہ دنیا میں بڑے بڑے علم والے اونچی اونچی سند اور سرٹیفکٹ رکھنے والے، مشکل سے مشکل فن میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری رکھنے والے، ادھر اُدھر جوتیاں چٹخارتے پھر رہے ہیں، ان کو نوکری نہیں مل پا رہی ہے، در بدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں، روزی کی تنگی ان کے اوپر مسلط ہے اور ٹھیک اسی کے برعکس بہت سے انگوٹھا چھاپ کروڑوں اور اربوں کا بزنس اور تجارت کر رہے ہیں، بڑی بڑی فیکٹریاں چلا رہے ہیں، بڑے بڑے محلوں میں اترا رہے ہیں، اور بڑے بڑے علم و عقل والے ان کے یہاں نوکری کر رہے ہیں، اب یہ بات صاف ہوگئی کہ علم و عقل کے بل بوتے پر روزی ملتی تو عقل والے کو زیادہ ملتی مگر روزی علم و عقل کی بنیاد پر نہیں ملتی، بلکہ تقدیر الٰہی سے ملتی ہے۔ اس لئے شیخ سعدی کہتے ہیں:

اگر روزی بدانش در فزودے

زناداں تنگ روزی تر نہ بودے (۱)

اور عربی کے ایک شاعر نے اسی مفہوم کو اس طرح ادا کیا ہے:

كَمْ عَاقِلٍ عَاقِلٍ اَعْيَتْ مَذَاهِبُهُ

وَكَمْ جَاهِلٍ جَاهِلٍ تَلْقَاهُ مَرْزُوْقاً (۲)

یعنی اگر انسان کو عقل و دانش کی بنیاد پر روزی کا خزانہ تقسیم کیا جاتا تو بیوقوفوں سے زیادہ دنیا میں تنگ روزی والا کوئی اور نہ ہوتا، حالانکہ بیوقوفوں کو دیکھتے ہیں کہ ان کو روزی مل گئی ہے اور عقلمند لوگ بیوقوف بنے بیٹھے ہوئے ہیں، اس لئے آپ روزی کے معاملے میں خود کو ہوس کا شکار نہ ہونے دیں، اور بالکل حریص نہ ہو جائیں، اور روزی کی طرف سے بالکل

(۱) گلستاں ص ۶۳ (۲) دروس البلاغہ ص ۱۷

بے نیاز بھی نہ رہیں ہاں روزی میں برکت کے کچھ طریقے ہیں جس سے روزی بڑھتی ہے مال بڑھتا ہے مگر آپ یہ نہ سمجھیں کہ تقدیر سے زیادہ بڑھ جائے گا بلکہ تقدیر میں جتنا بڑھا ہوا ہے اتنا بڑھے گا، میرے آقا سرور عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں "مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّبْسَطَ لَهٗ فِيْ رِزْقِهٖ وَيُنْسَأَ لَهٗ فِيْ اَثَرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ" (۱) جو آدمی یہ چاہتا ہے کہ اللہ اس کی روزی بڑھا دی جائے، اس کی عمر میں اضافہ کر دیا جائے اس طور پر کہ مرنے کے بعد اس کا چرچا ہوتا رہے "فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ" (۲) تو صلہ رحمی کرے، اپنے رشتہ داروں کی خبر گیری کرے، ان کی ضرورتوں کو پورا کرے، ایسا کرنے سے اس کی روزی اور اس کی عمر بڑھ جائے گی، عمر کے بڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ جب مرے گا تو مرنے کے بعد لوگ اس کی تعریف کریں گے، اس کا اچھا ذکر ہوا کرے گا، ذرا دیکھو میرے آقا سرور کائنات ﷺ نے کتنا اچھا نسخہ بتایا، اس نسخہ پر عمل کر کے ہم نے بھی تجربہ کیا اللہ کا فضل ہے کہ جب ہم صلہ رحمی کرتے ہیں تو ہمارے اوپر مال کی برسات ہونے لگتی ہے اور ہمیں اپنی عمر میں اتنی برکت محسوس ہوتی ہے کہ پینسٹھ سال کی عمر ہوگئی مگر اب بھی جوان نظر آتے ہیں، اور یہ برکت بھی ہمیں نظر آتی ہے کہ ابھی مرے نہیں ہیں، مگر ابھی سے اللہ تعالیٰ ہماری تعریف کروا رہا ہے، مسلمانوں کی زبان پر ہمارا چرچہ جاری ہے اور مریں گے تب بھی اللہ تعالیٰ بندوں سے ہماری تعریف کرائے گا۔

رفیقان ملت! روزی بڑھتی ہے اور عمر بھی بڑھتی ہے مگر بڑھنے کا معنی میں آپ کو بتاؤں، بڑھنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عمر کوئی پلاسٹک ہے جس کو

---

(۱) مشکوٰۃ ص ۴۱۹ باب البر والصلۃ (۲) ایضاً

کھینچ کر بڑھا دیا جائے، عمر کوئی ربڑ کا ٹکڑا نہیں ہے جس کو کھینچ کر ایک فٹ سے دو فٹ بنا دیا جائے، بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ اس میں برکت دیتا ہے۔
چنانچہ میرے آقا سرور کائنات ﷺ نے جب قیامت کی نشانیوں کا ذکر کیا تو ارشاد فرمایا "لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَتَقَارَبَ الزَّمَانُ فَتَكُوْنُ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ وَتَكُوْنُ الْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ وَيَكُوْنُ الْيَوْمُ كَالسَّاعَةِ وَتَكُوْنُ السَّاعَةُ كَالضَّرْمَةِ بِالنَّارِ" (۱) قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ وقت جلدی جلدی نہ گزرنے لگے، تو سال مہینہ کی طرح ہو جائے گا اور مہینہ ہفتہ کی طرح، اور ہفتہ دن کی طرح، اور دن گھنٹے کی طرح، اور گھنٹہ آگ کا شعلہ بھڑکنے کی طرح، یعنی وقت میں تنگی آ جائے گی اور اس کی برکت اٹھ جائے گی، یہ دن آیا، وہ دن آیا، سال گزر گیا، پانچ سال گزر گئے، بیس سال ہو گئے پتا ہی نہ چلا کہ یہ کب ہوا۔ معلوم ہوگا کہ کل کی بات ہے، ہم نے خود اپنے بچپن میں دیکھا ہے کہ ایک دن کتنا لمبا ہوتا تھا کتنے بڑے بڑے کام دن بھر میں ہو جاتے تھے، ایک ایک عالم کتنی کتنی کتابیں لکھ دیتے تھے، اساتذہ تھوڑے دنوں میں کتنے شاگرد پیدا کر دیتے تھے آدمی کتنے مکانات بنوا لیتے تھے، مشائخ پیری مریدی کا حلقہ کتنا وسیع کر لیتے تھے، مفتیان کرام ایک دن میں کتنے استفتاء کا جواب دیتے تھے، صوفیائے عظام کتنے لوگوں کو تعویذ لکھ کر دے دیا کرتے تھے، ہم تعویذ لکھنے بیٹھتے ہیں تو دو چار تعویذ لکھتے لکھتے کلائی دکھنے لگتی ہے، گھڑی کی سوئی کہاں سے کہاں پہنچ جاتی ہے، مگر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ بھی تعویذ لکھنے کے لئے بیٹھتے تھے اور ایک بیٹھک میں جب تک ڈیڑھ ہزار تعویذ نہ لکھ

---

(۱) رواہ الترمذی، مشکوٰۃ شریف ص ۴۷۰ باب اشراط الساعۃ

لیتے آپ کا قلم نہیں رکتا تھا، ایسا اس لئے تھا کہ ان کے وقت میں برکت تھی، تو معلوم ہوا کہ وقت میں برکت ہوتی ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک آدمی کے وقت میں برکت ہو اور ایک میں برکت نہ ہو، ایک آدمی تھوڑے سے وقت میں زیادہ کام کرلے اور دوسرا زیادہ وقت میں تھوڑا کام کرے، یہ بے برکتی کا نتیجہ ہے، میں بتا رہا تھا کہ مال زیادہ ہوجاتا ہے اسکا معنی یہ ہوا کہ آدمی تھوڑے سے مال میں زیادہ کام کرلیتا ہے، اور مال کم ہوجاتا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ مال بہت زیادہ ہے مگر تمہارے اوپر اتنی مصیبتیں آئیں کہ وہ مال کم پڑ گیا، وہ مال تمہارے لئے کافی نہ ہوسکا، دیکھتے نہیں ہو کہ ایک آدمی بہت مالدار ہے لیکن اسکے گھر میں یہ بیمار، وہ بیمار، ادھر فتنہ، اُدھر فساد، یہ مقدمہ، وہ مقدمہ، اب جناب ان کو اِدھر دو، اُن کو اُدھر دو، اسی میں سارا پیسہ ختم، سارا بینک بیلنس فیل ہوگیا، تو یہ ہے بے برکتی کا نتیجہ، اور ایک آدمی کے پاس سو روپے تھے اور گھر میں اللہ کے فضل سے سب تندرست اور صحت مند رہے اور نہ کوئی مقدمہ نہ کچہری، سب کا کام باقاعدہ چلتا رہا، اس لئے سال بھر تک اس کا جمع کیا ہوا سو روپیہ بچا رہا جبکہ اس دوسرے آدمی کے لاکھوں روپے سال بھر میں بالکل صاف ہوگئے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ سو روپے والا زیادہ خوشحال ہے بمقابلہ اس لاکھ پتی کے کہ یہ لاکھ پتی ہونے کے باوجود بالکل کنگال ہوگیا، اور وہ کم پیسے کے باوجود خوشحال رہا تو مال زیادہ ہونے، مال کم ہونے، عمر کے زیادہ ہونے، عمر کے کم ہونے کا یہ معنی ہوتا ہے۔

میرے آقا سرورِ کائنات ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: اللہ کی طرف سے بندوں پر مدد اترتی ہے اور جتنی ذمہ داری بڑھاؤ گے اتنی ہی تمہاری مدد ہوگی، اگر ذمہ داری تم نے سمیٹ کر رکھی کہ میں اکیلے ہی کھانا کھایا کروں گا وہ بھی

سوکھی روٹی اور چٹنی، اسکے علاوہ نہ کچھ کھاؤں گا نہ کسی کو کچھ کھلاؤں گا، تو اب اللہ کی روزی اسی اعتبار سے آئے گی، لیکن اگر تم نے اپنے اوپر ذمہ داریاں بڑھائیں کہ جناب میں ہوں، میری بیوی ہے، میری ماں ہے، میرے باپ ہیں، میرا بھائی ہے، میرے بچے ہیں، میرے دوست ہیں، میرے پڑوسی ہیں، میرے چچازاد بھائی ہیں، میرے چچا ہیں، میری پھوپھی ہیں، میری بہن ہے، یہ سب امید کی نظر سے تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں، لہٰذا کچھ ان کو دو، کچھ اُن کو دو، تو جتنی ذمہ داری تم پھیلاؤ گے اسی کے مطابق تمہارے پاس مال آئے گا اللہ کے رسول فرماتے ہیں ذمہ داری بڑھاؤ تو مال بڑھے گا،

میرے زمانۂ طالب علمی میں ایک مرتبہ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے نزلہ بہت زیادہ رہتا ہے، کوئی عمدہ نسخہ ہو تو میرے سامنے پیش کیجئے ایک بہت ہی قیمتی نسخہ میں نے حضرت کے سامنے پیش کیا، فرمایا یہ نسخہ بہت عمدہ ہے اس نسخہ کے مطابق تمام چیزوں کا آپ انتظام کیجئے، مگر اس نسخہ میں ایک چیز کی کمی ہے، اس کو بھی اس میں شامل کر دیجئے، مشک بھی اس میں شامل کر دیجئے، وہ اگر بڑھ جائے گا تو یہ نسخہ بہت ہی مفید ہوگا، میں نے کہا: حضرت مشک کتنی ڈالی جائے تو فرمایا: تین ماشہ، میں نے کہا حضور! تین ماشے کی تو بہت قیمت ہوجائے گی، اُس زمانے میں پانچ سو روپے تولے کے حساب سے مشک ملتی تھی، میں نے کہا تین ماشے کی قیمت تو بہت ہوجائے گی، اور حضور کی تنخواہ صرف ڈیڑھ سو روپے ہے، جبکہ سوا سو روپے کی صرف مشک ہوجائے گی، مسکرا کر فرمانے لگے، مولانا! ابھی آپ اس نکتے کو سمجھے نہیں ہیں، جب میں اس مدرسے میں پڑھانے کے لئے آیا تھا تو اس وقت اس کی سالانہ آمدنی صرف تین ہزار روپے تھی اور کیوں

تین ہزار تھی؟ اس لئے کہ اکیلے میں پڑھانے والا تھا تو بقدر کفاف تین ہزار روپئے اس کی آمدنی تھی، میں نے سوچا کہ اس کی آمدنی ایسے نہیں بڑھے گی، میں نے جھٹ پٹ سال پورا ہونے سے پہلے ہی پانچ، چھ لوگوں کو بڑھا دیا، تو چند ہی مہینوں کے بعد اسکی آمدنی ایک لاکھ ہوگئی اور اب تو الحمد للہ پچپن لاکھ کے قریب اس کا سالانہ بجٹ پہنچ گیا ہے۔ مطلب یہ کہ جب اسٹاف بڑھ گئے، خرچہ بڑھ گیا، تو آمدنی بھی بڑھ گئی۔ ایک مرتبہ کمیٹی میں یہ بات آئی کہ باہر کے طلبہ کے کھانے کا انتظام اور ان کے کپڑے کی دھلائی کا انتظام، اور وہ بیمار ہوجائیں تو ان کی دوا کا بھی انتظام مدرسہ کرے، کمیٹی میں یہ بات آئی، کمیٹی نے کہا کہ کھانے کا انتظام تو ٹھیک ہے یہ مسافر لوگ ہیں، ان کے کھانے کا انتظام کردیا جائے، لیکن کپڑے دھلوانے کے لئے دھوبی کا انتظام ہم کیوں کریں؟ دھوبی کو ہر مہینے میں بیس روپیہ دینا ہوگا، اور اس زمانے کا بیس روپیہ معمولی نہیں تھا، کیوں کہ اس زمانے میں بڑے بڑے مفتیوں اور عالموں کی تنخواہ تیس اور چالیس روپئے کے اندر ہوا کرتی تھی، اس لئے کمیٹی والوں نے کہا کہ بیس روپیہ مہینے میں صرف دھوبی پر خرچ ہو جائے گا تو دو سو چالیس روپئے سالانہ خرچ ہوں گے اور دس سال کا جوڑا جائے تو اتنا ہوگا، اس لئے اگر یہ اسٹرا خرچ بچا لیا جائے تو ہمارا سالانہ بجٹ اتنا ہو جائے گا، حافظ ملت علیہ الرحمہ میٹنگ میں نہیں تھے، میٹنگ کی رپورٹ جب ان کے پاس پہنچی تو فرمایا کہ لوگوں نے بجٹ بڑھانے کا کام نہیں کیا ہے بلکہ بجٹ گھٹانے کا کام کیا ہے، خسارہ کا کام کیا ہے۔ اس لئے کہ ان طلباء پر خرچ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ غیب سے آمدنی کے ذرائع پیدا کرتا ہے، جب مدرسہ ذمہ داری بڑھائے گا تو اللہ تعالیٰ آمدنی بھی بڑھائے گا۔ پھر مجھ سے

فرمانے لگے کہ مشک کا خرچہ آپ نہ دیکھئے بلکہ یہ دیکھئے کہ ضرورت ہے اور اس ضرورت کو پوری کرتا ہے، اب ضرورت پوری کرنے کا ذمہ تو اللہ نے لیا ہے، ہم کو اس بارے میں کیا سوچنا ہے، ہم جب ذمہ داری بڑھائیں گے تو اللہ غیب سے رزق کے راستے کھول دے گا، اللہ ہماری ضرورت پوری کریگا، اس زمانے میں اسی طریقے سے سوچا جاتا تھا۔ مگر آج سوچنے کا انداز بدل گیا ہے اور اس کی وجہ سے انسانوں کے اوپر طرح طرح کی مشکلات آن پڑی ہیں، میں نے خود اپنے زمانہ طالب علمی میں مبارک پور کے ایک صاحب کو ایک دوسرے آدمی سے بات کرتے ہوئے سنا، ایک کہتا ہے آج کل بڑی پریشانی ہے، ہماری تجارت ٹھیک نہیں چل رہی ہے، دوسرا کہتا ہے ارے یار! تم ایک کام کرو، حافظ صاحب کے پاس جاؤ اور ان سے کہنا کہ ایک طالب علم کو ہمارے یہاں کھانے کے لئے مقرر کردیجئے تاکہ وہ میرے یہاں آکر دو وقت کا کھانا کھالیا کریں، وہ کہتے ہیں ارے صاحب! آپ بھی عجیب وغریب مشورہ دیتے ہیں، ایک تو خود ہی گھر میں پریشانی ہے، تنگی چل رہی ہے، اور ایک طالب علم کا بوجھ اور اوپر سے بڑھا رہے ہیں انہوں نے کہا، اگر تم اپنے اوپر ایک طالب علم کا بوجھ لے لوگے تو اللہ تعالیٰ تمہاری روزی بڑھا دے گا، تمہاری مشکلات دور کردے گا، تمہاری ذمہ داری جب بڑھے گی تو آمدنی بھی بڑھ جائے گی۔ قرآن مجید میں اس نکتے کو اللہ تعالیٰ نے ایک موقع پر یوں فرمایا" وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ "(۱) اے لوگو! تم میں جو غیر شادی شدہ ہیں ان کی شادی کراؤ، اور تمہارے نیک اور صالح غلاموں میں جو بے شادی

---

(۱) پارہ ۱۸، ر کوع ۱۰

شدہ ہیں ان کی بھی شادی کراؤ، اگر وہ محتاج اور فقیر ہوں گے تو شادی کی وجہ سے اللہ تعالی ان کو غنی بنا دے گا، ان کیلئے رزق کے دروازے کھول دے گا، ذرا سوچو تو سہی! آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ایک میرا ہی خرچہ نہیں چل رہا ہے، اگر شادی کریں گے تو ایک بیوی کا بوجھ بڑھ جائے گا تو مصیبت پر مصیبت ہو جائے گی، مگر قرآن کہتا ہے نہیں اس بیوی کے آنے سے یہ نہ سمجھ کہ تیری روزی میں تنگی پیدا ہو جائے گی، بلکہ روزی کی مشکلات دور ہو جائیں گی، اور رزق کے دروازے کھل جائیں گے، روزی بڑھانے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ آدمی بزنس کر کے اس کو بڑھایا کرتا ہے۔ دوسرا طریقہ روحانی ہے یعنی شادی کر کے، بچے پیدا کر کے روزی بڑھائے، اس روحانی طریقہ سے بھی روزیاں بڑھ جایا کرتی ہیں، کسی کے حرص وہوس، لالچ اور دولت کی محبت سے روزی نہیں بڑھتی، بلکہ آدمی کی دولت اللہ کی رضا سے بڑھتی ہے اور اللہ کی رضا اس کی اطاعت سے حاصل ہوتی ہے، اس لئے اللہ کی رضا اور اس کی خوشی کے راستے تلاش کرو، اللہ کے رسول سرور کائنات ﷺ ارشاد فرماتے ہیں مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ (۱) اور اسی سے ملتی جلتی یہ حدیث بھی ہے "مَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ" (۲) رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں، جو آدمی کسی مسلمان کی مصیبت کو دور کرے گا اللہ تعالی قیامت کے دن کی مصیبتوں میں سے اس کی ایک مصیبت دور کرے گا، اللہ تعالی ہم تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کرنے کی توفیق دے آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین

وما علینا الا البلاغ

---

(۱) رواہ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ۳۲ (۲) بخاری ومسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۴۲۲ باب الشفقة والرحمة على الخلق

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، حَمْدَ الشَّاکِرِیْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَفْضَلِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، الَّذِیْ کَانَ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ، وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

اَمَّا بَعْـــدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (۱) صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ، وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ، عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَاَکْمَلُ التَّسْلِیْمِ ۔

ایک بار نہایت ہی ادب واحترام اور عشق ومحبت کے ساتھ بارگاہ رسالت میں نذرانۂ درود وسلام پیش کریں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ......

رفیقان گرامی! وعزیزان ملت اسلامیہ! مختصر سے وقت میں اور مختصر سے الفاظ میں کچھ ضروری باتیں آپ حضرات کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں، ہم مسلمان جس دین کے تابعدار ہیں اور جس دین کے فرماں بردار ہیں، اس دین کا نام ہے "دین اسلام" اور اس روئے زمین پر سوائے دین اسلام کے کوئی ایسا دین نہیں ہے جس کو اللہ نے بندوں کے لئے مقرر کیا ہو اور اس سے خوش ہو، اسی لئے اللہ تعالی نے فرمایا" اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ" (۲) اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے، دین کس چیز کو کہتے ہیں؟ دنیا اور آخرت کی بھلائی کے لئے جو قوانین انسانوں کے اوپر لازم کئے

(۱) پ ۵، رکوع ۶، سورۂ نساء (۲) پارہ ۳، رکوع ۱۰، سورۂ آل عمران

جاتے ہیں، انہیں قوانین کو دین کہا جاتا ہے، اللہ تعالی نے بندوں کے لئے جس دین کو قانون حیات اور قانون فطرت کے طور پر مقرر کیا ہے، اس دین کا نام دین اسلام ہے اور اسی دین کو ماننے کی بنیاد پر ہم لوگ مسلمان کہے جاتے ہیں، اور ہمارا مسلمان ہونا دین کے اوپر یا دین بھیجنے والے رب قدیر کے اوپر یا دین لانے والے رسول کے اوپر کوئی احسان نہیں ہے، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے "قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَکُمْ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ هَدٰکُمْ لِلْاِیْمَانِ "(۱) اے پیارے محبوب آپ اعلان فرمادیں کہ اے لوگو! میرے اوپر اپنے مسلمان ہونے کا احسان نہ جتاؤ، بلکہ اللہ یہ احسان جتاتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت اور ایمان کی توفیق عطا فرمائی، اس سے پتہ چلا کہ ہمارا مسلمان ہونا نہ دین کے اوپر احسان ہے، نہ دین لانے والے رسول پر احسان ہے، بلکہ اللہ کا ہمارے اوپر یہ احسان ہے کہ اس نے ہمیں دولت ایمان سے سرفراز فرمایا، ورنہ اس دنیا کی اکثریت وہ ہے جو دین اسلام سے غافل ہے، دین اسلام کی باغی ہے، اس سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ کے یہاں حکم اور غلبہ انسانوں کی اکثریت پر نہیں ہوا کرتا، بلکہ اللہ کی فرماں برداری پر حکم اور غلبہ کا مدار ہوتا ہے۔ اسی لئے رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا " اَلْاِسْلَامُ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی " (۲) اسلام غالب رہے گا کبھی مغلوب نہیں ہوگا۔ کیونکہ دلائل کے اعتبار سے اور اللہ کی بارگاہ سے آنے کے اعتبار سے یہی دین حقانیت کا علمبردار ہے، اس لئے اس کو تمام دینوں کے اوپر غلبہ حاصل ہے اور جو شان وشوکت اس دین کو حاصل ہے کسی اور دین کو حاصل نہیں ہے اور جب کوئی بھی دین اس کی برابری اور

(۱) پارہ ۲۶، رکوع ۱۴، سورۂ حجرات (۲) بخاری شریف ج ۱، باب الجنائز ص ۹۳، ۹۸، ۹۹

ہمسری نہیں کرسکتا تو اسکے اوپر غالب کیسے آسکتا ہے۔

رفیقان ملت! اب اس کے بعد آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ روئے زمین پر صرف اللہ کا حکم جاری ہے اور رہے گا کیونکہ اللہ نے فرمایا "اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ" (۱) حکم صرف اللہ کا ہے اور رسول پاک سرور عالم ﷺ چونکہ اللہ کے نائب مطلق اور خلیفۂ اعظم ہیں اس وجہ سے وہ جو حکم دیتے ہیں وہ اللہ کا حکم مانا جاتا ہے یہ نہیں ہے کہ ان کا حکم اللہ کے حکم سے الگ تھلگ ہے بلکہ آپ جو حکم دیں گے وہ یا تو صراحۃً اللہ کی طرف سے ہوگا یا حکماً اللہ کی طرف سے ہوگا۔ صراحۃً کی دلیل یہ ہے، قرآن میں اللہ نے فرمایا "وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی" (۲) نبی اپنی خواہش سے نہیں بولتے بلکہ وہ جو کچھ بولتے ہیں وہ اللہ کی وحی ہوا کرتی ہے، اس سے یہ بات کھل کر سامنے آئی کہ نبی پاک ﷺ جو فرماتے ہیں وہ اللہ ہی کا فرمان ہوا کرتا ہے اور حکماً کی دلیل یہ ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا" (۳) رسول جو دیں وہ لے لو اور جس چیز سے روک دیں باز آجاؤ، یہ نہیں فرمایا "مَآ اٰتٰکُمُ اللّٰہُ فَخُذُوْہُ وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَلَا تَاْخُذُوْہُ" اللہ جو دے وہ لینا اور رسول جو دیں وہ مت لینا، بلکہ یہ فرمایا، رسول جو دیں وہ لے لو اور رسول جس سے روک دیں اس سے باز آجاؤ اور جب اللہ ہی نے رسول کی اطاعت کا حکم دیا تو رسول کی اطاعت درحقیقت اللہ کی اطاعت ہوئی، رسول کا حکم اللہ کا حکم ہوا، اس سے یہ سمجھ میں آگیا کہ رسول اکرم ﷺ اللہ رب العزت کے ایسے نائب اور خلیفہ ہیں کہ احکام ثابت کرنے میں انکا حکم اللہ ہی کا حکم ہوا کرتا ہے، ان کا

(۱) پارہ ۷، رکوع ۱۳، سورۂ انعام (۲) پارہ ۲۷، رکوع ۵، سورۂ نجم (۳) پارہ ۲۸، رکوع ۴، سورۂ حشر

حکم اللہ کے حکم سے الگ نہیں ہوتا۔

اسی لئے تو اعلیٰ حضرت، امام عشق ومحبت، فاضل بریلوی نے فرمایا:

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا "لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ" (۱) بے شک رسول پاک ﷺ کی شخصیت تمہارے لئے بہترین نمونۂ عمل ہے، بہترین نمونۂ زندگی ہے، آپ کی زندگی کا نمونہ آپ کے اعمال حسنہ ہیں، اس بنا پر اگر کوئی شخص رسول پاک ﷺ کی سنتوں سے ہٹ کر، ان کے طریقے سے الگ ہوکر، اپنی زندگی گزارنا چاہے تو اسکی وہ زندگی موت سے زیادہ بدتر ہے، بلکہ اس کی زندگی اس کے لئے وبال جان ہے، اس لئے ایسے لوگوں کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہدایت دینے کے لئے کیا یہ کافی نہیں تھا کہ ہمارے دلوں میں سچائی کی باتیں اتار دیتا اور ہم اس کو مان لیتے، اللہ تبارک وتعالیٰ جیسے ہمارے دلوں میں مختلف خیالات وتصورات پیدا کرتا ہے اسی طرح یہ خیال وتصور بھی پیدا کردیتا کہ ہم اسلام قبول کریں، نمازیں پڑھیں، روزہ رکھیں، زکوۃ دیں، حج کریں، آخر کس کی طرف سے ہمارے دلوں میں یہ ارادے پیدا ہوتے ہیں اللہ فرماتا ہے "وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ" (۲) تمہارے جو کچھ ارادے ہیں وہ اللہ کی مشیت سے تمہارے دل میں پیدا ہوتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں میں جس طرح سے ان نیکیوں کا ارادہ پیدا کیا، اسی طریقے سے ہدایت بھی

(۱) پارہ ۲۱، رکوع ۱۹ (۲) پارہ ۳۰، رکوع ۶، سورۂ انفطار

ہمارے دل میں پیدا فرمادیتا، یہ ہمارے لئے کافی ہوجاتا مگر کیا وجہ ہوئی کہ انبیاء کرام کو دنیا میں بھیجا، انبیاء کرام پر وحی اتاری، انبیاء کرام کے ذریعہ سے قوم کو ہدایت دی، قوموں کو انبیاء کرام کا تابع بنایا۔

رفیقان گرامی! اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبیوں کی اطاعت کروانا چاہتا ہے، ان کی بارگاہ کا سب کو غلام بنانا چاہتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں کے ایمان واسلام کو قبول کرتا ہے جو نبی کو مان کر اللہ کو مانیں، نبی کو چھوڑ کر اللہ کو ماننے والے درحقیقت مسلمان ہی نہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ کوئی نگاہ دنیا میں رہتے ہوئے رب کا دیدار نہیں کرسکتی تو پروردگار عالم نے چاہا کہ جب تم میرا دیدار کر نہیں سکتے تو جس نے میرا دیدار کیا ہے انہیں کا دیدار کرلو تاکہ تم نبیوں کا دیدار کر کے اپنے ایمان کو تازہ کرلو، اور اپنے اعمال کی راہ بھی مزین کرلو، اس لئے انبیاء کرام کو بھیجا گیا۔

چنانچہ قرآن مجید میں رب قدیر ارشاد فرماتا ہے:

"وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ" (۱)

ہم نے رسول دنیا میں صرف اور صرف اس لئے بھیجے کہ اللہ کے حکم سے ان کی اطاعت کی جائے، جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ رسولوں کی بعثت کا مقصد اصلی یہ ہے کہ ان کی اطاعت کی جائے، اور جس نے ان کی اطاعت کرلی وہ اللہ کی اطاعت میں خود بخود آگیا، کیونکہ اللہ فرماتا ہے "مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ" (۲) جو رسول کی اطاعت کر رہا ہے وہ اللہ کی اطاعت کرچکا، رسول کی اطاعت بعینہ خدا کی اطاعت ہے۔

اس لئے اب یہ کہنا کہ رسول کی اطاعت الگ چیز ہے اور اللہ کی

(۱) پارہ ۵ رکوع ۶ سورہ نساء (۲) پارہ ۵ رکوع ۸ سورہ نساء

اطاعت الگ چیز ہے، یہ صحیح نہیں، بلکہ حقیقت میں رسول پاک کی اطاعت ہی میں اللہ کی اطاعت ہے، اگر کوئی رسول کی اطاعت کے بغیر اللہ کی اطاعت کرنا چاہتا ہے تو یہ قطعاً ناممکن ہے، اب اس کے بعد میں اصل نکتے کی طرف آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ رسول کریم ﷺ نے صحابہ کو بہت پہلے ہی آگاہ کردیا تھا کہ میرے بعد اور قیامت کے قریب فتنے اٹھیں گے گمراہیاں پھیلیں گی، بدعقیدگی بڑھے گی، چنانچہ میرے آقا سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا "سَيَأْتِيْ عَلَيْكُمْ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ، وَيُحَدِّثُوْنَكُمْ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَاؤُكُمْ فَاِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يَفْتِنُوْنَكُمْ" (۱) عنقریب تمہارے پاس کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو بڑے جھوٹے اور بڑے فریبی ہوں گے اور وہ تم سے ایسی باتیں کریں گے جو نہ تم نے سنیں اور نہ تمہارے باپ، دادا نے سنیں، ان کے دجال اور کذاب ہونے کی، فریبی اور جھوٹے ہونے کی رسول پاک نے کیا علامت بتائی؟ تم سے ایسی بات کریں گے جو نہ تم نے سنیں اور نہ تمہارے باپ دادا نے سنیں! اور پھر اس کے بعد حکم بھی واضح فرمادیا "فَاِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يَفْتِنُوْنَكُمْ" تم ان کو اپنے سے دور رکھنا اور اپنے کو ان سے دور رکھنا کہ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور تمہیں فتنے میں نہ مبتلا کردیں۔

کیا اس سے یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ رسول کریم سید عالم ﷺ اس حدیث میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ دیکھو باپ دادا سے جو چیز تمہارے پاس وراثۃً چلی آرہی ہے وہی قابل اعتبار ہے اور اسکے خلاف جو کوئی بات سنا دے، اسے تم کذاب اور دجال سمجھنا، اب کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ باپ

(۱) مشکوٰۃ ص ۲۸

دادا کا اعتبار آپ کہاں سے نکال لائے؟ قرآن میں تو کافروں کی برائی بیان کرتے ہوئے یہ فرمایا گیا کہ یہ کافر ہیں جو کہا کرتے ہیں "مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا" (۱) کہ اسی طریقے پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، تو اس کا جواب خود اسی آیت میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ" (۲) اگرچہ ان کے باپ دادا نا سمجھ اور گمراہ ہوں جب بھی وہ ان کے پیچھے چلیں گے، یعنی جب باپ دادا نا سمجھ اور گمراہ ہوں تب ان کے پیچھے چلنا درست نہیں، یہیں سے جواب سمجھ میں آ گیا کہ بے شک باپ دادا کا اعتبار اس وقت نہیں جب باپ دادا کافر ہوں، لیکن جب باپ دادا مومن ہوں تو ان سے جو باتیں ورثے ہم تک پہنچیں ان کا اعتبار ہوگا، تو قرآن وحدیث میں کوئی تعارض نہ رہا۔ مومن باپ داداؤں کا اعتبار اس لئے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو بڑا عظیم درجہ دیا، جیسا کہ قرآن میں فرمایا "وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا" (۳) اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ۔ کیوں سب سے بہتر بنایا تاکہ تم ساری امتوں کے خلاف گواہی دے سکو، بولو! گواہ کب معتبر ہوتا ہے؟ جب گواہ سچا، پکا، عادل، عبادت گزار، دیندار، تقویٰ شعار اور پرہیزگار ہو، جبھی تو گواہ کی گواہی قبول کی جاتی ہے، اللہ فرماتا ہے ہم نے تم کو سب سے بہتر امت اس لئے بنایا کہ تم قیامت کے دن دوسری امتوں کے خلاف گواہ بن کر کے آؤ، اور رسول تمہاری موافقت میں گواہی دیں گے۔

(۱) پارہ ۲ رکوع ۵ سورہ بقرہ (۲) ایضاً (۳) پارہ ۲ رکوع ۱ سورہ بقرہ

اب ذرا سوچو! ہم وہ ہیں، ہمارے مومن ماں باپ وہ ہیں کہ قیامت میں گواہ بنائے جائیں گے، تو اب دنیا میں ہماری باتیں کیوں نہ قبول کی جائیں، نعرۂ تکبیر......

جب اللہ تعالیٰ بروز حشر انبیاء کرام کی طرف سے ہماری گواہیاں لے گا اور ہماری گواہی اس وقت قبول کی جائے گی اور ہماری گواہی کا وزن بڑھانے کے لئے رسول پاک کی گواہی ہماری گواہی پر مقرر کی جائے گی، تو کیا اس سے یہ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ دنیا میں ہمارے باپ دادا کس درجے کے ہیں، جب ان باپ داداؤں کی گواہیاں قیامت میں قبول کی جائیں گی تو دنیا میں ان کی باتیں کیوں نہیں قابل اعتبار ہوں گی، اس لئے یہ آیت کریمہ ہمارے دعوے پر روشن دلیل اور حجت ہے تو آج جو لوگ حضور غوث پاک، حضرت خواجہ غریب نواز، بزرگان دین، اولیاء کاملین، ائمہ کبار اور اسلاف کرام کے خلاف محاذ بناتے ہیں اور ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں جو ان بزرگان دین وائمۂ کرام واسلاف عظام کے فرامین ومعمولات کے بالکل خلاف ہیں، اور یہ وہ باتیں ہیں کہ ان باتوں کو نہ انہوں نے کبھی سنا اور نہ ان کے بعد والوں نے سنا تو اب بتاؤ کہ ایسی باتیں کرنے والے کیا دجالین اور کذابین میں شمار نہ ہوں گے؟

ضرور ایسے لوگ دجال اور کذاب ہیں، مگر آپ کو یاد رکھنا چاہئے کہ کوئی بھی دجال اور کذاب کسی برے نام اور برے نائٹل کیساتھ قوم کے سامنے نہیں آتا، کوئی یہ نہیں کہتا کہ میں شیطان کا مبلغ ہوں، کوئی یہ نہیں کہتا کہ میری جماعت کا نام حزب الشیطان ہے کوئی یہ نہیں کہتا کہ میں تجھے جہنم میں لے جانے کے لئے آیا ہوں، کوئی یہ نہیں کہتا کہ میں تمہیں اللہ سے دور

کرنا چاہتا ہوں، بلکہ جو جماعت بھی آئے گی، جو لوگ بھی آئیں گے، وہ کوئی خوبصورت نام لے کر آئیں گے .... کوئی اپنے کو حزب اللہ کہے گا۔ کوئی حزب المجاہدین کہے گا، کوئی اخوان المسلمین کہے گا، اسی طرح ہر زمانے میں باطل فرقے اچھے اچھے ناموں کے ساتھ آتے رہے اور قوم کو گمراہ کرتے رہے اس زمانے میں بھی کئی باطل فرقے اچھے اچھے ناموں کے ساتھ قوم کے سامنے آ رہے ہیں مثلاً بعض لوگ وہ ہیں جو حدیثوں کا انکار کرتے ہیں اور اپنا نام اہل حدیث رکھتے ہیں اور بعض لوگ وہ ہیں جو حدیث اور قرآن دونوں کا انکار کرتے ہیں اور اپنے کو اہل قرآن کہتے ہیں۔

ذرا دیکھو! یہ نام کتنا خوبصورت ہے، وہ یہ نہیں کہتے کہ ہم منکرین حدیث ہیں، ہم منکرین قرآن ہیں، ہم حزب الشیطان ہیں، یہ باطل فرقے خوبصورت ناموں کے ساتھ اسی لئے آتے ہیں تاکہ لوگ آسانی سے ان کے دھوکے میں آ جائیں اور خوبصورت ناموں کیساتھ خوبصورت کام بھی دکھائیں گے، جب کوئی گمراہ آپ کے پاس آئے گا تو یہ نہیں کہے گا کہ میں تمہیں صراط مستقیم سے ہٹانے آیا ہوں، بلکہ یہ کہے گا کہ میں نماز پڑھانے آیا ہوں، میں دین سکھانے آیا ہوں، میں کلمہ پڑھانے آیا ہوں، میں رسول اللہ کی سنتوں پر چلانے آیا ہوں، میں حدیثوں پر عمل کرانے آیا ہوں، میں قرآن کا تابعدار بنانے آیا ہوں، حالانکہ یہ سب دکھاوا ہے، مسلمانوں کو فریب کرنے کی ایک چال ہے، اپنے جال میں پھنسانے کا ایک ہتھکنڈہ ہے ان کا اصل مقصد مسلمانوں کو گمراہ کرنا اور ان کے دلوں سے محبت رسول کو نکالنا ہے۔

.... ذرا آپ مجھے بتاؤ کہ جو لوگ حدیث کو بالکل قابل عمل نہیں سمجھتے اور اس میں طرح طرح کے حیلے، بہانے نکالتے ہیں مثلاً یوں کہتے ہیں کہ حدیثیں تو آپس میں بہت مختلف ہیں اب کس حدیث پہ عمل کیا جائے، میں نے کہا سبحان اللہ حدیثیں مختلف ہیں اور آج تک چودہ سو سال کا لمبا عرصہ گزر گیا تو اس بیچ میں قرآن پر اور احادیث پر عمل کرنے والوں نے کیسے عمل کیا؟ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ایک حکم پہلے تھا دوسرا حکم بعد میں آیا مثلاً پہلے شراب حلال تھی، پھر شراب حرام کر دی گئی، تو کیا جو لوگ شراب پیتے ہیں وہ حلال سمجھ کر پینے لگیں؟ اور جو لوگ اس سے گریز کرتے ہیں وہ حرام والی آیت پڑھا کریں۔ ہرگز نہیں .... بلکہ یہاں پر اس چیز کو دیکھنا پڑے گا کہ کون سا حکم پہلے کا ہے اور کون سا حکم بعد کا ہے، جو پہلے کا حکم ہوگا وہ منسوخ ہوگا اور جو بعد کا حکم ہوگا اس پر عمل کیا جائے گا۔

اچھا ایک بات اور بتائیے! جب رسول اللہ ﷺ نے پہلی مرتبہ فاران کی چوٹی پر اسلام کا پرچم لہرایا تھا اور تمام قبائل عرب کو اسلام کی دعوت دی تھی، اس وقت نماز فرض تھی؟ روزہ فرض تھا؟ زکوۃ فرض تھی؟ حج فرض تھا؟ کچھ بھی فرض نہیں تھا، اس وقت صرف اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا فرض تھا، نہ نماز کی فرضیت تھی، نہ روزے کی فرضیت تھی، نہ حج کی فرضیت تھی، نہ زکوۃ کی فرضیت تھی تو اب کوئی یہ کہے کہ جب اسلام شروع ہوا تو اس وقت نماز نہیں تھی تو ہم نماز نہیں پڑھیں گے، اس وقت روزہ نہیں تھا اس لئے ہم روزہ نہیں رکھیں گے، تو اس کا یہ کہنا صحیح ہوگا؟ ہرگز نہیں، وہ اسلام کا ابتدائی دور تھا جب آسانی رکھی گئی تھی، تو پہلے اللہ تعالی نے کوئی چیز فرض نہیں کی تھی، پھر آہستہ آہستہ فرض کے احکام اترتے گئے، ٹھیک اسی طرح آہستہ

آہستہ بہت سی چیزیں حرام بھی ہوتی چلی گئیں۔

اب دیکھو! نماز مکے میں فرض کی گئی، زکوٰۃ مدینے میں فرض کی گئی، روزہ ۲ھ میں یعنی ہجرت کے دوسرے سال فرض کیا گیا، حج ۹ھ میں یعنی ہجرت کے نویں سال میں فرض کیا گیا............اب آپ دیکھتے جائیں کیسے کیسے احکام بدلے، تو بعد کے احکام کا اعتبار کیا جائے گا، اسی طرح جب نماز فرض کی گئی تھی، تو جبرئیل علیہ السلام نے نماز کے اوقات بتانے کے لئے اللہ کی طرف سے جو نماز پڑھی تو دونوں دن مغرب کی نماز ایک ہی وقت میں پڑھی۔ پہلے دن بھی غروب آفتاب کے فوراً بعد اول وقت میں نماز پڑھی، اور دوسرے دن بھی اسی وقت میں نماز پڑھی، اور ظہر کی نماز۔ عصر کی نماز۔ عشاء کی نماز ایک دن اول وقت میں اور دوسرے دن آخر وقت میں اسی طرح فجر کی نماز ایک دن اول وقت میں یعنی فجر طلوع ہوتے ہی پڑھی اور دوسرے دن آخر وقت میں یعنی آفتاب نکلنے سے تھوڑی دیر پہلے پڑھی اور بتایا کہ مَا بَيْنَ هٰذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ وَقْتٌ لَكَ وَلِأُمَّتِكَ (۱) یعنی ان دو وقتوں کے درمیان جو وقت ہے وہ آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے ہے، مگر مغرب کی نماز ایک ہی وقت میں دونوں دن پڑھی، کیا آپ کہیں گے کہ نماز مغرب کا ٹائم صرف اتنی ہی دیر ہے، نہیں، ابتدا میں نماز مغرب کا وقت صرف اتنا ہی تھا مگر بعد میں رسول اکرم ﷺ نے شفق کے غائب ہونے تک وقت کو بڑھا دیا تو یہ بعد کے احکام ہیں............اس لئے ضرورت ہے کہ آدمی ناسخ و منسوخ عام، خاص، مطلق، مقید، مشترک،

(۱) رواہ الترمذی والنسائی وابن حبان والحاکم واحمد واسحٰق، بحوالہ الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ ج ۱ ص ۱۰۸ / مشکوٰۃ ص ۵۹

مؤول وغیرہ کو سمجھے، تب اسکے بعد حدیث اور قرآن کو سمجھنے کے لئے آگے بڑھے ورنہ گمراہی کے علاوہ کچھ نہیں ملے گا اسی لئے کہا گیا کہ اَلْاَحَادِيْثُ مُضِلَّةٌ اِلَّا لِلْفُقَهَاءِ حدیثوں سے بھی لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں مگر فقہاء نہیں کہ انہیں ساری باریکیاں معلوم ہوتی ہیں اور کیا قرآن میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان نہیں فرمایا "يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا" (۱) قرآن کی آیات کے ذریعے بہتوں کو اللہ ہدایت دیتا ہے اور بہتوں کو گمراہ بھی کر دیتا ہے مگر جو مذکورہ بالا تفصیلات سے باخبر ہوگا وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا۔

بولے صاحب! جنگ صفین کے موقع پر جب حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ نے حَكَمْ مان لیا تا کہ مسلمانوں میں خونریزی بند ہو جائے اور کسی طرح جنگ ختم ہو جائے تو ایک گروپ اٹھ کے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے علی! تم بھی مشرک، اور اے امیر معاویہ! تم بھی مشرک، اور ہم تم دونوں سے الگ کہ قرآن میں اللہ نے فرمایا "اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ" (۲) حکم صرف اللہ کا ہوتا ہے اور تم دونوں نے دوسرے کو حَكَمْ مان کر اس کا حکم ماننے پر صلح کر لی، حضرت علی نے فوراً برجستہ ارشاد فرمایا "كَلِمَةُ حَقٍّ اُرِيْدَ بِهِ الْبَاطِلُ" آیت بالکل سچی پڑھی گئی مگر مطلب اس کا غلط نکالا گیا، اللہ نے قرآن میں نہیں فرمایا "وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا" (۳) یعنی اگر تم کو میاں بیوی میں جھگڑے کا خوف ہو تو ایک حَكَمْ شوہر کی طرف سے اور ایک حکم عورت کی طرف سے بھیجو تا کہ صلح و مصالحت کی کوئی صورت نکل آئے، تو یہ حکم بھی اللہ ہی کے حکم سے ہے یہ کوئی الگ حکم نہیں ہے، اس سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آئی کہ

(۱) پارہ ۱ رکوع ۳ (۲) پارہ ۷ رکوع ۱۳ (۳) پارہ ۵ رکوع ۳

آیتوں سے بھی بہت سے لوگ گمراہ ہوئے اور اسی گمراہی میں یہ گمراہی بھی داخل ہے کہ آیتیں بتوں کے بارے میں اتریں اور ان آیتوں کو رسول اللہ پر فٹ کر دیا جائے جیسا کہ وہابیہ نے کیا۔ معاذ اللہ۔

ذرا سوچو! یہ وہابی کہتے ہیں کہ مشرکین بتوں کو وسیلہ بناتے تھے اس لئے مشرک ہوئے، اور تم لوگ بھی رسول اللہ کو وسیلہ بناتے ہو اس لئے تم بھی مشرک ہوئے، وہ بتوں کو وسیلہ بنائیں تو وہ مشرک، اور تم لوگ رسول کو وسیلہ بناتے ہو تو تم لوگ بھی مشرک، ہم نے کہا بیوقوف تو کچھ نہیں سمجھا، اس کو اس طرح سمجھو کہ ایک آدمی سے مجھے قرض لینا ہے، میں نے سوچا کہ میرا تعلق ان سے کوئی بہت زیادہ نہیں ہے کہ قرض مل سکے، اس لئے میں نے سوچا کہ کسی وسیلے سے کام بنانا چاہئے، پھر میں نے ایک آدمی کو پکڑا اور کہا کہ چلو بھائی، فلاں صاحب سے مجھے قرض دلا دو، وہ مجھے لے کر انکے دروازے پر پہنچے مگر مالک مکان نے انکو دیکھتے ہی اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا، قرضہ دینا تو دور کی بات، بات کرنا اور ملنا بھی گوارہ نہ کیا، تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ میں نے جس کو وسیلہ بنایا وہ ان کا دشمن ہے۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ اسی لئے انہوں نے اپنے دشمن کا چہرہ دیکھتے ہی گھر کا دروازہ بند کر دیا، میں نے کہا یار! یہ تو گڑبڑ ہو گیا، اب کسی اور کو وسیلہ بنانا چاہئے، پھر میں نے ایک شخص کو پکڑا اور کہا کہ فلاں آدمی سے مجھے قرضہ دلا دیجئے، وہ مجھکو لے کر گئے، اور جب ان کے گھر پہنچے تو اس نے دیکھتے ہی السلام علیکم، وعلیکم السلام کیا اور کہا تشریف لائیے، بیٹھک کا دروازہ کھلوایا، عزت سے بٹھایا اور کہنے لگے بھائی کیسے تشریف لانا ہوا، اس نے کہا کہ یہ میرے بہت گہرے اور عزیز دوست ہیں۔ آج اچانک انہیں اتنے روپے کی ضرورت پڑ گئی ہے اگر آپ

کے پاس ہو تو انہیں دے دیجئے تو انہوں نے کہا کہ جب آپ جیسے دوست میرے گھر ان کا سفارشی بنکر آ جائیں تو پھر میں کیسے انکار کر سکتا ہوں، آپ فکر نہ کریں، ناشتہ کیجئے، چائے پیجئے، کام ہو جائے گا، جب چائے ناشتہ سے فارغ ہوئے تو انہوں نے بڑی فراخدلی سے قرضہ بھی دے دیا، میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ آخر دونوں وسیلوں میں کیا فرق پڑ گیا؟ کام ایک، چوکھٹ ایک، مگر دشمن کو لیکر گئے تھے تو دروازہ بند، اور دوست کو لے کر گئے تو جو دروازہ بند تھا کھل گیا، اور بڑا اکرام و تواضع کا معاملہ ہوا اور کام بھی ہو گیا۔

بولو! یہ بت کون ہیں؟ اللہ کے دشمن ہیں، یہ بت کون ہیں؟ جہنم کا ایندھن ہیں، قرآن میں اللہ نے فرمایا "فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ" (۱) ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہے، اس آیت میں "النَّاسُ" سے مراد مشرکین اور "الْحِجَارَةُ" سے مراد پتھر کے بت، اور دوسری جگہ قرآن میں اللہ نے فرمایا "اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ" (۲) شراب ناپاک، جوا ناپاک، جوئے کے تیر ناپاک، بت ناپاک اور شیطان کا ہتھکنڈہ ہیں کیا سمجھے آپ؟ بت اللہ کا دشمن، جہنم کا ایندھن، شیطان کا ہتھکنڈہ، ایسی ناپاک چیزوں کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا جائے تو خدا کے ساتھ دشمنی نہیں ہوگی؟ اور رسول ﷺ پاک، ان کے آباء و اجداد پاک، اللہ کے رسول ارشاد فرماتے ہیں "لَمْ اَزَلْ اُنْقَلُ مِنْ اَصْلَابِ الطَّاهِرِيْنَ اِلَى اَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ" (۳) میں ہمیشہ پاک صلبوں سے پاک رحموں میں منتقل کیا گیا ...... اور رسول کون ہیں؟ رسول پاک وہ ہیں کہ جس کو جنت نہ مل رہی ہو وہ رسول کا دامن تھام

(۱) پ۱، البقرہ، رکوع۳ (۲) پارہ ۷، رکوع ۲ (۳) شرح الزرقانی باب وفاۃ امہ ﷺ ج۱ ص۲۰۳

لے، جنت میں پہنچ جائے گا، جس کو عافیت نہ مل رہی ہو وہ رسول کا دامن پکڑ لے، عافیت خود بڑھ کر اس کا قدم چومے گی، رسول وہ ہیں کہ اللہ نے انہیں ہر مصیبت کا مداوا بنایا۔ رسول وہ ہیں کہ اللہ نے انہیں اپنا نائب مطلق بنایا، محبوب اعظم بنایا، خلیفۂ مکرم بنایا اب وہ وسیلہ نہ ہوں گے تو کون ہوگا؟ جب اللہ کا دین پہنچانے میں اللہ اور بندوں کے درمیان نبی وسیلہ ہیں تو دنیا کے معاملہ میں کیوں نہیں وسیلہ بنیں گے، دین تو بہت عظیم چیز ہے اور دنیا حقیر ہے اتنی حقیر کہ نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں "مَاالدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلَ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَاذَا تَرْجِعُ" (۱) آخرت کے مقابلے میں دنیا کی مثال ایسے ہی ہے کہ تم اپنی انگلی کا ایک پور سمندر کے اندر ڈبو دو، اور پھر دیکھو کہ تمہاری انگلی کے پور پر پانی کی کتنی تری ہے، بس آخرت کے مقابلے میں دنیا اور دنیا کی ساری نعمتوں کو اتنی ہی حیثیت حاصل ہے یعنی سمندر کے مقابلے میں انگلی کے پور پر لگی تری کی جو حیثیت ہے وہی حیثیت آخرت کے مقابلے میں دنیا کی ہے۔ تو اب ذرا سوچو! کہ رسول جب ہمارے اور اللہ کے درمیان آخرت کے معاملے میں وسیلہ ہیں تو دنیا کے معاملے میں جو آخرت کے بالمقابل بہت حقیر ہے اس کے لئے کیوں نہ وسیلہ ہوں گے ضرور ہوں گے۔

اب آیئے ان لوگوں کی بھی کچھ خبر لے لی جائے جو حدیث رسول کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم قرآن پر عمل کرتے ہیں، سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ حدیث رسول کے بغیر قرآن پر کیسے عمل کر سکتے ہیں، اگر ہمت ہے تو سامنے آجائیں، اور مجھے بتادیں کہ کیا سارے احکام قرآن میں صراحۃً

(۱) ترمذی شریف ج ۲ ص ۵۶ ابواب الزہد

مذکور ہیں؟ قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے یہ صحیح ہے مگر اس میں آدمیوں کی عقل کافی نہیں ہے اس میں ابن عباس جیسی صلاحیت چاہئے۔

اسی لئے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

جَمِيْعُ الْعِلْمِ فِي الْقُرْآنِ لٰكِنْ تَقَاصَرَ عَنْهُ أَفْهَامُ الرِّجَالِ (۱)

قرآن میں سارے علوم ہیں مگر انسانوں کی عقل وہاں تک نہیں پہنچ سکتی اور حضرت عبداللہ ابن عباس کو یہ مرتبہ حضور کے صدقے میں ملا،

حضرت عبداللہ ابن عباس نے ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ کے لئے وضو کا پانی رکھ دیا، حضور نے دریافت کیا کہ یہ پانی کس نے رکھا ہے، بتایا گیا کہ عبداللہ ابن عباس نے رکھا ہے، یہ سن کر حضور بہت خوش ہوئے اور حضرت عبداللہ ابن عباس کو پکڑ کر سینے سے لگایا اور یہ دعا دی "اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَتَاوِيْلَ الْقُرْآنِ وَفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ" (۲) اے اللہ انہیں تو قرآن سکھا دے، قرآن کا بھید بتا دے اور انہیں دین کا فقیہ بنا دے، حضور نے حضرت عبداللہ ابن عباس کو سینے سے لگا کر زبان سے دعا دی، سینہ بسینہ انہیں علم عطا فرمایا، اور ایسا عطا کیا کہ خود ابن عباس فرماتے ہیں: لَوْضَاعَ لِيْ عِقَالُ بَعِيْرٍ لَوَجَدْتُهُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ (۳) یعنی اگر میرے اونٹ کی رسی گم ہو جائے تو میں قرآن میں تلاش کر لیتا ہوں، سبحان اللہ!

ہے کوئی علامہ، مفتی، فقیہ، محدث، مفسر، بقراط، سقراط جو اپنے اونٹ کی رسی قرآن میں تلاش کر کے دکھا دے، رسی نہ سہی پورا اونٹ ہی دکھا دے؟ کوئی نہیں دکھا سکتا، مگر ہاں! رسول پاک ﷺ کی بارگاہ سے جسے علوم قرآنیہ عطا ہو جاتے ہیں اس کے لئے قرآن کے تمام رموز و اسرار کھل جاتے

(۱) الاتقان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۱۲۶ (۲) بخاری شریف ج ۱ ص ۵۳۱ و ص ۲۶ کتاب الوضوء (۳) الاتقان ج ۲ ص ۱۲۶

ہیں، اس پر قرآن کے معانی ومطالب منکشف ہوجاتے ہیں۔ اس کی نگاہوں سے سارے پردے اٹھ جایا کرتے ہیں، لہٰذا قرآن فہمی کے لئے ایسی صلاحیت چاہئے، یہ تو حضرت عمر فاروق کہہ سکتے ہیں "حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ" ہم اور آپ نہیں کہہ سکتے، ہم تو یہ کہیں گے "حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ فِي ضَوْءِ حَدِیْثِ رَسُوْلِ اللّٰہِ" ہاں! ہمارے لئے کتاب اللہ کافی ہے جبکہ رسول اللہ کی حدیثوں اور سنتوں کی روشنی بھی ہمارے ساتھ ہو، سبحان اللہ!

اس لئے وہ لوگ جو قرآن پر عمل کرنے کا دعوی کرتے ہیں وہ مجھے بتائیں کہ سود کسے کہتے ہیں؟ کیوں کہ قرآن میں سود کو حرام اور بیع کو حلال فرمایا گیا: قرآن فرماتا ہے "وَأَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا" (۱) اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام کیا، سود کا معنی فارسی زبان میں نفع کے ہیں۔ عربی میں سود کو ربوا کہتے ہیں، ربوا کا لغوی معنی مطلق زیادتی کے ہیں، تو کیا مال کو بڑھانا اور نفع لینا ناجائز ہے؟ تو پھر ساڑی، ریشم اور دوسرے اس طرح کے تمام کاروبار اور دھندے بند کرو، کیوں کہ سب کا مقصد مال بڑھانا اور نفع کمانا ہے، تجارت میں گھاٹا اگرچہ کبھی ہوجاتا ہے مگر گھاٹے کے لئے کاروبار نہیں کیا جاتا ہے، بلکہ نفع کے لئے کیا جاتا ہے، اور عام طور پر نفع ہوتا بھی ہے مگر اس نفع کو کوئی سود نہیں کہتا ہاں! اگر کسی مسلمان کو ایک روپیہ دے کر دو روپیہ لے لیا تو یہ ایک روپیہ جو زائد لیا سود ہے، مگر ایک روپیہ کا سامان دو روپیہ میں بیچ کر ایک روپیہ نفع لیا تو یہ روپیہ سود نہیں ہوگا۔ تو پتہ چلا کہ مطلقاً نفع حرام نہیں ہے ورنہ تجارت بھی حرام ہوجائے گی جبکہ قرآن نے تجارت کی اجازت دی ہے تو آخر سود کی حقیقت ہے کیا؟ جسے قرآن نے حرام فرمایا۔

(۱) پارہ ۳، رکوع ۶

تو اب اس کو جاننے کیلئے حدیث رسول کا سہارا لینا ہوگا، تو ثابت ہوا کہ حدیث کو چھوڑ کر قرآن پر عمل ناممکن ہے، اسی طرح قرآن میں اللہ تعالی نے فرمایا "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ" (۱) اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو اپنے کاروبار بند کرکے اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو، ذرا سوچو! کہ قرآن میں جمعہ کی اذان کا ذکر تو کیا گیا مگر پورا قرآن پڑھ ڈالئے کہیں اذان کا طریقہ نہیں بتایا گیا، اذان کے کلمات نہیں بتائے گئے، یہ سب کچھ حدیث میں بیان کیا گیا، تو جب تک حدیث نہیں پڑھوگے اذان کا ڈھنگ بھی نہیں معلوم ہو پائیگا، اور آگے سنئے! قرآن میں اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرماتا ہے "لَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ" (۲) جب منافقوں میں سے کوئی مرجائے تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھو اور نہ ان کی قبر پر حاضری دو۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ مومنین میں سے اگر کوئی مرجائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی بھی جائے گی اور قبر پر حاضری بھی دی جائے گی، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نماز جنازہ کیسے پڑھی جائے؟ کیا جیسے پنجگانہ نماز پڑھی جاتی ہے؟ رکوع، سجدے کے ساتھ، ویسے پڑھی جائے گی یا کسی اور طرح سے، پورا قرآن پڑھ ڈالو! کہیں نماز جنازہ کا طریقہ نہیں ملے گا، نماز جنازہ کا ذکر تو قرآن میں ہے، مگر اس کا طریقہ پورے قرآن میں کہیں نہیں ملے گا، حدیث رسول میں تلاش کروگے تب اس کا طریقہ سمجھ میں آئے گا، اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حدیث رسول کے بغیر قرآن کا سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ناممکن ہے۔ اسی طرح اللہ تعالی نے قرآن عظیم

(۱) پارہ ۲۸، رکوع ۸ (۲) پارہ ۱۰، رکوع ۱۷

میں فرمایا "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ" (۱) اے ایمان والو! تمہارے اوپر روزے ایسے ہی فرض کئے گئے جس طرح پہلے والوں پر فرض کئے گئے، پہلے والوں پر روزے کیسے فرض کئے گئے تھے؟ اسکی تحقیق کیلئے جب ہم نے کتابوں کی ورق گردانی کی تو معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل روزہ رکھتے تھے تو دن بھر بولتے بھی نہیں تھے تو کیا ہم لوگوں پر بھی روزے ویسے ہی فرض ہیں؟ کیا ہم بھی دن بھر نہ بولیں؟ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے روزے کی فرضیت کا ذکر فرمایا..... مگر کس طرح روزہ رکھا جائے، روزے کی حالت میں کن کن باتوں سے اجتناب کیا جائے۔ اس کا ذکر صراحۃً قرآن میں نہیں ملے گا، اس کے لئے حدیث رسول کا سہارا لینا پڑے گا۔ اور آگے سنئے، اللہ نے قرآن میں زکوٰۃ کو فرض کیا ارشاد ربانی ہے "وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ" (۲) زکوٰۃ ادا کرو اب زکوٰۃ کیسے ادا کریں؟ جتنا مال سال بھر میں کمایا تھا سب دیدیں، تب زکوٰۃ ادا ہوگی، یا آدھا دیدیں تب زکوٰۃ ادا ہوگی یا ایک تہائی دیدیں، تب زکوٰۃ ادا ہوگی آخر کتنا دیں؟ قرآن میں کہیں کوئی تفصیل مذکور نہیں، حدیث شریف ہی میں اس کی تفصیل ملے گی کہ کتنے مال پر کتنی زکوٰۃ، اور کس چیز پر زکوٰۃ اور کن لوگوں پر زکوٰۃ واجب ہے، ان ساری باتوں کا علم حدیثوں سے ہوگا۔ اب آؤ قرآن میں فرمایا گیا "اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا" (۳) بے شک مقرر اوقات میں مسلمانوں پر نماز فرض کی گئی، پہلے نمبر پر یہ سوال ہے کہ نماز کسے کہتے ہیں؟ اور دوسرے نمبر پر یہ سوال ہے کہ نماز کیسے اور کس طرح پڑھی جائے؟ پہلے سجدہ کریں یا رکوع؟ قیام کریں یا قعدہ؟ پورے قرآن میں آپ تلاش کر ڈالئے

(۱) پارہ ۲ رکوع ۷ (۲) پارہ ۱ رکوع ۵ (۳) پارہ ۵ رکوع ۱۱

کہیں یہ تفصیل نہیں ملے گی، اس کیلئے حدیث رسول کا سہارا لینا پڑے گا۔

اور تیسرا سوال یہ ہے کہ اس آیت میں فرمایا گیا کہ نماز کے اوقات مقرر ہیں، پانچوں وقت کی نماز کے لئے کیا اوقات مقرر ہیں؟ کس نماز کے لئے کون سا وقت مقرر ہے؟ یہ آپ کو قرآن میں نہیں ملے گا بلکہ حدیث رسول کا دامن تھامنا ہی ہوگا، ایسا نہیں ہوسکتا کہ ہم اپنی رائے سے نماز کے اوقات مقرر کرلیں، ایک بجے ظہر پڑھیں، دو بجے عصر پڑھ لیں، تین بجے مغرب پڑھ لیں، چار بجے عشاء پڑھیں، پانچ بجے فجر پڑھیں، کام ختم، ایسا نہیں ہوسکتا، جس نے نماز فرض کی ہے اسی نے وقت کو بھی مقرر کیا ہے۔ مگر وہ وقت مقرر ہے کیا؟ قرآن میں صراحۃً مذکور نہیں بلکہ اس کو رسول پاک نے اپنی حدیثوں میں بیان فرمایا، تو سمجھ میں آگیا کہ حدیثوں کے بغیر نہ نماز پڑھ سکتے ہیں نہ روزہ رکھ سکتے ہیں نہ حج کرسکتے ہیں نہ زکوٰۃ دے سکتے ہیں نہ کوئی اور عبادت کرسکتے ہیں بلکہ جگہ جگہ حدیث رسول کا سہارا لینا پڑے گا۔

جو لوگ حدیث رسول کے بغیر قرآن پر عمل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، ان سے ایک اہم سوال یہ ہے کہ جس چیز کے حلال یا حرام ہونے کا کوئی ذکر قرآن میں نہیں ہے اس کو کیا مانوگے؟ حلال یا حرام؟ اگر حلال مانوگے تو آیت لاؤ، اور اگر حرام مانوگے تو آیت لاؤ اور آیت تم پیش کر نہیں سکتے تو پھر ان چیزوں کے بارے میں تم کیسے فیصلہ کروگے؟ اس لئے ان چیزوں کی حلت وحرمت جاننے کے لئے حدیث رسول کا دامن تھامنا ہی ہوگا، حدیث رسول کے بغیر قرآن پر عمل ناممکن ہے، اس لئے جو لوگ اپنے کو اہل قرآن کہتے ہیں وہ حقیقت میں منکرین قرآن بھی ہیں اور منکرین

حدیث بھی۔ اور جو لوگ اپنے کو اہل حدیث کہتے ہیں وہ حقیقت میں منکرین حدیث بھی ہیں اور منکرین قرآن بھی۔ اسی لئے میں نے کئی مرتبہ ان لوگوں کو چیلنج کیا کہ اگر کوئی مائی کا لال حقیقت میں اہل حدیث ہے تو حدیث کی روشنی میں صرف ایک رکعت نماز پڑھ کے دکھادے ایسی نماز جو ہر حدیث کے مطابق ہو کسی حدیث کے خلاف نہ ہو، کوئی اہل حدیث اس طرح پر نماز پڑھ کے دکھا نہیں سکتا۔

سچائی تو یہ ہے کہ وہابیت کی دونوں شاخیں غیر مقلدیت اور دیوبندیت انگریزوں کی پروردہ جماعتیں ہیں۔ مسلمانوں میں فتنہ ڈالنے کے لئے ان کا وجود ہوا ہے، اسی فتنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے میرے آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا "اَوَّلُ فِتْنَةٍ يَأْتِي مِنَ الْمَغْرِبِ" میری امت میں سب سے پہلا فتنہ مغرب سے آئے گا مغرب سے مراد مغرب کا وقت نہیں بلکہ دنیا کا مغربی حصہ یعنی یورپ مراد ہے آپ خود دیکھئے قادیانی فرقہ مغرب کی پیداوار ہے، وکٹوریہ کی پشت پناہی نہ ہوتی اور انگریزوں کی طرف سے اس کے لئے موٹے موٹے وظیفوں کی لائن نہ لگی رہتی تو کہیں کوئی قادیانی نظر نہیں آتا، اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانا ہی فرنگیوں کا مقصد حیات ہے چیچنیا کی مثال سامنے ہے جو یورپ میں آباد تھا، اس وقت وہاں بہت کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں، جن میں عیسائیوں کی حکومت تھی، جب ان لوگوں نے اپنی آزادی کا نعرہ بلند کیا تو تمام مغربی طاقتوں نے ان کی پشت پناہی کی اور ان کا بھرپور ساتھ دیا مگر چیچنیا کے مسلمانوں نے جب آزادی کا مطالبہ کیا اور کہا کہ ہمیں بھی آزادی ملنی چاہئے جیسے دوسری ریاستوں کو مل رہی ہے تو انہیں گولیوں کا نشانہ بنایا گیا، چیچنیا کے مسلمانوں کی حمایت میں نہ امریکہ

آیا نہ یورپ، برسوں گزر گئے ان مظلوموں کو آزادی نہیں ملی، اور اب تک ظلم کے پہاڑ ان نحیف و ناتواں نقشبندی مسلمانوں پر توڑے جا رہے ہیں، سب سے افسوسناک پہلو تو یہ ہے کہ مسلم ممالک بھی خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں بالخصوص سعودیہ عربیہ کے سربراہان، جو اسلام کا ٹھیکہ لیکر مکہ اور مدینہ میں حکومت کر رہے ہیں ان کی بھی آوازیں ایسی بند ہیں کہ جیسے حلق میں کیلا پھنسا ہوا ہے، آخر یہ نجدی وہابی بول بھی کیسے سکتے ہیں، جب یہ خود یورپ کے پروردہ ہیں، یورپ کی مدد سے ان کا وجود ہوا ہے اور انہیں کی مدد سے یہ وہابی حرمین طیبین پر قابض ہوئے۔ اور یہی حال دیوبندی جماعت کا بھی ہے۔ خود مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت کو برٹش سرکار کی طرف سے چھ سو کی ماہواری آتی تھی مگر حضرت کو معلوم نہیں تھا کہ کہاں سے آتی ہے (۱) یعنی مولانا کو برٹش گورنمنٹ چھ سو روپئے ماہانہ دیتی تھی یہ آج کی بات نہیں ہے یہ اس وقت کی بات ہے جب علماء کو دس روپئے ماہانہ تنخواہ ملتی تھی تو وہ سمجھتے تھے کہ ہم مالدار ہیں، خوشحال ہیں، میں اُس زمانے کی بات کر رہا ہوں جب میرے والد ماجد حضرت صدر الشریعہ کی ماہانہ تنخواہ ساٹھ روپئے تھی، کیا برٹش سرکار اتنی بیوقوف تھی کہ ان کو چھ سو کی ماہواری انڈیل دیتی تھی اور ان سے اپنے مطالب کا کام نہیں لیتی تھی؟ ان کے سوانح نگار یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت کو ماہواری تو آتی تھی مگر حضرت کو نہیں معلوم تھا کہ کدھر سے آتی ہے ماہواری تو آرہی تھی مگر کدھر سے آتی ہے آگے سے آتی ہے کہ پیچھے سے آتی ہے یہ حضرت کو معلوم نہیں تھا، اب آپ سوچو! یہ نئے نئے فتنے کہاں سے آرہے ہیں؟

(۱) مکالمۃ الصدرین ص ۸، ۹، ۱۰ پر علمائے دیوبند کی وظیفہ خوری کی داستان دیکھی جا سکتی ہے۔ مشتاق احمد مصباحی

مغرب سے آرہے ہیں، ہندوستان میں برٹش حکومت کہاں سے آئی تھی؟
مغرب ہی سے آئی تھی، چکڑالوی فتنہ کہاں سے آیا؟ مغرب سے آیا، اس
ملک پر یورپ والوں نے قبضہ کرنے کے بعد نئے نئے فتنے پیدا کئے
اور مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر اسلام کو کمزور کرنے کی کوششیں کیں۔

رفیقان گرامی! اہل قرآن ہوں یا اہل حدیث، یہ سب کے سب
مغرب کی پیداوار ہیں اسی لئے ان کے اندر مغربی تہذیب خوب پائی جاتی
ہے، رسول اللہ کی تقلید چھوڑ کر انگریزوں کی تقلید کرتے ہیں، جب تک یہ
معاشرے کا حصہ بنے رہیں گے اصلاح معاشرہ کیسے ہوگا؟ دوسری برائیوں
کو ختم کرنا آسان ہے مگر یورپ نے جو انڈے جنے ہیں ان سے معاشرہ
کیسے پاک ہوگا؟ معاذ اللہ اسی لئے ڈاکٹر اقبال نے کہا:

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

شفیق جونپوری نے کیا ہی خوب کہا ہے:

لکھا ہے ساس نے خط آج بیگم کی سفارش میں
کہ کیوں جانے نہیں دیتے علی گڑھ کی نمائش میں
خدا ان پردہ داران حرم کی آبرو رکھے
کہ بوڑھی بیویاں بھی ہو گئیں مغرب کی سازش میں

اب جناب یورپ کی گندی تہذیب کا ایک نمونہ بھی دیکھتے چلیں،
میں چند سال پہلے ایک مرتبہ یورپ کے دورے پر گیا، انگلینڈ میں قیام
تھا، ایک صاحب دعا و تعویذ کے لئے میرے پاس آئے اور زار و قطار رونے
لگے، میں نے کہا کیا بات ہے؟ آپ کو کیا پریشانی لاحق ہے؟ کچھ بولے

نہیں، ہمارے ایک شاگرد مولانا یونس گجراتی ہیں، انہوں نے کہا کہ ان کے
اوپر ایک مصیبت آگئی ہے۔ حضرت دعا کر دیں تاکہ ان کی مصیبت دور ہو
جائے، میں نے دعا کر دی کہ اے اللہ ان کی ہر مصیبت دور فرما، اور تمام جائز
مرادیں پوری فرما دے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ چلے گئے تو مولانا یونس نے
کہا کہ حضرت معاملہ یہ ہے کہ ان کا ایک چھوٹا بچہ پانچ چھ سال کا اسکول
میں پڑھتا تھا چونکہ یہاں کھیل کے پیریڈ (Period) میں تمام بچوں کے
کپڑے اتروا کر جسم کا معائنہ بھی کرتے ہیں، ایک مرتبہ معائنے کے دوران
اس کی پیٹھ کے اوپر ایک ہلکا سا سرخ نشان ملا۔ ماسٹرنی نے پوچھا یہ سرخ
نشان کیسا ہے؟ بچے نے کہا کہ ایک دو دن پہلے میں نے برگد توڑ دیا تھا تو
میری ماں نے ایک تھپڑ میری پیٹھ پر رسید کر دیا تھا اسی کی انگلی کا یہ نشان ہے۔
اب وہ ماسٹرنی بچے کو لیکر مجسٹریٹ کے پاس گئی اور اس کے والدین
کے خلاف شکایت درج کی مجسٹریٹ نے فوراً پولس کو فون کیا کہ ایسا ایسا ایک
کیس ہمارے پاس آیا ہے، فوراً اس کی انکواری کی جائے، پولس بچے کو لیکر
اسکے گھر پہونچی اور اسکی ماں سے پوچھا کہ یہ آپ کا بچہ ہے؟ ماں نے کہا ہاں!
پولس نے کہا، اسکی پیٹھ میں یہ نشان کیسا ہے؟ ماں نے کہا کچھ شرارت کی تھی
تو میں نے مار دیا اسی کا نشان ہے، پولس نے اپنی رپورٹ مجسٹریٹ کے پاس
پیش کر دی اور پھر مقدمہ شروع ہو گیا اور آخر ایک دن جج صاحب نے فیصلہ
کیا کہ والدین بچے کی پرورش کے لئے نااہل ہیں، اس لئے اس بچے کو
اسٹل میں منتقل کیا جاتا ہے اور حکم دیا جاتا ہے کہ گورنمنٹ اس بچے کی تعلیم و
تربیت اور رہنے سہنے کا انتظام کرے، اس فیصلے کے بعد وہ بچہ کرسچنوں کے
ہاتھ میں چلا گیا اور انہیں کی نگرانی اور ماحول میں پرورش پاتا رہا، جج نے فیصلہ

نامہ میں یہ بھی لکھا تھا کہ بچہ جب تک سولہ سال کا نہ ہو جائے، والدین اس کو اپنے گھر نہیں لے جا سکتے، جب بچہ سولہ سال کی عمر کو پہنچ جائے تب اس سے پوچھا جائے کہ یہ ہاسٹل میں رہنا چاہتا ہے یا اپنے والدین کے ساتھ رہنا چاہتا ہے۔ اس وقت بچے کو آزادی حاصل ہوگی دونوں میں سے جسے چاہے اختیار کرے، بچہ ہاسٹل میں رہنے لگا، عمر بڑھتی گئی، دماغ بیدار ہوتا گیا، اور مختلف گودیوں میں رہ کر اسکا مزاج تبدیل ہو گیا۔ بارہ تیرہ سال کی عمر میں پہنچتے پہنچتے اس نے کئی گرل فرینڈ (Friend) منتخب کر لئے اور عشق ومحبت کے پھندے میں پڑ گیا، سولہ سال کی عمر جب پوری ہوئی تو ماں باپ اسکے پاس گئے اور بڑی منت وسماجت کی اور کہا بیٹا! بہت دن تک تیرے لئے ترستے رہے، اب چل اور ہمارے ساتھ رہ، بیٹا ماں باپ کو جواب دیتا ہے، میں تم لوگوں کو نہیں جانتا کہ تم لوگ کون ہو؟ مجھے یہیں اچھا لگتا ہے، میں یہیں رہوں گا، تمہارے ساتھ نہیں جا سکتا۔ عیسائیوں کی پرورش میں رہ کر وہ اسلام کا کلمہ تک نہیں جانتا۔

عزیزان ملت اسلامیہ! آپ ذرا سوچیں کہ عیسائیت پھیلانے کے لئے کیا اس سے بھی بہتر اور خوبصورت طریقے ہو سکتے ہیں؟ نام ہے بچوں کے حقوق دلانے کا، پرچار ہے بچوں کی پرورش کا، مگر درحقیقت مسلم بچوں کو کافر بنانے کا مشن ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کی تحریک ہے، اسلامی تہذیب وتمدن پر شب خون مارنے کی ناپاک سازش ہے۔ ابھی گزشتہ سال ۱۹۹۸ء میں میں یورپ کے دورہ پر گیا تھا تو یہ واقعہ سامنے آیا کہ ایک صاحب نے اپنی سولہ سالہ لڑکی پر پابندی لگا دی کہ تم اپنے عاشق سے نہیں مل سکتی، مگر لڑکی نے ان کی ایک بھی نہ سنی بلکہ اپنے بوائے فرینڈ (Boy Friend)

کے ساتھ گھر آتی، رات میں دونوں ایک کمرے میں رات گزارتے، ماں باپ نے اسے بہت سمجھایا، اس پر پابندی لگانی چاہی، مگر لڑکی نہ مانی، جب سختی پر آمادہ ہوئے اور پٹائی کرنی چاہی، تو لڑکی نے کہا جو بھی کرنا ہو کر ڈالو، میں اس کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتی، عشق نہ دیکھے ٹوٹی کھاٹ۔ عشق نہ دیکھے رات برات۔ یہ تو بس عشق کی دھن تھی، والدین نے عاجز آ کر کہا، چل! اب تجھے ہم گھر سے نکال دیتے ہیں! اب جہاں تجھے منھ کالا کرنا ہے چلی جا! ہمیں ایسی لڑکی نہیں چاہئے، یہ مسلم گھرانے کی بات ہے، لڑکی کو بھی تاؤ آ گیا، جج صاحب کے یہاں پٹیشن داخل کر دی کہ میں نے اپنی مرضی سے اپنا بوائے فرینڈ (Boy Friend) منتخب کیا ہے اور اس سے شادی کرنے کا پروگرام ہے، مگر میرے والدین کو اس پر اعتراض ہے وہ مجھے بوائے فرینڈ کے ساتھ اپنے گھر میں رہنے نہیں دیتے، میں نے جب ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا تو انہوں نے مجھے گھر سے باہر کر دیا۔ لہٰذا میری دادرسی کی جائے، اور ہمارے رہنے کا مناسب انتظام کیا جائے۔ سمن جاری ہوا، والدین بلائے گئے، جج نے ان سے اس واقعہ کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے کہا کہ ہم مشرقی تہذیب کے حامل ہیں۔ ہمارا مذہب اسلام ہے۔ ہم لوگ اس چیز کو مذہبی طور پر گوارا نہیں کرتے ہیں کہ بغیر نکاح کے کوئی جوان لڑکی، جوان لڑکے کے ساتھ رہے، اس لئے ہم نے اس پر پہلے پابندی لگائی اور اسکے نہ ماننے پر تنبیہا ہم نے اس کو گھر سے نکال دیا، تاکہ اس کی اصلاح ہو جائے، اور اپنی عادت سے باز آ جائے۔ جج صاحب نے فیصلہ سنایا کہ لڑکی کے والدین اقراری مجرم ہیں، کیوں کہ یہ انسان کی فطری آزادی میں خلل اندازی کے مترادف ہے۔ اور چونکہ یہ بوڑھے ہو چکے ہیں، اس لئے اب

ان کو مکان کی ضرورت نہیں رہی۔ گورنمنٹ کو حکم دیا جاتا ہے کہ ہاسٹل میں ان کے لئے کمرے مہیا کرائے اور وہ مکان اس لڑکی کو دیا جاتا ہے تاکہ آزادی کے ساتھ اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ رہ سکے، اور پوری آزادی کے ساتھ زندگی کا صحیح لطف اٹھا سکے۔ اور اب پوری انگریز برادری میں یہ بلا پھیل چکی ہے۔ پورے یورپ میں کوئی لڑکی صحیح نہیں ملے گی، بلکہ پورے یورپ میں کوئی لڑکی اور لڑکا ایسا نہ ملے گا جو بوائے فرینڈ، گرل فرینڈ کی وبا میں گرفتار نہ ہو، سب کے سب گاندھی کے کتے کتیا بن چکے ہیں۔ آخر انگریز، لڑکے اور لڑکیوں کو اس قدر آزادی کیوں دے رہے ہیں؟ صرف اس لئے کہ مسلمانوں کو برباد اور دین اسلام کو عملی طور پر تباہ کر دیا جائے، اس لئے اب ضروری ہے کہ مسلمان خواب غفلت سے بیدار ہو، اور اپنی اور اپنے گھر کی اصلاح خود کرے، کیا آپ کو پتہ نہیں کہ اسلام نے ہر مسلمان کو جوابدہ بنایا ہے، تم گھر میں ہو تو گھر کے مصلح ہو۔ رسول پاک فرماتے ہیں "كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ" (۱) تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال ہوگا بولو! تم نے اپنی بیویوں کو اسلامی تہذیب سے کتنا سنوارا ہے؟ اپنے بچے بچیوں کو کتنی اسلامی تربیت دی ہے؟ اپنے گھر والوں کو کس قدر اسلامی اخلاق و کردار سے آراستہ کیا ہے، یہ سب پوچھا جائے گا۔ میرے آقا سرور کائنات ﷺ ارشاد فرماتے ہیں "مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَهُ مِنْ نُحْلٍ أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ" (۲) میرے آقا سرور کائنات یہ نہیں فرماتے ہیں کہ وہ باپ بڑا عمدہ ہے جو روزانہ شام کو اپنے بچوں کے لئے مٹھائی لائے۔ وہ باپ بڑا اچھا ہے جو ہر مہینہ اپنے

(۱) بخاری ج۱ ص۱۷۶ کتاب الجنائز (۲) مشکوٰۃ ص۴۲۳

بچوں کے لئے خوبصورت اور عمدہ سوٹ خرید کر لائے۔ وہ باپ بڑا اچھا ہے جو انکو دودھ، دہی، مکھن، بالائی کھلا کر موٹا کر دے، نہیں، میرے آقا ارشاد فرماتے ہیں، کسی باپ کا اپنی اولاد کیلئے اچھے اخلاق اور اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی ہدیہ اور تحفہ نہیں۔ تم اپنی اولاد کیلئے کروڑوں کا بینک بیلنس چھوڑ دو، اربوں کی فیکٹریاں بنا کر چھوڑ جاؤ! بڑے بڑے فرم چھوڑ جاؤ! مگر اچھی تربیت نہ دو تو سب بیکار ہے۔ میرے آقا فرماتے ہیں کہ جب بچے سات سال پورے کر لیں اور آٹھویں سال میں داخل ہو جائیں تو ان کو نماز پڑھاؤ، اور جب دس سال کے ہو جائیں اور گیارہویں میں قدم رکھیں تو اس وقت اگر نماز نہ پڑھیں تو پٹائی کر کے نماز پڑھواؤ۔

آپ میں سے کتنے لوگ ہیں جو اپنے بچوں کو نماز کیلئے مارتے ہیں۔ بلکہ ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں پٹائی کرنے پر لڑکے انہیں کا پول نہ کھول دیں۔ میرے آقا سرور کائنات ﷺ کے گھر بھی، کچھ لاڈلے بیٹوں نے پرورش پائی، جس کا واقعہ بخاری شریف میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ امام حسن، رسول پاک کی گود میں تھے، رسول پاک سرور کائنات ﷺ کے گھر زکوۃ اور صدقات کی کھجوریں رکھی تھیں، امام حسن گھٹنے کے بل کھسکتے کھجوروں کے ڈھیر کے پاس پہنچ گئے۔ اور ایک کھجور منہ میں رکھ لی، بولو! اس بچے کی عمر اور سمجھ ہی کیا ہے؟ اس عمر کا ہر بچہ ایسا کر لیتا ہے، یہاں تک کہ بہت سے بچے مٹی بھی کھا لیتے ہیں، کنکری بھی چبا لیتے ہیں، مگر میرے آقا سرور کائنات کا انداز تعلیم و تربیت دیکھو! فوراً منہ میں انگلی داخل کی اور کھجور کو باہر نکال دیا۔ بخاری کی حدیث ہے حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں "أَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِي فِيهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ

كَخْ كَخْ لِيَطْرَحَهَا ثُمَّ قَالَ أَمَا شَعَرْتَ أَنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ" (۱) یعنی حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہما نے صدقہ کی ایک کھجور منہ میں رکھ لی، تو حضور نے فرمایا "چھی" "چھی" تاکہ حضرت حسن کھجور تھوک دیں پھر فرمایا کہ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔ کیا اس سے پتہ نہ چلا کہ بچے کی تعلیم وتربیت گود سے شروع کی جاتی ہے، ہم میں کون ایسا ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ایسا جذبہ رکھتا ہو۔ میرے آقا نے تو اپنے لاڈلے، چہیتے، نور نظر، لخت جگر کو حکم فرمایا کہ صدقے کی کھجور تھوک دے کیونکہ صدقہ کا مال لوگوں کا میل کچیل ہے محمد کی آل میل کچیل کھانے کے لئے نہیں ہے مگر آج کچھ لوگ ایسے بھی پیدا ہو گئے ہیں جو اپنے آپ کو آل محمد بھی کہتے ہیں اور صدقہ کا مال بھی ہڑپ کر جاتے ہیں۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ یا تو وہ آل محمد نہیں ہیں اسی لئے زکوۃ کا مال کھا جاتے ہیں اگر ایسا ہے تو پھر آل محمد کا دعویٰ ہی نہیں کرنا چاہئے یا پھر آل محمد کے طریقے پر نہیں ہیں ورنہ تواضع وانکساری اختیار کرتے اس طرح اپنے نسب کا دعویٰ کرنا، اس پر فخر کرنا، تکبر کرنا شیطان کا طریقہ ہے، آل محمد کا نہیں ہے۔ مجھے یاد آیا کہ ۱۹۷۵ء میں ہندوستان کے اندر اندرا گاندھی کے حکم سے ایمرجنسی نافذ ہوئی، اس زمانے میں علمائے کرام پر نسبندی کے جواز کا فتویٰ دینے کے لئے بڑا دباؤ ڈالا جارہا تھا، راجیو گاندھی کے چھوٹے بھائی سنجے گاندھی نے ایمرجنسی کے زمانے میں نسبندی کو فروغ دینے میں بڑا اہم رول ادا کیا اور یہ بندی کا لفظ بھی عجیب ہے کہ جس چیز میں لگ جائے، آفت آجائے، چکبندی آئی تو لوگوں میں لاٹھیاں چلنے لگیں، قتل وخون کا بازار گرم ہوگیا، رشوت دے کر اِدھر کی

(۱) نسائی ج ۱ ص ۳۶۶ و بخاری ج ۱ ص ۲۰۲

زمین اُدھر اور اُدھر کی زمین اِدھر ہونے لگی، نسبندی آئی تو پورے ہندوستان میں بھاگا دوڑ مچ گئی، اندرا گاندھی کی قیادت والی کانگریسی حکومت بکھر گئی، اور الیکشن میں کانگریس پارٹی کا صفایا ہوگیا، اور جب دیوبندی آئی تو پوری قوم مسلم تاش کے پتے کی طرح بکھر گئی اور اس طرح آپس میں اختلاف وانتشار برپا ہوا کہ اللہ کی پناہ، یہ عجب طرح کی بندی ہے چلئے صاحب! اسی زمانے میں کچھ مولانا لوگوں نے حکومت کے ظلم سے بچنے کے لئے اور سنجے گاندھی کی گولی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے نسبندی کے جواز پر بہت سی کتابیں لکھیں اور بہت سے رسالوں میں جواز کے فتوے جاری کئے، اسی زمانے میں قاری طیب صاحب نے دارالعلوم دیوبند میں کہا: ہمارے علماء نے نسبندی اور فیملی پلاننگ کے بارے میں منفی جہت سے غور کیا ہے چاہئے کہ مثبت انداز سے بھی غور کریں۔ یعنی اب تک ناجائز ہونے کا فتویٰ دیتے رہے ہیں، اب چاہئے کہ جواز کی راہ بھی نکالیں۔ اور اسی زمانے میں جبکہ دیوبندی مفتی جواز کا فتویٰ دے رہے تھے، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا کے نور نظر، جنہیں امام احمد رضا نے بھی مادرزاد ولی کہا ہے۔ اور ان کے پیر نوری میاں نے بھی مادرزاد ولی کہا ہے، یعنی حضور مفتی اعظم ہند نے اپنی علالت کے باوجود ایک فتویٰ صادر فرمایا کہ نسبندی حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے! حضرت مفتی اعظم ہند نے ایک تذکرے میں فرمایا، اس زمانے میں میں بہت بیمار تھا، یہ ہنگامے دیکھ رہا تھا، بستر سے اٹھنے کے قابل نہ تھا، ایک روز میں نے بڑی ہمت کی۔ اور جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے کئی جگہ ستا کر جامع مسجد پہنچا اور جوش میں بھرا تھا، منبر کے پاس منبر کا سہارا لیکر کھڑا ہوگیا اور اسی موضوع پر اس وقت تقریر کی، میں نے کہا کہ میں بیمار ہوں اور مرنے کے قریب ہوں۔ اگر مارنا ہے

تو مارڈالو، کم سے کم جام شہادت تو نوش کرلوں گا، بیماری سے مرنے کے بجائے خدمت دین میں مروں یہ میرے لئے اور اچھا ہے، یہ حضرت مفتی اعظم ہند کی شان تھی، آپ کے فتوے سے پوری حکومت جان کی دشمن بن گئی مگر آپ نے اپنے فتوے سے رجوع نہ کیا اور نہ اپنی جان کی پرواکی، اسی زمانے میں میں نے مثبت اور منفی سب پہلوؤں پر غور کیا تو فتح القدیر کی ایک عبارت پڑھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی، حضرت امام ابن ہمام جو آج سے تقریباً ساڑھے پانچ سو سال پہلے مذہب حنفی کے بڑے زبردست مجتہد گزرے ہیں وہ اپنی کتاب فتح القدیر میں اس مسئلہ پر قرآن وحدیث کی روشنی میں بڑی لمبی بحث کرتے کرتے ایک مقام پر فرماتے ہیں مگر جو مسلمان دارالحرب میں رہتا ہو تو اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ عزل کرے۔ کیوں کہ دارالحرب میں رہنے کے بعد اگر وہ بچے پیدا کرے گا تو اس کے بچے اسلامی تعلیمات پر قائم نہ رہ پائیں گے، اس لئے ایسی جگہ اولاد پیدا کرنے سے بچنا چاہئے۔ امام ابن ہمام کی اس بات سے میرے دماغ میں جھنجھلاہٹ پیدا ہوئی کہ ہمارے مذہب کا ایک مجتہد یہ کیسی بات کر رہا ہے مگر جب یورپین ممالک کا دورہ کیا اور ان ممالک کا جائزہ لیا تب سمجھ میں آیا کہ پانچ سو سال پہلے حضرت امام ابن ہمام نے جو کچھ فرمایا تھا وہ بالکل صحیح ہے، امام ابن ہمام آج کے حالات دیکھ رہے تھے اور اسی کے تناظر میں وہ مسئلہ لکھا تھا جبکہ اس زمانے میں کوئی مسلمان دار الحرب میں نہیں رہتا تھا۔ سارے مسلمان دارالاسلام میں رہتے تھے، اب جاکر کے امریکہ کے دارالحرب میں، افریقہ کے دارالحرب میں اور یورپ کے دارالحرب میں بہت سے لوگ نیشنلٹی لے کر رہنے لگے، تو اب ان ممالک میں ان کے جو بچے پیدا ہو رہے ہیں اور جس ماحول میں وہ پروان چڑھ رہے ہیں اس کی ایک جھلک آپ نے

دیکھ لی ایسے حالات میں عزل کرنا اور بچے کی پیدائش سے باز رہنا واقعی اچھا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ امام ابن الہمام نے لکھا، آپ یہ سوچیں! کہ اولاد پیدا کرنا بہت آسان ہے، مگر ان کو مسلمان بنا کر رکھنا، اسلامی تہذیب وتمدن اور دینی اخلاق وکردار سے آراستہ کرنا بڑا مشکل ہے۔ لہٰذا آپ اپنی ذمہ داری سمجھیں، کیوں کہ آپ کو خیر امت بنایا گیا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری آپ کے سپرد ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ" (۱) تم سب سے بہتر امت ہو کیوں کہ تم نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو اور نیکیوں کا حکم دینے اور برائیوں سے روکنے کا نظام یہ ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ" (۲) اپنے خاندان کے قریب ترین لوگوں کو جہنم سے ڈراؤ، اسی لئے رسول پاک ﷺ نے جب فاران کی چوٹی سے اللہ کی توحید اور اپنی نبوت ورسالت کا اعلان کرتے ہوئے دعوت وتبلیغ کا آغاز کیا تو سب سے پہلے اپنے خاندان کے لوگوں کو ڈرایا قریش مکہ کو پکارا۔ بنو ہاشم کو پکارا، بنو عبدالمطلب اور اپنے گھر والوں کو پکارا، سب کو ایک ایک کر کے اسلام کی دعوت دی۔ پہلے گھر والوں کو دعوت دی، پھر باہر والوں کو۔ پھر اسی قرآن میں اللہ نے فرمایا۔ "قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا" (۳) اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، حیرت ہے کہ آج تک تم اتنی ہمت نہ کر سکے کہ اپنی اولاد کو وہابی بنانے سے بچا سکیں کہ وہابی ہونا ابدی جہنمی ہونے کا سبب ہے، اس لئے اپنی اولاد کو وہابی ہونے سے بچاؤ اور اس سے پہلے وہابیوں کی صحبت سے بچاؤ کہ وہابیوں کی صحبت ایمان وعقیدے کیلئے زہر ہلاہل

---

(۱) پارہ ۴ رکوع ۳ (۲) پارہ ۱۹ رکوع ۱۵ (۳) پارہ ۲۸ رکوع ۱۹

ہے، افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ کچھ لوگ سنی ہوتے ہوئے بھی امام احمد رضا کی تعلیمات اور اعتقادیات کی سختی کے معاملے میں نکتہ آفرینی کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں، حالانکہ اس زمانے میں اعلیٰ حضرت سے وابستگی ایمان کی پختگی کی علامت ہے۔ کیوں کہ جب اعلیٰ حضرت کی کتابوں کا ہم مطالعہ کرتے ہیں، تب ہمیں قرآن بھی سمجھ میں آتا ہے اور حدیث بھی سمجھ میں آتی ہے، ایمان بھی سمجھ میں آتا ہے اور روح ایمان بھی سمجھ میں آتی ہے، لیکن کچھ لوگوں کو اس بات سے بڑی تکلیف ہوتی ہے، ہیں سنی، مگر کہتے ہیں کہ کیوں نعرہ لگا دیا مسلک اعلیٰ حضرت کا؟ میاں! رسول پاک سرور عالم ارشاد فرماتے ہیں "مَن لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللهَ" (۱) جو آدمی انسانوں کے احسان کا شکریہ ادا نہ کرے وہ اللہ کا شکر گزار بندہ نہیں ہو سکتا، دولت ایمان اللہ کی دی ہوئی ہے، رسول اللہ کی تقسیم کی ہوئی ہے، مگر جس دروازے سے آئی ہے وہ احمد رضا کا دروازہ ہے، امام احمد رضا نے اپنی جان، اپنا مال، اپنی اولاد، اپنی عزت، اپنے شاگردوں کی قطاریں، اپنے مریدوں کی بہاریں ان تمام چیزوں کو عظمت مصطفےٰ کے لئے داؤ پر لگا دیا۔ کیا ملت اسلامیہ پر امام احمد رضا کا یہ احسان نہیں ہے؟ اس لئے میرے آقا سرور کائنات نے انہیں ایسی عظمت عطا فرمادی کہ انہیں عصر حاضر میں حق و صداقت کا اعلیٰ معیار اور کسوٹی بنادیا، اس لئے اب اس زمانے میں حق پسندی، حق پرستی، حق شناسی، حق روی پہچانی جائے گی تو امام احمد رضا کی نسبت سے پہچانی جائے گی۔

اس زمانے میں دین اسلام کا سچا چہرہ مسلک اعلیٰ حضرت ہے کچھ لوگ تقیہ سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم مسلک ابوحنیفہ کو مانتے ہیں

(۱) ترمذی ج ۲ ص ۱۷، مشکوۃ ص ۲۶۱

میاں! دیوبندی بھی وہی کہتے ہیں وہ بھی اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں، تو تم اپنے آپ کو ان سے کیسے الگ کر سکو گے؟ اور سنو! علماء کی توہین اور تذلیل سے بھی بچو کہ اس میں بھی تمہارے ایمان کی بربادی ہے کیوں کہ علمائے ربانیین، انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ آقائے کائنات ﷺ ارشاد فرماتے ہیں "لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ" (۱) ہم انبیاء کی جماعت میں وراثت مال نہیں بٹتی ہے۔ ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے، کیوں کہ مال تو کھا پی کر ختم ہو جاتا ہے تو وراثت بھی ختم ہو جائے گی، جبکہ نبی آیا ہے قیامت تک کے لئے تو وراثت بھی قیامت تک بچے گی، اس لئے ماننا پڑے گا کہ نبی کی وراثت علم میں جاری ہوتی ہے۔

فرمان رسالت کا حاصل یہ ہے کہ ہم انبیاء، علم کی وراثت چھوڑتے ہیں، یہ میرے آقا کا کرم ہے کہ وہ سارے عالم کے لئے رحمت ہیں، صرف اپنے خاندان اور قبیلے کے لئے نہیں رحمت ہیں۔ اس لئے حضور نے چاہا کہ کسی بھی خاندان کا ہو اگر دولت علم میرے دربار سے لے لے تو وہ میرا وارث ہے، اور میرے خاندان کا ہو اور علم سے منھ پھیر لے تو وہ میرا وارث نہیں ہے، یہ سرکار مدینہ کا کرم ہے کہ ہم جیسے نالائقوں کو اپنا وارث بنادیا اور خاندان کے کتنے لائقوں کو اپنی وراثت علمی سے محروم فرمادیا، اب ایسے لاوارثوں کو کیا کیا جائے۔ اس لئے اب علماء کو اپنے گھر کا غلام سمجھنا بند کرو، اور اپنے منھ سے اپنی بڑائی بھی بند کرو کہ یہ کبر و نخوت ہے، جس سے آدمی ذلیل ہو جایا کرتا ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں:

تکبر عزازیل را خوار کرد
بزندان لعنت گرفتار کرد

(۱) مشکوۃ ص ۵۵۰

تو بھائی جس کو عزازیلی وراثت اپنے گھر رکھنی ہو وہ رکھے، ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ اور جسے رسول پاک کے گھر کی وراثت علمی چاہئے وہ امام احمد رضا کے دامن کو مضبوطی سے تھام لے۔ یہ رسول پاک کا دریائے کرم ہے جو ہر سمت یکساں برس رہا ہے اب اپنے اپنے ذوق کی بات ہے، کوئی اس رحمت کی بچھوار میں آتا ہے اور کوئی اس رحمت سے بھاگ کر کسی غار میں چھپ جاتا ہے۔ یہ تو اپنے اپنے نصیبے کی بات ہے، اور اگر کوئی یہ کہہ رہا ہے، کہ ہم اعلیٰ حضرت کو مانتے ہیں، مفتی اعظم کو مانتے ہیں اسکے بعد کسی کو نہیں مانتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ خدا کی قسم وہ اعلیٰ حضرت کو بھی نہیں مانتا وہ اپنی مجبوری کی وجہ سے کہتا ہے کہ میں اعلیٰ حضرت کو مانتا ہوں، مفتیٔ اعظم کو مانتا ہوں، کیوں کہ اگر وہ یہ کہہ دے کہ میں اعلیٰ حضرت کو بھی نہیں مانتا تو لوگ کہیں گے کہ یہ وہابی ہو گیا۔ اس لئے یہ لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم اعلیٰ حضرت کو مانتے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ میرے پاس دلیلیں موجود ہیں کہ ان لوگوں نے اپنی نجی مجلسوں میں اعلیٰ حضرت کے بارے میں کہا ارے میاں! پٹھان سے کیا مرید ہوتے ہو وہ تمہیں آخرت میں کیا دے پائیں گے؟ میرے ہاتھ پر مرید ہو جاؤ اسکا کیا مطلب؟ اعلیٰ حضرت سے حسن عقیدت کی بنیاد پر ایسا کہہ رہے تھے؟ اور پٹھان کے لفظ سے تعبیر کر رہے تھے؟ ارے میاں! اسلام میں خاندان اور قبیلوں کی کوئی حیثیت نہیں، انسانوں کو مختلف خاندانوں میں صرف تعارف کے لئے بانٹا گیا ہے اس لئے نہیں کہ ایک دوسرے کی تحقیر و تذلیل کی جائے، اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے، اللہ فرماتا ہے "وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ

عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ" (۱) ہم نے تمہیں مختلف خاندانوں اور قبیلوں میں صرف اس لئے بانٹا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، بیشک تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہے۔ مگر ان کا حال یہ ہے کہ صرف اپنی جھوٹی سیادت کی تشہیر اور دوسروں کی تحقیر و تذلیل، اسی لئے تو کہہ رہے ہیں پٹھان سے کیا مرید ہوگے۔ یہ نہ کہہ سکے کہ اعلیٰ حضرت کے خاندان سے کیا مرید ہوگے، ہم سے ہو جاؤ! پٹھان سے کیا مرید ہوگے۔ پٹھان کے سلسلے سے کیا مرید ہوگے۔ ہمارے سلسلے میں آجاؤ، کیوں نہیں سوچا کہ خلق خدا اعلیٰ حضرت کے سلسلہ کی طرف بے تحاشا ٹوٹ رہی ہے اور یہ مقبولیت بلاوجہ نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ رسول پاک کی نگاہ کرم اعلیٰ حضرت کے سلسلہ پر پڑ گئی ہے۔

نہ جانے حسن ہے یا عشق بس اتنا جانتا ہوں میں
مجھے کھینچے لئے جاتا ہے کوئی جذبۂ پنہائی

سمجھ گئے آپ! اگر کوئی میری عظمت کا انکار کر دے تو اسے کوئی وہابی نہیں کہے گا، مگر اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم کی عظمت کا اگر کوئی انکار کر دے تو اسی وقت اسے ایک ٹائٹل مل جائے گا، اسی ڈر سے کہہ رہے ہیں کہ جناب ہم ان کو مانتے ہیں، ان کے بعد والوں کو نہیں مانتے، ارے! تم جب انہیں نہیں مانتے تو ہم تم کو کیوں مانیں؟ کون سی خوبی تمہارے اندر ہے جس پر گھمنڈ کر رہے ہو؟ نہ علم ہے نہ تقویٰ، کتنی بار دیکھا گیا کہ جناب استنجا کر کے آئے اور دیکھا کہ مسجد میں جماعت کھڑی ہونے والی ہے، جھٹ سے امامت کے لئے مصلے پر چلے گئے۔ وضو کی کیا ضرورت ہے تو پیدائشی باوضو ہیں۔ کون

(۱) پارہ ۲۶ رکوع ۱۳ سورہ حجرات

آپ کی طرح بدعمل ہوگا، کھڑے کھڑے نمازیں قضا کرتے رہتے ہو اور اپنے آپ کو پیران پیر سمجھتے ہو۔ تم سے مرید ہونا بھی جائز نہیں، اور بے غیرت و بے شرم اتنے کہ ایک صاحب نے کہا یار! کم سے کم مریدوں کا تو خیال کرو، تو برجستہ کہا مریدوں سے پہلے ہی میں طے کر چکا ہوں، میرے سب مرید جہنم میں جائیں گے۔ بھائیو! جس کو جہنم میں جانا ہو ان پیروں کا دامن پکڑے، ہم کیوں کسی کا راستہ روکیں، مگر جن کو جنت میں جانا ہے ان سے ضرور کہیں گے کہ تم کیوں ان بدکردار پیروں کا دامن پکڑ رہے ہو؟ اگر جنت میں جانا ہے تو امام احمد رضا کی چوکھٹ پر آجاؤ، انکا دامن مضبوطی سی پکڑ لو۔

اگر تم امام احمد رضا کی عظمت کو تسلیم نہیں کرتے تو مت کرو، حرمین طیبین کے بڑے بڑے علماء اور مفتیان کرام، سادات عظام جو صحیح النسل سادات تھے، انہوں نے اعلیٰ حضرت کی عظمت کو تسلیم کیا، اعلیٰ حضرت سے سندیں لیں۔ اعلیٰ حضرت کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اعلیٰ حضرت کے قدم چومے، اور تم کو صرف ڈولی کا واقعہ یاد رہا پتہ نہیں کہاں کا واقعہ ہے؟ اسکی صحت وصداقت اور روایت ودرایت کی کیا حیثیت ہے؟ خیر مجھے اس سے کوئی بحث نہیں، میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بھائیو! آپ اپنی عافیت اور آخرت کا فیصلہ اپنے طور پر کریں۔ کون کیا کہتا ہے اس کے جواب کے لئے ہمارے پاس وقت ہی نہیں کسی شاعر نے کبھی کہا تھا:

ہماری عمر بہت کم ہے دوستی کے لئے
کہاں سے لائیں ہم وقت دشمنی کے لئے

ہمارے پاس اس کے لئے فرصت ہی نہیں، اللہ کا فضل ہے کہ ہمارے پاس بہت کام ہے۔ سب سے اہم کام بے علم لوگوں کو علم سے آراستہ کرنا اور دین کی

نشر واشاعت میں ہمہ وقت سرگرم رہنا، آپ نے کبھی سوچا کہ رسول پاک کی اس سنت کو ان دعویداروں نے کتنا پورا کیا۔ ایک جاہل کو بھی عالم بنایا۔ رسول پاک کی اس عظیم سنت سے یہ کل بھی محروم تھے اور آج بھی محروم ہیں۔ میرے آقا فرماتے ہیں "اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ" (۱) علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں اور ایک دوسری حدیث میں فرماتے ہیں "خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ" (۲) تم میں سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے، ہماری طرح جب مسند درس وتدریس پر بیٹھتے تو پتہ چل جاتا کہ علم کی گہرائی کتنی کٹھنائی سے حاصل ہوتی ہے، انہیں نہ علم حاصل کرنے کا شوق ہے، نہ جذبہ، صرف علماء سے حسد اور ان کی تحقیر وتذلیل ان کی فطرت ہے، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے علماء کی تعظیم کو اللہ ورسول کی تعظیم قرار دیا۔ اللہ کے رسول ارشاد فرماتے ہیں "اَكْرِمُوا الْعُلَمَاءَ فَاِنَّهُمْ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ فَمَنْ اَكْرَمَهُمْ فَقَدْ اَكْرَمَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ" (۳)

میں نے مفتی اعظم قبلہ کو دیکھا کہ جب ان کا کوئی مرید چاہے لاکھ پتی ہو یا کروڑ پتی، اگر سونے کی انگوٹھی پہن کر آجاتا تو فوراً اسکی انگلی پکڑ لیتے اور کہتے مردوں کے لئے سونے کی انگوٹھی حرام ہے۔ تو کیسے پہن کر آ گیا؟ چل نکال! اور اگر کسی کے ہاتھ میں دو انگوٹھی دیکھ لیتے تو اپنے سامنے اتروا تے، یہ نہیں دیکھتے کہ ناراض ہو جائے گا تو نذرانہ بند ہوگا۔ مگر آپ لوگوں کا طریقہ الگ ہے سب کچھ گوارا ہو سکتا ہے مگر مریدوں کو ناراض کرنا گوارا نہیں، کیونکہ آپ کی نظر مریدین کے نذرانے پر ہے، رسول کی سنت پر نہیں۔ مفتی اعظم قبلہ وہی تعلیم دیتے تھے جو رسول پاک کی سنت کے مطابق ہوتی۔ رسول کریم ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو کھینچ کر انگوٹھی نکال کر پھینک دی۔ اور فرمایا

---

(۱) مشکوٰۃ ص ۳۴ (۲) بخاری ج ۲ ص ۷۵۲، الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱۹۳، ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۹، ترمذی ج ۲ ص ۱۱۴ (۳) کنز العمال ج ۱۰ ص ۸۵

"خاتم من النار" (۱) جہنم کی انگوٹھی ہے اس کے بعد جب میرے آقا وہاں سے اٹھ کر اپنے دردولت پر تشریف لے گئے تو بعض لوگوں نے اس انگوٹھی والے سے کہا ارے یار! اٹھا لو بیچ کر کچھ کام چلانا، تو اس نے کہا: خدا کی قسم، جس انگوٹھی کو رسول پاک ﷺ نے پھینک دیا ہے اور جہنم کی انگوٹھی کہا ہے۔ میں اسکو ہاتھ نہیں لگا سکتا، سمجھ گئے آپ! اور اب ایسے چال باز پیر ہوگئے ہیں کہ جناب مریدوں کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو ڈانٹ کر کہا کہ یہ انگوٹھی مردوں کے لئے حرام ہے، چل نکال، اور پھر اس کے ہاتھ سے نکال کر اپنی جیب میں رکھ لیا واپس بھی نہیں کیا ایسے بھی پیر ہیں پتہ نہیں اصلاح معاشرہ کا کام کر رہے ہیں یا اصلاح پاکٹ کا خدا بچائے ان دنیادار پیروں سے۔

اس لئے محترم! اپنے آپ کو علماء سے وابستہ رکھو، آقائے کائنات ﷺ نے فرمایا "کن عالما او متعلما او مستمعا او محبا ولا تکن الخامس فتهلك" (۲) یا تو عالم بن جا اور عالم نہیں بنتا تو طالب علم بن جا، اور طالب علم نہیں بنتا تو عالموں کی باتیں سننے والا بن جا۔ اور یہ بھی نہیں بنتا تو عالم سے محبت کرنے والا بن جا۔ چار میں سے ایک بن جا۔ پانچواں مت بننا۔ ورنہ تباہ و برباد ہو جاؤ گے، یہ کون کہہ رہے ہیں رسول پاک فرما رہے ہیں، میں بھی حضور کی سنت پر عمل کرتے ہوئے یہی کہہ رہا ہوں عالم بنو! یا متعلم بنو یا سامع بنو، یا محب بنو، پانچواں نہ بنو کہ نہ عالم بنے، نہ متعلم بنے، نہ سامع بنے، نہ عالموں سے محبت کرنے والا بنے، بلکہ عالموں کی شان میں گستاخ بن گئے، گالی دینے والے بن گئے۔ تو اب یہ پانچویں قسم میں آگئے، اس لئے حدیث کے فرمان کے مطابق انہیں ہلاکت کے لئے تیار رہنا چاہئے اس لئے مسلمانوں اگر تمہیں اپنا معاشرہ درست رکھنا ہے تو علم

(۱) [illegible] (۲) [illegible]

حاصل کرو، اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلاؤ، کم سے کم اتنی تعلیم ضرور دلاؤ کہ وہ حرام و حلال کو سمجھ سکیں، فرائض و واجبات اور سنن پر عمل کر سکیں، گناہوں سے پرہیز کر سکیں، اتنا تو سکھا ہی سکتے ہو؟ اور پھر یہ بھی بتا دوں کہ بہت سے مسئلے ایسے آئیں گے کہ تم ان کو حل نہ کر پاؤ گے، تو عالموں کے پاس جا کر حل کرا لینا تب ان پر عمل کرنا، سمجھ میں آئی بات؟ اسکے بعد اپنے بچے کو چاہے تم ڈاکٹر بناؤ، بیرسٹر بناؤ، کلکٹر بناؤ، منسٹر بناؤ، کوئی پروا نہیں وہ حلال و حرام سمجھتا ہے، وہ اس کا پابند رہے گا، میرے آقا سرور کائنات ﷺ نے ہر ماں باپ کے لئے یہی حکم چھوڑا ہے مگر افسوس آج کے ماں باپ اپنے بیٹے اور بیٹیوں کو لیکر ایک ساتھ بیٹھ جائیں گے اور بالکل ننگی فلمیں، عریاں تصاویر ٹیوی پر دیکھیں گے۔ اب اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ معاشرہ تباہ ہوگا۔ تمہارے گھر کے اندر جہنم کے دروازے کھل جائیں گے، اسی چیز کو مباح کرنے کے لئے اگر کوئی صاحب ٹیوی کے جواز کا فتویٰ دے رہے ہیں تو وہ اصلاح معاشرہ نہیں بلکہ افساد معاشرہ کا کام کر رہے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ مسلمانوں کے گھروں میں ٹیوی نہ آنے پائے سمجھ گئے آپ؟ ہاں! جو جواز کا فتویٰ دیکر ٹیوی لانے کی کوشش کر رہا ہے وہ تمہارا خیر خواہ نہیں بدخواہ ہے۔ اور جو اس کو منع کر رہا ہے، روک رہا ہے وہ تمہارا خیر خواہ ہے، اپنے خیر خواہ اور بدخواہ کو خوب اچھی طرح پہچان لو، اور خوب اچھی طرح سمجھ لو، اور اسی اعتبار سے اپنے معاملات کو انجام دو، اللہ تعالیٰ مجھے، آپ کو اور تمام اہل سنت کو صراط مستقیم پر چلائے، اور غلط روی، غلط کاری اور غلط فہمی سے بچائے، جنگ و جدال، کینہ و فساد، حسد اور تکبر سے پاک رکھے اور تمام روحانی و جسمانی بیماریوں سے ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ
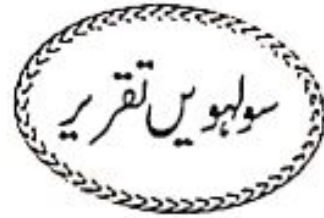
نحمدہٗ ونصلّی ونسلّم علی حبیبہ الکریم، ونشہدان لا الٰہ الا اللّٰہ العلی العظیم، ونشہدان سیدنا و مولانا محمدًا عبدہٗ ورسولہ المبعوث بالقرآن القدیم، وصلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم۔

امّا بعد!

فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ. (۱)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ، وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ، عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَاَکْمَلُ التَّسْلِیْمِ۔

نہایت احترام اور نہایت اہتمام کے ساتھ سید کائنات، فخر رسل رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں درود وسلام کا نذرانۂ عقیدت پیش کریں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ......

تھوڑی دیر تک آپ حضرات سے خطاب کرنے کے لئے میں حاضر ہوا ہوں، بغور سماعت فرمائیں تو اس کا فائدہ آپ کو بھی ہوگا اور مجھے بھی۔

رفیقان ملت! اللہ تبارک وتعالی کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ اس نے ہمیں انسان بنایا اور ہمارے سر پر شرافت کا تاج رکھا، اسی لئے اللہ نے فرمایا "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ" (۲) ہم نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو عزت و

---

(۱) پارہ ۳، رکوع ۱۲ (۲) پارہ ۱۵، رکوع ۷

شرافت عطا کی، یہی وجہ ہے کہ تمام انسانوں میں ایک بھی انسان ایسا نہیں ملتا جو اپنے آپ کو باعزت اور شریف نہ سمجھتا ہو اور یہ بات اپنی جگہ طے ہے کہ اپنے وجود اور تخلیق کے اعتبار سے ہر انسان صاحب شرافت اور صاحب عزت ہے، لیکن بعد میں جاکر وہ اپنی عزت وشرافت کو قائم رکھ پاتا ہے یا نہیں، یہ الگ بات ہے، چنانچہ حدیث پاک میں رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں" وَمَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ اَوْ یُنَصِّرَانِهٖ اَوْ یُمَجِّسَانِهٖ "(۱) جو بھی بچہ پیدا ہوتا ہے وہ فطرت اسلام ہی پر پیدا ہوتا ہے، اسی طبیعت اور فطرت پر اسکی تخلیق ہوتی ہے جو اللہ تعالی نے بندوں کو اصل وجود میں عطا کی، پھر بعد میں اسکے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں، یہ یہودی، نصرانی، بنانے کا جو ذکر ہے مثال کے طور پر ہے وہ کچھ بھی بن سکتا ہے یعنی والدین کی غلط تربیت سے دنیا کے کسی بھی غلط خانے میں جاسکتا ہے، لیکن اگر والدین اس کی صحیح تربیت کریں تو وہ اپنے اصل مزاج پر ہوگا اور اسلام کی فطرت کے مطابق چلے گا۔ پتہ چلا کہ ماحول انسان کو خراب کردیتا ہے، جب تک انسان اپنی اصل طبیعت وفطرت پر ہے اس کو شرافت اور عزت ملے گی، لیکن یہی انسان جب اپنی طبیعت وفطرت کو بدل کر غلط ماحول اور گندہ معاشرہ اپنالیتا ہے تو عزت سے ذلت کی طرف ڈھکیل دیا جاتا ہے، اسی کو قرآن یوں فرماتا ہے "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ "(۲) بیشک ہم نے آدمی کو بہترین صورت پر بنایا پھر اسے ہر نیچی سے نیچی حالت کی طرف پھیر دیا "اِلَّا الَّذِیْنَ

(۱) بخاری ج ۱ ص ۱۸۱ و ترمذی ج ۲ ص ۳۵ باب القدر و ابوداؤد ج ۲ ص ۶۳۸ باب فی ذراری المشرکین

(۲) پارہ ۳۰ رکوع ۲۰

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ "(۱) مگر جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لئے بے حد ثواب ہے۔ اب بات کھل کر سامنے آگئی کہ عزت صرف ان لوگوں کی قائم رکھی گئی جو ایمان اور عمل صالح سے متصف ہیں اور باقی لوگ عزت وشرافت سے الگ تھلگ کردئے گئے، اب بھلے ہی وہ اپنے آپ کو باعزت سمجھیں، مگر اللہ تعالی کے نزدیک باعزت نہیں، اللہ تعالی کی شان تو یہ ہے کہ اگر کسی کو عزت دیتا ہے تو دشمن کی گود میں اس کی پرورش کرتا ہے، اور جب ذلیل کرتا ہے تو نمرود جیسے شہنشاہ کو مٹی خاک سے تباہ وبرباد کردیتا ہے، اللہ تعالی نے عزت اور ذلت کا مدار دولت، ثروت، حکومت، اور طاقت پر نہیں رکھا، بلکہ اللہ تعالی کے نزدیک عزت وشرافت کا مدار تقوی وپرہیزگاری پر ہے، اس لئے انسان کو اعمال حسنہ کرنے اور عقیدہ درست رکھنے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے، آپ یاد رکھیں کہ اللہ تعالی نے سارے انسانوں کو بیشمار نعمتوں سے سرفراز فرمایا، امیر ہو یا غریب، بیمار ہو یا تندرست، کمزور ہو یا پہلوان، سب کو اللہ تعالی نے اتنی نعمتیں عطا کیں کہ اگر وہ ان نعمتوں کو شمار کرنا چاہیں تو شمار نہیں کرسکتے، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

"وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا" (۲) اگر تم اللہ تعالی کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہ کرسکو گے، ایک ایک نعمت میں کئی کئی نعمتیں ہیں حضرت سعدی کا مقولہ آپ نے بارہا سنا ہوگا، سانس اللہ تعالی کی ایک عظیم نعمت ہے اور ہر سانس اپنے اندر دو نعمت رکھتی ہے ایک آنے کی اور ایک جانے کی، اگر سانس اندر گئی اور باہر نہ نکلی تو آدمی مرجائیگا، اور باہر نکل گئی اور پھر اندر واپس

(۱) پارہ ۳۰ رکوع ۲۰ (۲) پارہ ۱۳، رکوع ۱۷

نہ آئی تو بھی آدمی مرجائے گا، تو ہر سانس کے اندر دو دو نعمتیں ہیں، ایک منٹ میں کتنی سانسیں لیتے ہو، حساب لگا کر دیکھو کہ ایک منٹ میں کتنی نعمتیں ہوئیں؟ اور ایک گھنٹہ میں کتنی؟ اور چوبیس گھنٹہ میں کتنی؟ اور ایک ہفتہ میں کتنی؟ اس طرح سے آپ اپنی پوری زندگی کا حساب لگایئے تو اندازہ ہوجائے گا کہ اللہ کی صرف ایک نعمت یعنی سانس میں کتنی نعمتیں ہیں اور اسکا حساب لگانا کتنا مشکل ہے، تو اللہ تعالی کی ہزار نعمتوں کا آپ کیا حساب لگائیں گے اور پھر اللہ کی بے حساب نعمتوں کا کیا حساب لگائیں گے۔ اس لئے اللہ نے قرآن میں فرمادیا "وَإِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا" (۱) مگر ان نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت جو اللہ تعالی نے ہمیں عطا کی ہے وہ نعمت ایمان ہے قرآن کریم میں ارشاد ہے "يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيْمَانِ" (۲) اے محبوب وہ تم پر احسان جتاتے ہیں کہ مسلمان ہوگئے اے رسول آپ یہ اعلان کردیں کہ اپنے مسلمان ہونے کا احسان میرے اوپر نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر یہ احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت دی، یعنی کوئی یہ نہ سمجھے کہ مکے والوں نے نبی کو جھٹلادیا، ہم ایمان لائے تو نبی کی سچائی ظاہر ہوئی اور نبی بزرگ و برتر بن گئے، کوئی یہ نہ سمجھے کہ نبی اکیلے تھے لوگ راستے میں کانٹے بچھاتے تھے، دشمنی کرتے تھے، انہیں گالیاں دیتے تھے تو ہم نے رسول کے دشمنوں کیلئے تلواریں اٹھائیں، ان کے لئے جان قربان کی۔ اپنا مال قربان کیا، اپنی اولاد قربان کی، کوئی یہ احسان نہ جتائے بلکہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت دی۔ تم مسلمان ہوئے تو اللہ و رسول پر احسان نہیں کیا، بلکہ

(۱) پارہ ۱۳، رکوع ۱۷ (۲) پارہ ۲۶، رکوع ۱۳

انکا احسان تم پر ہے کہ انہوں نے تمہیں ہدایت دی۔ احسان انکا ہے کہ تم لوگوں نے انکی خدمت کی اور انہوں نے اس خدمت کو قبول کیا ورنہ ان پر جان دینے والوں میں کتنے ایسے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا: بخاری شریف کی حدیث ہے، رسول اکرم ﷺ غزوۂ خیبر سے واپس آرہے تھے ایک غلام جس کا نام مدعم تھا اور ہر ایک منزل پر حضور کا کجاوہ اتار رہا تھا اتنے میں کسی طرف سے ایک گمنام تیر اڑتا ہوا آیا اور اس کو لگ گیا وہ انتقال کرگیا۔ صحابہ نے کہا هَنِيْئًا لَهُ الشَّهَادَةُ اس غلام کی شہادت مبارک ہو رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَلٰى وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِيْ أَصَابَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا" (۱) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں خدا کی قسم اس نے مال غنیمت کی جو چادر تقسیم غنیمت سے پہلے ہڑپ کرلی تھی وہ چادر اس کے اوپر جہنم کے شعلے بنارہی ہے، اس کی شہادت مقبول نہیں ہوئی، معلوم یہ ہوا کہ رسول پاک جس کی خدمت قبول کرلیں اس کی شہادت مقبول ہے اور جس کی شہادت رد فرمادیں اس کی شہادت مردود ہے، اسی طرح بخاری شریف جلد ثانی کتاب المغازی باب غزوہ خیبر میں یہ حدیث حضرت ابوہریرہ اور حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے، مضمون قریب قریب ایک ہے، میں حضرت سہل ابن سعد کی روایت کردہ حدیث کا مضمون بیان کرتا ہوں، رسول پاک ﷺ ایک غزوہ میں تشریف لے گئے، مشرکین سے جم کر مقابلہ ہوا، شام کے وقت اندھیرا پھیل جانے کے سبب جب دونوں طرف کا لشکر اپنی اپنی آرام گاہ کی طرف آرام کرنے چلا

(۱) بخاری ج ۲ ص ۶۰۸ باب غزوۂ خیبر کتاب المغازی، ترمذی ج ۱ ص ۲۸۶

گیا، تو مجاہدین اسلام آپس میں ایک شخص کی بہادری کا چرچا کرتے ہوئے حضور پاک کے سامنے کہنے لگے "مَا اَجْزَاَ مِنَّا الْيَوْمَ اَحَدٌ كَمَا اَجْزَاَ فُلَانٌ"(۱) مجاہدین میں سے کسی کو بھی اتنا اجر وثواب نہیں ملیگا جتنا اجر وثواب فلاں کو ملے گا "فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَمَا اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ" (۲) رسول پاک ﷺ نے فرمایا جس مجاہد کی بہادری اور ثواب کا تم چرچا کررہے ہو وہ جہنمی ہے۔ وہ کتنے ہی محنت سے جہاد کرے مگر وہ جہنمی ہے، اب ایک صحابی نے دل میں ٹھان لی کہ میں دیکھوں گا کہ وہ کیسے جہنم میں جاتا ہے۔ صحابیٔ رسول فرماتے ہیں جب وہ میدان جہاد میں بھاگتا تو میں اس کے پیچھے دوڑتا، اور جب کہیں وہ جم کر لڑتا تو میں اس کے پاس رہتا، یہی سلسلہ چلتا رہا، وہ جس کو پاتا اس کو قتل کرکے خاک وخون میں تڑپا دیتا، مگر لڑتے لڑتے جب زخموں سے چور ہوگیا اور تکلیف سے بے چین اور بے قرار ہوگیا یہاں تک کہ جب تکلیف ناقابل برداشت ہوگئی تو اس نے چاہا کہ جلد موت آجائے اور موت نہیں آرہی تھی تو تلوار نکال کر دستہ زمین پر رکھا اور تلوار کی نوک اپنے سینے پر رکھ کر پورے جسم کو اسی پر ڈال دیا اور خودکشی کرلی، پھر اسی پر مرکر ڈھیر ہوگیا، اب وہ صحابیٔ رسول جو اس کا تعاقب کررہے تھے، جب انہوں نے یہ منظر دیکھا تو بھاگ کر رسول کی خدمت میں آئے اور بارگاہ میں عرض کی اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (۲) میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں، حضور نے فرمایا یہ کیسی گواہی ہے؟ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ! جس بہادر مجاہد کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ وہ جہنمی ہے، میں نے اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ وہ واقعی جہنمی

(۱) بخاری ج ۲ ص ۶۰۳ باب غزوۂ خیبر (۲) ایضاً

ہے۔ صحابہ حیرت میں پڑ گئے لوگوں نے پوچھا آخر معاملہ کیا ہے؟ انہوں نے جو کچھ دیکھا تھا سب بتادیا اور موقعۂ واردات پر لے جاکر دکھا دیا کہ اس نے موت میں جلدی کرنے کے سبب کس طرح خودکشی کرلی تھی۔ کیا یہ خودکشی اس نے حلال سمجھ کر کی تھی؟ نہیں بلکہ، حضور کو یہ پہلے سے علم تھا کہ یہ منافق ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے خلائق کے حالات کھول کر رکھ دیے تھے، اللہ نے کوئی غیب آپ سے چھپا کر نہ رکھا، اس لئے میرے آقا کو معلوم تھا کہ یہ شخص حقیقت میں منافق ہے ظاہر میں وہ کچھ بھی دکھائی دے، اسی لئے میں نے کہا کہ وہ تو ان کا کرم ہے کہ خدمت قبول کرلیں ورنہ جس کی خدمت کو قبول نہیں کیا اسکا ٹھکانہ جہنم ہے، اسی لئے قرآن نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی رسول گرامی پر مسلمان ہونے کا احسان نہ جتائے بلکہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی توفیق اور ہدایت دی، ایمان تمہاری محنت سے نہیں بلکہ اس کی توفیق سے ملا ہے، اس لئے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ ایمان اللہ کی عطا اور اسکا انعام ہے اس لئے اللہ نے اس انعام پر احسان جتایا، اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے تمہیں دو آنکھیں دیں، میں احسان جتاتا ہوں، ناک کھڑی کردی، میں احسان جتاتا ہوں، دو کان دیے، احسان جتاتا ہوں، دو ہاتھ دیے، احسان جتاتا ہوں، ہر ہر ہاتھ میں پانچ پانچ انگلیاں دیں، احسان جتاتا ہوں، پاؤں دیا، احسان جتاتا ہوں، اس میں چلنے کی طاقت دی، احسان جتاتا ہوں، تمہیں حسن وجمال دیا، احسان جتاتا ہوں، تمہارے اندر محاسن وکمالات پیدا کئے، احسان جتاتا ہوں، کہیں بھی اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا، مگر اللہ نے جس چیز پر احسان جتایا ہے وہ دولت ایمان ہے، اس سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو نعمتیں دیں وہ اگرچہ

عظیم نعمتیں ہیں مگر احسان جتا کر یہ بتایا کہ ایمان وہ نعمت عظمٰی ہے جس کے آگے ساری نعمتیں ہیچ ہیں، ساری نعمتیں اس کی رہین منت ہیں۔ تو اب یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ سب سے بڑی نعمت ہمارے پاس نہ ہماری زندگی ہے، نہ تندرستی، نہ توانائی ہے، نہ ہمارا حسن وجمال، نہ قوت ہے، نہ دولت، نہ عزت ہے، نہ رشتہ داری، بلکہ سب سے بڑی دولت ہمارے پاس ایمان کی دولت ہے، جتنی بڑی دولت ہوتی ہے اس کے لئے اتناہی بڑا خطرہ رہتا ہے اور پھر اس کی حفاظت کے لئے اتنے ہی زیادہ انتظامات کی ضرورت ہوتی ہے، اس لئے اے مسلمانو! خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ ایمان کے لئے ہمیشہ خطرہ لگا رہتا ہے اور اس کی حفاظت بھی بہت زیادہ کرنی پڑتی ہے۔ قدم قدم پر احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے، پھونک پھونک کر چلنا پڑتا ہے، میرے آقا سرور کائنات ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: انسان کے منھ میں دو جبڑوں کے درمیان جو زبان ہے اسی زبان کی ایک حرکت آدمی کو اعلی عِلِّیِّیْن سے اَسْفَلُ السَّافِلِیْن میں پہنچا دیتی ہے۔ اس لئے مذاق کرتے کرتے لوگ کافر ہو جاتے ہیں اور کتنے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو زبان کی بے احتیاطی کی وجہ سے فسق وفجور کے مرتکب ہو جاتے ہیں اور کتنے لوگ خلاف شرع بات سن کر اپنی ایمانی حمیت وغیرت کی بنیاد پر بے چین اور بے قرار ہو جاتے ہیں۔ ذرا سوچئے! کہ اسی زبان نے انسان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ اسی لئے آدمی کو اپنے تمام حرکات وسکنات پر اس اعتبار سے نظر رکھنا ضروری ہے کہ وہ کہیں اپنی بے قاعدگی اور بیہودگی کی وجہ سے جنت سے نکل کر جہنم میں نہ چلا جائے کیوں کہ ہمارے پاس سب سے بڑی یہی دولت ہے اور اس دولت کے لٹیرے دنیا میں کم نہیں ہیں۔ اور یہی وجہ

ہے کہ ہر دور میں اسلام کو دبانے کی اور اس کو مٹانے کی کوشش کی گئی یہ نہ سمجھئے کہ آج ہی امریکہ کو یہ شوق چڑھا کہ اسلام اور مسلمانوں کو مٹا دیا جائے، بلکہ یہ ان لوگوں کا شوق بڑا پرانا ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

قرآن حکیم نے اسی بات کو تو فرمایا "یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ" (۱) یہ کفار چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں، حالانکہ اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ کافروں کو ناپسند ہو، ان کے منھ کی پھونک بالکل سانپ کے پھونک کی طرح ہے اس لئے میڈیا میں پرچار کرتے ہیں کہ اسلام بہت غلط ہے اسلام کی تعلیمات بہت غلط ہیں "العیاذ باللہ"

بہر حال میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کافر ہر دور میں چاہتے تھے اور چاہتے رہیں گے کہ اپنی پھونک سے اسلام کی قندیل بجھا دیں مگر اللہ تعالی اپنے نور کو تمام کرے گا، اگرچہ کافر اسکو پسند نہ کریں، اگر حضور کے زمانے میں اسلام پر خطرہ نہ تھا تو قرآن میں یہ ذکر آیا کیوں؟ میرے آقا کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے گالیاں دی گئیں، پتھر برسائے گئے زخموں سے لہولہان کیا گیا، قتل کی گھناؤنی سازش کی گئی، مگر اللہ نے اپنے نور کی حفاظت کی، اور اسے کمال وتمام تک پہنچایا، اللہ تعالی نے نور اسلام کو اس طرح کامل ومکمل بنایا کہ اس کی روشنی ساری دنیا میں پھیل گئی، اس دین مکمل اور نور کامل کے سامنے دنیا کی ساری چمک ودمک ہیچ ہو گئی اور اسلام کا اجالا ہر چہار جانب پھیل گیا، اس

(۱) پارہ۲۸،رکوع۹

لئے دنیا نے سوچا کہ منصوبہ بند طریقہ پر آپسی اختلاف و انتشار سے اسلام اور مسلمانوں کو کمزور کیا جائے، اسی منصوبہ کے تحت "تقویۃ الایمان" نامی ایک کتاب لکھی گئی، اس کتاب میں دل کھول کر انبیاء اور اولیاء کی شان میں گستاخیاں کی گئیں، اسماعیل دہلوی نے اس کتاب میں لکھا، ہر مخلوق چھوٹی ہو یا بڑی اللہ کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہے(۱) معاذ اللہ، اگر اسی جملے کو پلٹ کر میں کہوں کہ ہر وہابی چھوٹا ہو یا بڑا اللہ کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہے تو وہابی کو تکلیف ہوگی کہ نہیں؟ تو رسول پاک کے بارے میں اور دیگر بزرگوں کے بارے میں جب یہ جملہ کہا گیا تو مسلمانوں کو تکلیف نہیں ہوگی؟ ضرور ہوگی، ایمان کا تقاضا یہی ہے اور اللہ و رسول کو بھی ان جملوں سے تکلیف ہوتی ہے اور اذیت پہنچانے والوں کے لئے قرآن میں فرمایا "اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا" (۲) بے شک جنہوں نے اللہ اور رسول کو اذیت دی ان پر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے، پھر اس نے تقویۃ الایمان میں لکھا کہ اگر کوئی کہے کہ آسمان میں کتنے تارے ہیں یا اس درخت میں کتنے پھل ہیں تو یہ جواب نہ دیں گے کہ اللہ و رسول جانیں، بلکہ کہیں گے اللہ جانتا ہے رسول کو کیا خبر؟ معاذ اللہ ذرا سوچئے، ایک درخت کے اوپر آپ چڑھ جائیں تو دن بھر میں تمام پتوں کو گن کر اکٹھا کر دیں گے، اور یہ کہتا ہے کہ رسول کو کیا خبر، معاذ اللہ ان کا عقیدہ نہایت فاسد ہے انبیاء اور اولیاء کے تعلق سے ان کے دلوں میں اتنی تنگی اور نفرت ہے کہ اسی میں یہ بھی لکھ دیا کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا

(۱) تقویۃ الایمان ص ۴۸ مصنفہ مولوی اسماعیل دہلوی (۲) پارہ ۲۲ رکوع ۴

مختار نہیں، یہ نہیں لکھا کہ محمد یا علی کسی چیز کے مختار نہیں بلکہ یہ لکھا کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں، اس سے نفرت و بیزاری کا اظہار ہوتا ہے کہنا کہ کسی چیز کا مختار نہیں یہ بھی غلط عام آدمی کو بھی کچھ نہ کچھ اختیار ہوتا ہے اللہ نے ہمیں تو بہت اختیارات دیئے، جب چاہو کسی کی گردن دباؤ، کسی گرے پڑے آدمی کی مدد کرو، مگر نبی اور علی کو کسی چیز کا اختیار نہیں، میں بتاؤں کہ نبی کو تو وہ اختیار ہے کہ جس چیز کو چاہا حلال کیا، جسے چاہا حرام کیا، نبی کو وہ اختیار ہے کہ بھکاری کو اپنے زمانے کا امیر ترین انسان بنا دیا، ان کو تو اتنا عظیم اختیار ہے کہ جنگ سے پہلے میدان جنگ میں نشان لگا دیا، ابو جہل یہاں رہے گا، عتبہ یہاں مرے گا، شیبہ یہاں مرے گا، امیہ یہاں مرے گا، تو وہاں سے نہ وہ ایک انچ آگے مرے نہ پیچھے، مگر یہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی عام انسانوں کی طرح ہوتے ہیں ان کی تعظیم انسانوں جیسی چاہئے، بلکہ اس میں بھی اختصار سے کام لیں، مطلب کیا ہوا کہ نبی عام انسانوں کی طرح ہوتے ہیں ان کی ویسی ہی تعظیم کرو جیسی عام انسانوں کی کرتے ہو بلکہ اس میں بھی اختصار سے کام لو، مطلب یہ ہے کہ عام مسلمان سے ملاقات ہو جائے تو کھڑے ہو کر سلام کر لو، مگر نبی کو اگر سلام کرنا ہو تو کھڑے بھی رہو تو بیٹھ کر سلام کرو، تاکہ کچھ اختصار ہو جائے۔ اسی طرح مسلمانوں کے قبرستان میں جاؤ تو "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ" (۱) کہہ کر سلام کر لو۔ مگر نبی کی قبر پر جاؤ تو السلام علیک یا رسول اللہ نہ کہو، اسی لئے تو ان کا شیخ ابن تیمیہ لکھتا ہے کہ کیا کرنے جاتے ہیں لوگ اس گنبد کے نیچے، مٹی کے ڈھیر کے سوا وہاں رکھا کیا ہے، معاذ اللہ، نبی کو عام انسانوں سے کمتر ثابت کرنے کا

(۱) مشکوۃ ص ۱۵۴ ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۳۲۸

جذبہ کیا کیا گل کھلا رہا ہے۔ چونکہ ساری امت وہاں جا کر سلام پیش کرتی ہے، اور
اپنے لئے شفاعت کی بھیک مانگتی ہے، اپنی مرادیں نبی کے دربار میں پیش
کرتی ہے، مگر یہ نبی کی قبر کو مٹی کا ڈھیر بتا کر لوگوں کو وہاں جانے سے روکتے
ہیں، اسی لئے تو لکھ دیا کہ نبی کی تعظیم میں اختصار سے کام لو اور اتنی کی کرو کہ
وہ عام آدمی کے برابر بھی نہ رہ جائیں یہ ہے انکا مقصد سمجھ گئے آپ! اگر کوئی
یہ عقیدہ رکھے کہ نبی میری مشکلات میں کام آسکتے ہیں تو وہ مشرک ہو گیا اور
شرک میں وہ ابوجہل کے برابر ہے خواہ یہ سمجھ کر کہ ان کو بالذات اختیار ہے
یا یہ سمجھ کر کہ اللہ کے دیئے سے اختیار ہے دونوں صورت میں یہ شرک ہے۔
کچھ سمجھ میں آیا؟ یعنی اللہ تعالی کا دیا ہوا اختیار مانیں تو بھی شرک۔ تم آؤ جاؤ،
کھاؤ پیو، دیکھو، سنو، دھکا مکی کرو، کسی کو گراؤ، گرے ہوئے کو اٹھاؤ، تمہارے
پاس یہ سب اختیار تو ہیں اور شرک نہیں، مگر نبی کے لئے کوئی اختیار نہیں اگر کوئی
اختیار مانا، اگرچہ اللہ تعالی کی عطا سے تو یہ شرک ہے یعنی نبی عام انسانوں
سے بھی گئے گزرے ہیں۔ تو کیا ان باتوں سے سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کتاب
کس لئے لکھی گئی؟ مسلمانوں میں جھگڑا پھیلانے کے لئے انگریزوں کے
اشارے پر یہ کتاب لکھی گئی اگر آپ اس کی تاریخ پڑھیں تو حقیقت معلوم
ہو جائے گی کہ سب سے پہلے یہ کتاب انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی نے
اپنے پیسے سے کلکتہ میں چھپوائی اور پورے ہندوستان میں اسے بانٹا، آپ
سوچئے انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی نے کبھی قرآن چھاپا اور اسے پورے
ہندوستان میں مفت بانٹا؟ نہیں! بخاری شریف چھپوا کر تقسیم کی؟ نہیں! تقویۃ
الایمان کا درجہ اتنا اونچا ہو گیا کہ مفت میں تقسیم کرنا پڑا۔ آخر تقویۃ الایمان جو
بقول گنگوہی رد شرک میں لاجواب ہے وہ انگریزوں کو جو خود شرک اور تثلیث

کے قائل ہیں اس قدر پسند آگئی کہ اسے مفت تقسیم کرنے کا بیڑا اٹھالیا۔
بات صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر انتشار برپا کرنے کیلئے یہ کتاب
لکھوائی اور چھپوائی گئی پھر انہیں انگریزوں نے صوبہ سرحد میں قبائلی طاقت کو
کمزور کرنے کیلئے یہ سازش رچی کہ اسماعیل دہلوی اور ان کے پیر سید احمد
رائے بریلوی اور ان کے ساتھیوں کو توپیں، بندوقیں، رائفلیں دیں اور راستے
میں جگہ جگہ انگریزوں نے ان کے کھانے پینے کا انتظام کیا، ہر طرح سے ان
کی مدد کی، تاکہ صوبہ سرحد کے مسلمانوں کی طاقت کمزور پڑ جائے۔ دیوبندی
کہتے ہیں کہ وہ حضرات جہاد کرنے گئے تھے، مولوی رشید احمد گنگوہی کا بیان
"تذکرۃ الرشید" میں پڑھو! وہ رقم طراز ہیں "سید صاحب یعنی اسماعیل دہلوی
کے پیر صاحب نے سب سے پہلا جہاد حاکم یاغستان یار محمد خان سے کیا"
بولئے صاحب! یار محمد خان کسی انگریز کا نام ہے؟ یار محمد خاں کسی یہودی کا نام
ہے؟ یار محمد خان کسی ہندو کا نام ہے؟ یار محمد خان کسی سکھ کا نام ہے؟ یار محمد خاں
اور اس کے ساتھی افغانی پٹھان اور سنی مسلمان تھے۔ کیا مسلمانوں سے لڑنا
جہاد ہے؟ آخر کن لوگوں سے جہاد کرنے گئے تھے؟ کچھ سمجھ میں آیا کہ نہیں؟
یہ صرف جہاد کا ناٹک تھا، اصل مقصد مسلمانوں کی جمعیت کو ختم کرنا تھا۔ ان
کے عقائد واعمال پر ضرب لگا کر اور مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر انہوں نے
انگریزوں کا حق نمک ادا کیا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ کلمہ پڑھنے والوں کو آپس
میں لڑاؤ تاکہ انگریز خوش ہو کر انعام واکرام کی بارش کر دے۔ روزی روٹی
کیلئے ایسا کیا گیا، اب فیصلہ ہو گیا کہ کون انگریزوں کا وفادار ہے، دراصل یہی
بندگان یورپ ہیں، یہی انگریزوں کے غلام ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ یہی کیا اور
آج جو یہ داڑھی والے نگر نگر، ڈگر ڈگر گھوم رہے ہیں یہ سب انہیں بندروں

کے بنائے ہوئے ہیں، اسی لئے جب ہندوستان میں نیچریت کی سازش رچی گئی تو اس فرقہ کو بھی گورنمنٹ نے اسلام کی فہرست میں لکھا۔ ایک موقع پر ہندوستان میں تمام فرقوں کا سروے ہوا کہ ان میں کس کا باہری ملکوں کے ساتھ رابطہ ہے، اور کس فرقہ کو بیرونی ملکوں سے امداد ملتی ہے، اس وقت جو رپورٹ دلی میں تیار ہوئی اس میں بتایا گیا کہ ہندوستانی مسلمانوں میں کئی فرقے ہیں ان میں سب بڑا فرقہ بریلوی ہے ان لوگوں کو سیاست وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں، ان کے مدرسوں میں صرف پڑھائی کا انتظام ہے، ان لوگوں کو باہری ملکوں سے کوئی مدد نہیں ملتی، باقی دیوبندی غیر مقلد، جو اپنے کو اہل حدیث کہتے ہیں، اور مودودی جو اپنے کو جماعت اسلامی کہتے ہیں، یہ وہ جماعتیں ہیں جن کی باہر سے امداد آتی ہے، اور ان کے کاموں کی لسٹ بھی باہر سے آتی ہے، یہ اس وقت کی رپورٹ میں کہا گیا، اس لئے اب اسی چیز کو بنیاد بنا کر مدارس پر چھاپہ پڑ رہا ہے، آپ نے کبھی سنا کہ سنیوں کے مدرسوں میں چھاپہ پڑا؟ نہیں، مگر دیوبندی مدرسوں پر آئے دن چھاپے پڑ رہے ہیں اور گرفتاری عمل میں آرہی ہے، اصل معاملہ یہ ہے کہ ساری جماعتیں انہیں ملکوں کی پیداوار ہیں، انہیں کے اشارے پر بنی ہیں، انہیں کے پیسے سے چلتی ہیں۔ اس لئے ان کی حقیقت ان ملکوں پر عیاں ہے، جماعت اسلامی کو امریکہ نے پیدا کیا، اور خوب لمبی لمبی رقمیں دیں، اور اسی امریکہ نے اسامہ بن لادن کو دہشت گردی کیلئے آمادہ کیا، لمبی لمبی رقمیں دیکر اس کی خوب امداد کی جب تک امریکہ نے چاہا اسامہ بن لادن اور ملا عمر کو استعمال کیا اور جب کام ہوگیا تو دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیا، جب تک ان سے لڑانے بھڑانے کا کام لینا تھا لیتا رہا، اور جب دیکھا کہ ہمارا کام ہوگیا

اب ان کی کیا ضرورت اب ان کو کسی بہانے سے ختم کر دیا جائے پھر ان کو دہشت گرد کے طور پر پوری دنیا میں پیش کیا اور ان پر حملہ کر کے ان کو مٹانے کی کوشش کرنے لگا۔ بات سمجھ میں آرہی ہے؟ اس لئے سنی بھائیو یہ سیاست کسی کام کی چیز نہیں ہے۔ کام کی چیز صرف نبی کی محبت ہے اگر نبی کی محبت دل میں ہے تو تمہاری عزت دنیا میں بھی رہے گی اور آخرت میں بھی رہے گی، تمہارا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا، اللہ تبارک وتعالی نے ہمارا ذمہ لیا ہے ارشاد خداوندی ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (۱) اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو نبی کی پیروی کرو، ہم تمہیں اپنا محبوب بنالیں گے، اور جب نبی کی غلامی اختیار کر کے تم اللہ کے محبوب ہو جاؤ گے تو باعزت ہو جاؤ گے، کیوں کہ محبوبوں کو رسوا نہیں کیا جاتا۔ محبوبوں کو ذلیل نہیں کیا جاتا، ہاں محبت کا امتحان ضرور لیا جاتا ہے، مگر ذلیل نہیں کیا جاتا، اس لئے رسول کے وفادار غلام بنو، رسول کی غلامی میں تمہارے ایمان کی سلامتی ہے، اسی میں تمہاری اصل کامیابی ہے۔ رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں "لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ" (۲) اس وقت تک تم مومن کامل نہ ہوگے جب تک میری محبت تمہارے دل میں اولاد سے زیادہ، ماں باپ سے زیادہ اور سارے انسانوں سے زیادہ نہ ہو۔

اسی لئے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فرماتے ہیں:

جان ہے عشق مصطفےٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

(۱) پارہ ۳ رکوع ۱۲ سورہ آل عمران (۲) بخاری ج ۱ ص ۷، مسلم ج ۱ ص ۴۹، ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۶، مشکوۃ ص ۱۲

سترہویں تقریر

اطاعتِ رسول

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

اَمَّا بَعْــــدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ (۱)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم، وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْاَمِیْنُ الْکَرِیْم، وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشَّاہِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ. وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

ایک بار نہایت ہی عقیدت ومحبت کے ساتھ درود شریف پڑھ لیں

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ......

اللہ تبارک وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکرو احسان ہے کہ اس نے ہمیں انسان بنایا اور ہمارے نبی ﷺ کو خاتم النبیین بنا کر سب نبیوں پر فضیلت دی، اور ان کے دین کو سارے ادیان کے لئے ناسخ بنا کر یہ واضح فرمادیا کہ اب قیامت تک صرف یہی دین رہے گا۔ اللہ نے رسول اکرم ﷺ کو خاتم النبیین بنا کر صرف انہیں کو فضیلت نہیں دی، بلکہ انکے زمانے کو بھی ہر زمانے سے بہتر و افضل بنادیا، اسی لئے رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا "خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ" سب سے بہتر میرا زمانہ ہے، یعنی جس زمانے میں میں ہوں وہ سب سے بہتر زمانہ ہے۔ ہر زمانے میں اچھے اور برے کام ہوتے ہیں مگر کچھ کمی یا کچھ زیادتی کے ساتھ تو حضور ﷺ کے زمانے سے جو جتنا قریب ہے، اتنا اچھا ہے اور جو جتنا دور ہے اتنا ہی برا ہے اور آئندہ جو زمانہ آئے گا وہ اور بھی پستی کی طرف لے جائیگا اس کو آپ بطور تمثیل اس طرح سمجھیں کہ یہ ٹیوب لائٹ جل رہی ہے جس

---

(۱) پارہ ۵ رکوع ۵

جگہ ٹیوب لائٹ جل رہی ہے وہاں پر روشنی زیادہ ہے اور یہاں پر بھی روشنی ہے مگر وہاں سے کم ہے، اسی طرح اس ٹیوب لائٹ سے جتنی دوری ہوتی جائے گی روشنی کم ہوتی جائے گی۔ تو رسول پاک ﷺ کی نبوت ورسالت کی روشنی ڈائریکٹ جن لوگوں پر پڑی وہ سب سے بہتر ہیں، اسی لئے حدیث شریف میں ہے سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ قیامت تک جو سب سے اچھے اور نیک لوگ پیدا ہوسکتے تھے ان سب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پاک کا صحابی بنادیا، مطلب کوئی کتنا بڑا بزرگ، کتنا ہی بڑا ولی، کتنا ہی بڑا عابد وزاہد، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والا بڑا سے بڑا سخی، کیوں نہ ہو وہ صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا، جیسے نبی کے مرتبے کو صحابی نہیں پہنچ سکتا، اسی طرح صحابی کے مرتبے کو تابعی نہیں پہنچ سکتا، اور تابعی کے مرتبے کو تبع تابعی نہیں پہنچ سکتا، کیوں کہ حضور نبی کریم ﷺ وہ ہیں جن کے برابر نہ صحابہ ہیں اور نہ صحابہ کے دیکھنے والے تابعین ہیں اور نہ تابعین کے دیکھنے والے تبع تابعین ہیں، آپ ﷺ کو تشریف لے گئے چودہ سو سال گذر گئے اس چودہ سو سال میں کتنے صدیقین، شہدا صالحین، پیدا ہوئے مگر کوئی صحابی کے برابر پیدا نہیں ہوا، اور جب کوئی صحابہ کے برابر نہیں ہوسکتا تو نبی کے برابر کیسے ہوسکتا ہے، اس زمانے میں اللہ ورسول کا نام لیا جارہا ہے مگر نام کے ساتھ نام کے جو تقاضے ہیں، کیا وہ پورے ہو رہے ہیں؟ کلمۂ طیبہ "لا الہ الا اللہ" پڑھنے والے کروڑوں، اربوں انسان دنیا میں موجود ہیں، مگر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے تقاضے کتنے لوگ پورے کررہے ہیں؟ دیکھنے میں تو یہ بہت مختصر سا کلمہ ہے، مگر مسلمان ہونے کیلئے محض زبان حال سے کہہ دینا ہی کافی نہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن نے فرمایا "الٓمّٓ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ" (۱)

(۱) پارہ ۲۰ رکوع ۱۳ سورہ عنکبوت

کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنی بات پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ کہیں ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی، لہٰذا مسلمان کی آزمائش ہوگی، طرح طرح کی مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑے گا، قید وبند کی زندگی گزارنا پڑے گی، بے آزمائش، بے محنت ومشقت کے کوئی مرتبہ نہیں ملتا، اسی لئے حصول علم کے لئے محنت ومشقت کرنا پڑتی ہے، راتوں کو جاگنا پڑتا ہے تب کہیں جاکر دین کی سمجھ ملتی ہے اور عالم دین اس حدیث "فَقِیْهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ" (۱) کا مصداق قرار پاتا ہے یعنی ایک فقیہ ہزار عبادت گزاروں سے زیادہ شیطان پر بھاری ہوتا ہے اور ہزار عبادت گزاروں سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ ایک آدمی اگر نماز پڑھے تو شیطان کو تکلیف ہوتی ہے، دو آدمی اگر نماز پڑھے تو شیطان کو تکلیف ہوتی ہے، اسی طرح ایک ہزار آدمیوں کی عبادت سے شیطان کو تکلیف ہوتی ہے۔ مگر ایک ہزار آدمیوں کی عبادت سے شیطان کو اتنی تکلیف نہیں ہوتی جتنی تکلیف اکیلے ایک فقیہ کی عبادت سے ہوتی ہے۔ فقیہ ایک ہے مگر ایک ہزار پر بھاری ہے اسی لئے تو شیطان کو زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ آپ خود دیکھیں گے کہ ضلع کے اندر ایک ڈی، ایم ہوتا ہے جو پورے ضلع کے لاکھوں کروڑوں لوگوں کو اکیلے سنبھالتا ہے، پورا ضلع اکیلے چلاتا ہے، اگر کسی معاملہ میں حکومت اس نے رائے طلب کرے اور ہزاروں آدمی اس کی رائے کے خلاف رائے دیں تو ان کی رائے نہیں مانی جائے گی، ایک طرف ہزاروں کی رائے اور دوسری طرف صرف ایک ڈی، ایم کی رائے مگر اس کی رائے سب پہ بھاری پڑ گئی، جیسے اکیلا ڈی ایم سب پر بھاری ہوتا ہے، اسی

(۱) مشکوٰۃ ص ۳۴

طرح ایک فقیہ ہزار عبادت گزاروں سے زیادہ بھاری پڑتا ہے۔ مگر اب وہ فقہاء کہاں رہے، فقہاء اٹھتے چلے جارہے ہیں اور فقہ کی تعلیم کمزور پڑتی جارہی ہے، اب تو اکثر مدرسوں میں نام ہی کی تعلیم رہ گئی ہے۔

رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا طرز غزالی نہ رہی

بہرحال میں عرض یہ کررہا تھا کہ "لا الہ الا اللہ" کا تقاضہ تو یہ تھا کہ آدمی اللہ کے اوپر ایسا ایمان لائے کہ اگر اسکی شان میں ادنی درجے کی گستاخی ہوجائے تو برداشت نہ کرسکے مگر اب ایسا زمانہ آگیا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی جھوٹ بول سکتا ہے (معاذ اللہ) ایسے لوگ بھی پیدا ہوگئے جو خود کو سچا اور اللہ کو جھوٹا بتارہے ہیں اور اللہ تعالی کے کمالات میں نقص نکال رہے ہیں۔ اسماعیل دہلوی تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں کہ "اللہ تعالی کو غیب کا علم ہر وقت نہیں رہتا بلکہ جب چاہتا ہے دریافت کرلیتا ہے" یعنی ابھی معلوم نہیں جب چاہے گا غیب کی باتیں معلوم کرلے گا۔ تو اب بولئے کیا "لا الہ الا اللہ" کا یہی تقاضہ ہے۔ لا الہ الا اللہ کا تقاضہ تو یہ ہے کہ تمام کمالات اور تمام خوبیاں صرف اور صرف اللہ تعالی کے لئے مانی جائیں اور اسے ہر عیب ونقص سے پاک تسلیم کیا جائے۔ مگر جو لوگ کلمہ پڑھ کر اللہ تعالی کی ذات وصفات میں عیب نکالتے ہیں وہ لوگ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی حقیقت سے ناواقف ہیں۔ جب کلمہ کا معنی یہ ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو بلاشبہ اس کے نائب بھی ہیں اور جب وہ اللہ تعالی کے نائب ہیں تو کیا اللہ تعالی کسی کمزور کو اپنا نائب بنائے گا؟ کسی کم علم کو نائب بنائے گا؟ کسی ان پڑھ کو نائب بنائے گا؟ بالکل نہیں۔ اللہ تعالی جسے اپنا نائب

بنائے گا اسے پورا پاور اور اختیار دیگا۔ اسے تمام کمالات عطا کرے گا اگر نائب کے اندر کوئی عیب ہوگا تو اس سے یہی سمجھا جائے گا کہ جب نائب ہی بھی ہے تو جس کا نائب ہے اس میں بھی کچھ عیب ہوگا، جبھی تو عیب والے کو اپنا نائب بنایا۔ اس لئے اللہ کے نائب کو بھی تمام کمالات سے متصف ہونا اور ہر عیب ونقص سے پاک ہونا ضروری ہے۔ اس لئے نبی بولیں گے تو سچ بولیں گے ورنہ نہیں بولیں گے، نبی جو کہہ دیں وہ ہوکر رہے گا، اس میں غلطی نہ ہوگی، نبی ایسے باکمال کہ اگر کسی درخت کو اشارہ کردیں تو فوراً اسے زمین پھاڑ کر آنا پڑے گا۔ جانور دیکھ لیں تو سجدہ کریں، انگلی کا اشارہ کردیں تو چاند دو ٹکڑے ہوجائے اور ڈوبا ہوا سورج واپس آجائے، یہ نبی کا اختیار ہے کہ نہیں؟! اس پاور سے ہم نے خدا کا پاور سمجھ لیا کہ جب نائب کا اتنا پاور ہے تو اسکے خدا کا کتنا پاور ہوگا، نائب کا علم یہ ہے کہ رسول پاک ﷺ منبر پر بیٹھ گئے اور وہیں سے دلوں میں نفاق رکھنے والے سارے منافقوں کو پہچان لیا اور ایک ایک کرکے تمام منافقوں کو مسجد سے نکال دیا۔ فرمایا: اے فلاں تو نکل! تو منافق ہے۔ اے فلاں تو نکل! تو منافق ہے، تیسرے کو، چوتھے کو، پانچوے کو، جتنے منافق تھے ایک ایک کا نام لیکر مسجد سے نکال دیا۔ کون منافق ہے کون مسلمان، کس کے دل میں کفر ہے کس کے دل میں اسلام، یہ تو دل کے اندر چھپا ہے۔ تو نبی اگر کسی کا دل نہیں دیکھ رہے ہیں تو بولے کیسے؟ بخاری شریف، مسلم شریف، نسائی شریف، ابوداؤد شریف، ابن ماجہ شریف وغیرہ بہت سی کتابوں میں ہے کہ حضور دو قبروں کے پاس سے گزرے، فرمایا: ان دونوں پر عذاب ہورہا ہے۔ بولئے صاحب! ہم لوگ قبرستان میں جاتے ہیں کہ نہیں؟ مگر کسی قبر والے کے بارے میں بتاسکتے ہیں

کہ اس پر عذاب ہورہاہے، یا ابرِ رحمت کا نزول ہورہاہے؟ مگر میرے آقا فرماتے ہیں ان دونوں پر عذاب ہورہاہے اور کسی بڑی بات کی وجہ سے نہیں کہ اگر اس سے بچنا چاہتے تو نہیں بچ پاتے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ نبی قبر کے اندر کے حالات دیکھ رہے ہیں اور کس گناہ کی وجہ سے عذاب ہورہا ہے یہ بھی جان رہے ہیں اور کس طرح ان کا عذاب دور ہوگا یہ بھی جان رہے ہیں، اللہ کے رسول فرماتے ہیں "اَمَّا اَحَدُھُمَا فَکَانَ یَمْشِیْ بِالنَّمِیْمَۃِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَکَانَ لَا یَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ" (۱) اس میں ایک وہ ہے کہ چغلی کھاتا تھا ادھر کی لکڑی اُدھر لگاتا تھا، دوسرا وہ ہے کہ پیشاب کرتا اور اس کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔ چغلخور، چغلخوری سے بچنا چاہتا تو آسانی سے بچ سکتا تھا اور پیشاب کرنے والا پیشاب کی چھینٹوں سے بچنا چاہتا تو بڑی آسانی سے بچ جاتا اور اگر پیشاب لگ ہی گیا تھا تو اسکو آسانی سے دھو سکتا تھا۔ مگر ان دونوں نے ایسا نہ کیا اس لئے عذاب ہورہا ہے۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ حضور قبر کے اندر، قبر کے مردے کو، اسکے عذاب کو اور عذاب کے سبب کو بھی دیکھ رہے ہیں، کوئی عام انسان ان چیزوں کو دیکھ سکتا ہے؟ نہیں مگر میرے آقا دیکھ رہے ہیں۔

اس قسم کی حدیثوں کو اگر جمع کیا جائے تو دفتر تیار ہوجائے۔ پھر اس حیثیت سے بھی میرے آقا کا اختیار دیکھو کہ میرے آقا نے جس کے لئے جو کہہ دیا وہ ہوگیا اس میں کبھی کوئی فرق نہ پڑا اس بات کو مشرکین بھی مانتے تھے۔ بخاری شریف جلد ثانی کتاب المغازی میں یہ حدیث ہے کہ حضور جب مدینے میں ہجرت کرکے تشریف لائے تو اس وقت سعد ابن معاذ رضی

(۱) بخاری شریف ج ۱ ص ۳۵/ ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۲

اللہ عنہ جو مسلمان ہوچکے تھے اور مکہ کے سردار امیہ بن خلف سے ان کا دوستانہ تھا، اور اسی وجہ سے حضرت سعد ابن معاذ جب مکہ جاتے تو امیہ کے یہاں ٹھہرتے، اور امیہ ابن خلف جب مدینہ آتا تو حضرت سعد ابن معاذ کے پاس ٹھہرتا، ایک مرتبہ سعد ابن معاذ مکہ آئے اور امیہ کے یہاں مہمان ہوئے حضرت سعد عمرہ کرنے آئے تھے اس لئے ایک دن امیہ سے کہا "اُنْظُرْ لِیْ سَاعَۃَ خَلْوَۃٍ لَعَلِّیْ اَنْ اَطُوْفَ بِالْبَیْتِ فَخَرَجَ بِہٖ قَرِیْبًا مِنْ نِصْفِ النَّہَارِ فَلَقِیَھُمَا اَبُوْ جَھْلٍ فَقَالَ یَا اَبَا صَفْوَانَ مَنْ ھٰذَا مَعَکَ" (۱) اے امیہ ابن خلف تنہائی کا وقت دیکھ کر مجھے بتاؤ تاکہ چپ چاپ طواف کرکے میں چلا آؤں اور کوئی مجھے نہ دیکھ سکے تو امیہ ابن خلف ٹھیک دوپہر کے وقت جب آفتاب سر پہ ہوتا ہے ان کو طواف کیلئے لے گیا اسی وقت نہ جانے کہاں سے ابوجہل ٹپک پڑا اور کہنے لگا، اے صفوان (امیہ کی کنیت) تمہارے ساتھ یہ کون ہے؟ کہا یہ مدینہ کے سعد ابن معاذ ہیں۔ کہا اچھا اے سعد! بڑے اطمینان سے طواف کررہے ہو، حالانکہ تم لوگوں نے بے دینوں کو اپنے گھر میں ٹھہرا رکھا ہے اور تم اس گمان میں ہو کہ تم ان لوگوں کی مدد کررہے ہو؟ اگر تم امیہ کے ساتھ نہ ہوتے تو یہاں سے گھر واپس نہیں جاسکتے تھے، ابوجہل کی بات سن کر سعد ابن معاذ کو بھی جوش آگیا اور فرمایا ابوجہل! اگر تو ہمیں بیت اللہ کا طواف کرنے سے روکے گا تو سن لے! تمہارے تمام تجارتی قافلے اور تم لوگوں کی ضرورت کی چیزیں ہمارے ہی پاس سے ہوکر گزرتی ہیں میں راستہ میں اسے روک لوں گا، دیکھوں گا کہ کہاں سے تمہارے لئے کھانے پینے کا سامان آتا ہے تو امیہ نے کہا اے سعد! ذرا آہستہ بولو ابوجہل مکے کا سردار ہے

(۱) بخاری ج ۲ ص ۵۶۳ کتاب المغازی

حضرت سعد نے فرمایا چل ہٹ اے امیہ! بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ وہ تمہیں قتل کردیں گے، امیہ نے کہا مکہ میں؟ حضرت سعد نے فرمایا معلوم نہیں، یہ خبر سن کر امیہ تھرتھر کانپنے لگا اور کہنے لگا میں مکہ سے نکلوں گا ہی نہیں، بخاری کے الفاظ ہیں "دَعْنَا عَنْکَ یَا اُمَیَّةُ، فَوَاللّٰہِ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ اِنَّھُمْ قَاتِلُوْکَ قَالَ: بِمَکَّةَ؟ قَالَ: لَا اَدْرِیْ فَفَزِعَ لِذَالِکَ اُمَیَّةُ فَزَعًا شَدِیْدًا" (۱) آپ بتاؤ! حضور جو بولتے تھے وہ ہو نہیں جاتا تھا تو امیہ جیسے مشرک کو کیوں پریشانی لاحق ہوئی؟ اور وہ کیوں یقین کرلیا کہ جب محمد نے کہہ دیا ہے کہ مسلمان ہمیں قتل کردیں گے تو ہمیں قتل ہونا ہے۔ اب ہمیں کوئی نہیں بچا سکتا، اتنا تو مشرکین بھی رسول پاک کے بارے میں اعتقاد رکھتے تھے، مگر اس زمانے کے کلمہ پڑھنے والے وہابی یہ تو ان سے بھی بدتر ہیں جو نبی کیلئے اتنا بھی اختیار ماننے کے لئے تیار نہیں، پھر وقت آیا تو حضور نے مکہ کے ایک تجارتی قافلے کو جو سامان تجارت خرید کر آرہا تھا راستے میں روکنا چاہا اُدھر ابوجہل کو مکہ میں اس بات کی خبر ہوئی تو اس نے سب کو للکارا، لوگو! جلدی کرو، فوج تیار کرو، اور اپنے دشمنوں سے تجارتی قافلہ کو بچاؤ، تجارت کا جو مال آرہا ہے اس کی حفاظت کا انتظام کرو ورنہ پورا مکہ بھوکا رہ جائے گا۔ ابوجہل امیہ کے پاس آیا اور کہنے لگا امیہ! اگر تم نہیں جاؤ گے تو تمہارے ماننے والے بھی نہیں جائیں گے بہت بڑا مسئلہ کھڑا ہوجائیگا، تم کو چلنا پڑے گا، امیہ جب مجبور ہوگیا تو بیوی کے پاس آکر کہنے لگا، اے میری شریک حیات! میرے سفر کے لئے کچھ انتظام کرو، میں بدر کی طرف لڑائی کیلئے نکلنے والا ہوں، بیوی

(۱) بخاری ج ۲ ص ۵۶۳ کتاب المغازی

نے کہا تم اپنے دوست سعد کی بات بھول گئے؟ امیہ نے کہا، نہیں، بھولا نہیں ہوں، مگر ابوجہل میرے پیچھے پڑا ہے، مجھے جانا ہی پڑے گا۔ میں نے بہت ہی عمدہ گھوڑے کا انتظام کرلیا ہے، بچاؤ کی ہر ممکن تدبیر کرلی ہے مگر دل کہتا ہے کہ وہ ہو کر رہے گا جو محمد نے کہہ دیا ہے، ابوجہل کے اصرار پر امیہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نکلا۔ یہاں تک کہ بدر کے میدان میں مسلمان اور کافر آمنے سامنے ہوئے، اور حضرت بلال جنہیں امیہ نے بہت ستایا تھا انہوں نے طے کرلیا تھا کہ آج امیہ سے سارا حساب برابر کرلینا ہے، حضرت بلال نے ایک صحابی کا بھالا چھین کر یکبارگی امیہ پر حملہ کردیا اور اس کے پیٹ میں بھالا گھونپ دیا، امیہ تڑپ تڑپ کر وہیں دم توڑ دیا۔ حضور نے جو کہا وہ ہوگیا، حضور کے علم غیب کا اعتقاد تو اس زمانہ کے مشرکین کو بھی تھا، اس وقت کا غیر مسلم بھی حضور کو غیب داں مانتا تھا، مگر آج کا نام نہاد مسلمان یہ کہتا ہے کہ حضور کو پیٹھ پیچھے کی خبر نہیں۔ ایک بات اور سنئے! رسول کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب اور بے پناہ اختیار تو دیا ہی ان کے علاوہ بھی بہت سارے کمالات دیئے۔ وہ کمال یہ ہے کہ نبی جو کام کرے وہ سب شریعت بنے، قرآن میں اللہ رب العزت نے فرمایا "اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ" (۱) نماز قائم کرو۔ مگر پورا قرآن پڑھ ڈالئے کیسے نماز پڑھیں گے اسکا طریقہ کہیں نہیں ملے گا۔ قرآن میں یہ مذکور نہیں ہے کہ رکوع پہلے ہوگا کہ سجدہ پہلے ہوگا۔ قیام پہلے ہوگا کہ تکبیر تحریمہ پہلے ہوگی۔ قرأت پہلے ہوگی کہ سلام پہلے ہوگا؟ یہ تفصیل نہیں ملے گی، نماز اللہ تعالیٰ نے فرض کی مگر پڑھو گے کیسے؟ تو میرے آقا ارشاد فرماتے ہیں "صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ" (۲) جیسے مجھے

(۱) پارہ ۱ رکوع ۱۳ (۲) بخاری ج ۱ ص ۸۸

نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو، ویسے پڑھو، تب نماز ہوگی اور اس پر اُلٹ پلٹ کروگے تو نماز نہیں ہوگی سمجھ میں آئی بات؟ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا حکم دیا فرمایا "وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ" (۱) مگر یہ نہ بتایا کہ زکوٰۃ کتنے مال میں سے کتنی نکالیں گے، کتنے دنوں پر نکالیں گے، روز روز اپنی کمائی میں سے زکوٰۃ نکالیں گے یا سال گزرنے پر نکالیں گے، کس کس مال میں زکوٰۃ ہے اور کس کس مال میں نہیں اور جس میں زکوٰۃ ہے اس میں کتنی نکالنا ہے آدھا، پونا، پورا، یہ قرآن میں نہیں ہے، یہ میرے آقا نے بتایا تو پتہ چلا کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، وغیرہ کے تفصیلی احکام اور ان کے شرائط وواجبات قرآن میں نہیں بلکہ حدیث رسول میں ملیں گی، اسکا صاف مطلب ہے کہ رسول پاک کو اللہ تعالیٰ نے ایسا کمال عطا کیا کہ نبی جو حکم دیں، وہ اللہ کا حکم بن جائے، جو کہہ دیں وہ اللہ کی شریعت بن جائے، کیوں کہ نبی کی بات خواہش نفس کی وجہ سے نہیں ہوتی، بلکہ وہ وحی الٰہی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى" (۲)

نعرۂ تکبیر، نعرۂ رسالت، مسلک اعلیٰ حضرت زندہ آباد، ممتاز الفقہاء زندہ آباد۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" (۳) بے شک ضرور تم لوگوں کے لئے رسول پاک کی ذات اقدس بہترین نمونۂ عمل ہے، صحابہ کرام حضور ہی کی باتیں سن کر اور ان کے کام دیکھ کر احکام سیکھتے اور دوسروں کو سکھایا کرتے تھے کیوں کہ ان کو معلوم تھا کہ حضور کا قول و فعل اور عمل ہی کا نام شریعت ہے۔ قرآن میں بھی آپ ﷺ کو صاحب شریعت بتایا گیا مگر کچھ لوگ اس زمانے

(۱) پ ۱، رکوع ۱۳ (۲) پ ۲۷، رکوع ۵، سورہ النجم (۳) پ ۲۱، رکوع ۱۸

میں ایسے پیدا ہوگئے ہیں جو کلمہ تو پڑھتے ہیں رسول کا، مگر کہتے ہیں کہ رسول ایک ایلچی تھے۔ رسول تو ایک پیغام رساں تھے، اللہ تعالیٰ کا پیغام بندوں تک پہنچا دینا انکا کام تھا، ان کو حلال و حرام کا کیا اختیار؟ مگر ان لوگوں کو پتہ نہیں ہے کہ رسول صرف ایلچی نہیں ہوتا، رسول، اللہ تعالیٰ کا نائب ہوتا ہے، رسول جو فرمادیں وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، جس چیز کا انکار کردیں وہ اللہ تعالیٰ کا انکار ہے۔ اس لئے نبی کو ماننا خدا کو ماننا ہے اور نبی کا انکار خدا کا انکار ہے، نبی کو راضی کرنا خدا کو راضی کرنا ہے اور نبی کو ناراض کرنا خدا کو ناراض کرنا ہے، نبی خدا نہیں ہوتا مگر خدا سے جدا بھی نہیں ہوتا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے نبی کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا ارشاد ربانی ہے "مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ" (۱) جو نبی کا انکار کرے وہ مومن نہیں ایک مرتبہ نہیں لاکھ مرتبہ اللہ اللہ، کرے۔ اسی لئے تو اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ع

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

ایک مرتبہ درود شریف پڑھ لیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ......

حضور نبی پاک ﷺ نے عام مسلمانوں کی توہین اور ان کی تذلیل سے بھی منع فرمایا ہے یہاں تک فرمایا "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَیَدِهٖ" (۲) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں پھر حضور ﷺ نے فرمایا "مَنْ عَادٰى لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ" (۳) حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جس نے کسی بھی ولی

(۱) پ ۵، رکوع ۸ (۲) بخاری ج ۱ ص ۶ / مشکوٰۃ ص ۱۲ (۳) مشکوٰۃ ص ۲

کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی
میں اسے جنگ کی دعوت دیتا ہوں، میں اس کو لڑائی کا چیلنج دیتا ہوں۔ ہے کسی
میں دم خم کہ اللہ تعالیٰ کے چیلنج کو قبول کرلے، اللہ کے ساتھ جنگ کرلے؟ یہ
تو شان ہے عام ولیوں کی اور جن پر اللہ کا خاص فضل ہوا، یعنی انبیاء و مرسلین
ان کی کیا شان ہوگی، ان کی شان تو اور بڑی ہوگی، مگر اس زمانے میں کچھ
مسخرے لوگ ایسے پیدا ہوگئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بھی پڑھتے ہیں اور
اندر سے انبیاء و اولیاء کی شان میں بے ادبی بھی کرتے ہیں، یہاں تک کہ
بعض نالائق کہتے ہیں کہ ''میری یہ لاٹھی عبدالقادر جیلانی سے زیادہ بہتر ہے
کہ کم سے کم میں اپنے اس ڈنڈے سے کتا تو بھگا لیتا ہوں، مگر عبدالقادر جیلانی
یہ بھی نہیں کرسکتے'' اور یہ بھی کہتے ہیں کہ لوگ غریب نواز کے دربار میں اجمیر
جاتے ہیں وہاں جانا زنا کرنے سے بدتر ہے، آپ بتائیے یہ اللہ کے نیک
بندوں کو تکلیف پہنچانا ہے کہ نہیں؟ عام ولیوں کو اگر تکلیف پہنچائیں تو اللہ تعالیٰ
لڑائی کا چیلنج دے تو خاص ولیوں کو تکلیف پہنچانے کا کیا انجام ہوگا۔ یہاں
تو چیلنج کی ضرورت ہی نہیں، ایسوں کا ایمان ہی نکال لیتا ہے۔ اس لئے
ضرورت ہے اس بات کی کہ آدمی سب سے پہلے اپنے ایمان کی حفاظت
کرے، اور ایمان کی حفاظت کا طریقہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے جو لمبی
داڑھی رکھ کر، لمبی تسبیح لے کر، لمبے کرتے پہن کر، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول
اور اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی شان میں گستاخی کرتے ہیں ان کا بالکل بائیکاٹ
کریں، ان سے کوئی میل جول نہ رکھیں، کیوں کہ اگر میل جول رکھیں گے
تو ہمارا ایمان خطرے میں پڑھ جائیگا اسی لئے اللہ نے فرمایا:
''لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ

وَرَسُوْلَهٗ'' (۱) اے پیارے محبوب! آپ اللہ اور قیامت پر ایمان رکھنے
والوں میں کسی کو ایسا نہ پائیں گے کہ وہ ایسے لوگوں سے محبت کریں جو اللہ
و رسول سے دشمنی رکھتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو ایمان والے ہیں وہ
ان سے دوستی نہیں کریں گے۔ یہ مومن کی شان نہیں ہے۔ دوسری جگہ اللہ
تعالیٰ نے فرمایا ''وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ'' (۲)
ظالموں کے ساتھ میل جول نہ رکھو ورنہ جہنم کی آگ تمہیں اپنے لپیٹ میں لے لے
گی کیوں کہ ظالموں کا دوستانہ ان ظالموں کو بھی آگ میں لپیٹے گا اور دوستوں کو بھی
لپیٹے گا اس لئے جسے جہنم کا ڈر ہے اسے اپنے ایمان کی حفاظت کرنی چاہئے
دنیا میں جتنے وہابی دیوبندی اور دوسرے بدمذہب پھیل رہے ہیں اسی میل جول کی
وجہ سے پھیل رہے ہیں نہ میل جول کیا گیا ہوتا، نہ اس طرح وہابی پھیلتے، دوسری
بات ایمان کی حفاظت کے لئے یہ ضروری ہے کہ آدمی نیک عمل کرے، نماز ہر نیک
عمل کی جڑ ہے اللہ کے رسول نے فرمایا ''اَلصَّلٰوةُ عِمَادُ الدِّیْنِ مَنْ اَقَامَهَا فَقَدْ اَقَامَ
الدِّیْنَ وَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ هَدَمَ الدِّیْنَ'' (۳) نماز دین کا کھمبا ہے، اگر کھمبا ہے تو
چھت ہے، اگر کھمبا نکال لو تو چھت ختم، اس لئے اگر نماز کو تم نے قائم رکھا تو تم نے
اپنے دین کو قائم رکھا، نماز کی بربادی دین کی بربادی ہے، نماز کی حفاظت دین کی
حفاظت ہے۔ ایک دوسری حدیث میں نماز چھوڑنے کے انجام پر روشنی ڈالتے ہوئے
میرے آقا فرماتے ہیں ''مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ'' (۴) جس نے جان
بوجھ کر نمازیں چھوڑ دیں اس نے کفر کا کام کیا، اب آپ بتائیں یہ ایسا ہی تو ہے کہ
جن لوگوں کی نماز نہیں ہوتی ہاں ان کی مسجدیں کھچا کھچ بھری رہتی ہیں، اور جن لوگوں کی
نماز ہوتی ہے وہ نماز ہی نہیں پڑھتے۔ تو دنیا سے نماز کا صفایا ہوگیا،

(۱) پارہ ۲۸، رکوع ۳ (۲) پارہ ۱۲، رکوع ۱۰ (۳) بحوالہ بہار شریعت حصہ سوم ص ۱۱ (۴) مشکوٰۃ ص ۵۹

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے

اس زمانے میں جھوٹ، فریب، دغابازی، لوٹ مار، غبن، خیانت یہ سب گناہ عام طور پر ہو رہا ہے، لوگ اس آدمی کو بڑا چالاک سمجھتے ہیں جو خوب مہارت سے جھوٹ بول لیتا ہے، وہ آدمی بڑا ذہین مانا جاتا ہے جو خوب چیٹنگ بازی کر لیتا ہے، وہ آدمی بڑا تجربہ کار سمجھا جاتا ہے جو قدم قدم پر لوگوں کو بیوقوف بنائے۔ حالانکہ رسول پاک فرماتے ہیں: مومن سیدھا سادھا ہوتا ہے اور منافق چتور ہوتا ہے، اب سمجھ میں آگیا کہ جو چیٹنگ بازی کرے، جعل سازی کرے، پینترا بازی کرے، وہ مومن نہیں منافق ہے، اس لئے مسلمانوں! تم ایسے لوگوں سے بچو، اپنا اخلاق عمدہ بناؤ، اپنا کردار اور کیریکٹر بہتر بناؤ، کیوں کہ تم حضور کے غلام ہو، تمہارا اخلاق و کردار حضور جیسا ہونا چاہئے اور حضور کا اخلاق کتنا بلند تھا قرآن فرماتا ہے "اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" بیشک آپ خلق عظیم کے مالک ہیں۔

خیر ایک آخری بات بتا کر اپنی تقریر ختم کر دینا چاہتا ہوں۔ آپ بتائیے شراب حرام کب ہوئی؟ جنگ احد کے بہت بعد یعنی ہجرت کے ساڑھے تین سال بعد شراب حرام ہوئی، اس سے پہلے شراب حلال تھی۔ جب میرے آقا ہجرت کر کے مدینے میں آئے تو شراب حلال تھی، جب بدر کی لڑائی ہوئی تو شراب حلال تھی، جنگ احد ہوئی شراب حلال تھی، پھر اسکے بعد شراب حرام ہوگئی۔ جب حلال تھی تو بہت سے صحابہ پیتے بھی تھے مگر جب حرام ہوگئی اور منادی نے رسول کی طرف سے اعلان کر دیا "اَلَا اِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ" (۱) بیشک اللہ و رسول نے شراب کو حرام کر دیا ہے، تو کچھ لوگ جو منہ میں گلاس لگائے تھے، گلاس کو پٹخ دیا اور منہ میں جو شراب تھی اسے کلی کر دی، جن کے

(۱) بخاری جلد ۲ کتاب المغازی ص ۶۶۳

پاس مٹکے تھے اٹھا اٹھا کر پھوڑ دیا۔ حضرت انس فرماتے ہیں بخاری کی حدیث ہے، مدینے کی گلیوں میں شراب بہہ رہی تھی "فَجَرَتْ فِیْ سِکَکِ الْمَدِیْنَةِ" (۱) جیسے آسمان سے پانی نہیں شراب کی بارش ہوئی ہے۔ یہ حال تھا جب تک حلال تھی پی رہے تھے، جب حرام ہوگئی، پینے والوں نے کلی تک کر دی، بلکہ بعض لوگوں نے منہ میں انگلی ڈال ڈال کر قئے کر دی کہ ہو سکتا ہے کہ یہ اعلان کرنے والا ہماری گلی میں دیر میں پہنچا ہو، اور شراب پہلے حرام ہو چکی ہو، لہذا قئے کر کے نکال دیا سمجھ گئے آپ؟ شریعت پر عمل کرنے کا اس وقت یہ جذبہ تھا، شراب حرام ہونے کے بعد شراب کے عادی مجرموں نے بھی شراب کی طرف دیکھنا گوارا نہ کیا، مگر میرے آقا سرور کائنات ﷺ نے بچپن ہی سے شراب کو کبھی ہاتھ نہ لگایا، شراب کو لبوں تک آنے نہیں دیا، کیوں؟ اس لئے کہ جو چیز حرام ہونے والی تھی نبی کی پاکیزہ طبیعت نے کبھی اسے گوارا نہ کیا، ان کی شرافت نفس نے اسے پسند نہ کیا، مگر یہاں کتنے مسلمان ہیں بلکہ داڑھی والے ہیں جو شراب نوشی، عیاشی، لوٹ مار، چغلی غیبت اور نہ جانے کیسے کیسے جرائم کرتے رہتے ہیں، مگر ان کی طبیعت میں تنفر نہیں پیدا ہوتا جبکہ یہ ساری چیزیں اب حرام ہو چکی ہیں، اس لئے آپ اپنے حالات درست کیجئے۔ صرف یا غوث، یا خواجہ کا نعرہ لگانے سے کام نہیں بنے گا بلکہ غوث و خواجہ کی سیرت و کردار اپنائیے، ان کی روشن زندگی کو اپنے لئے مشعل راہ ہدایت بنائیے، تب آپ غوث و خواجہ کے غلام کہلانے کے حقدار ہوں گے۔

میں انہیں باتوں کے ساتھ اپنی تقریر ختم کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو نیک عمل کی توفیق بخشے۔ آمین

وما علینا الا البلاغ

(۱) بخاری جلد ۲ کتاب المغازی ص ۶۶۳

اٹھارہویں تقریر

اور

فقہ حنفی کا اثبات

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، اَلَّذِیْ بَعَثَ نَبِیَّنَا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ، وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَسَلَّمَ وَبَارَکَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِیْرًا (۱) صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ،وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ، عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَاَکْمَلُ التَّسْلِیْم.

ایک بار نہایت ہی ادب واحترام اورعقیدت و محبت کے ساتھ بارگاہ رسالت میں نذرانۂ درود وسلام پیش کریں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ......

رفیقان گرامی وعزیزان ملت اسلامیہ! آج جس زوروشور سے بارش ہوئی تھی اس کے اعتبار سے اس جلسے میں اتنا بڑا مجمع نہیں ہونا چاہئے تھا، لیکن آپ حضرات کا بہت ہی کاوشوں کے ساتھ اس جلسہ گاہ میں پہنچنا اور جم کر بیٹھنا، ایمانی حرارت اور دینی حمیت کا بین ثبوت ہے۔ اللہ تبارک وتعالی ہمارے تمام سنی بھائیوں کے اندر ہمیشہ غیرت ایمانی کو اسی طرح بیدار رکھے (آمین)

رفیقان گرامی! ہم لوگوں پر اعتراض تو بہت ہوتے ہیں مگر اعتراض کرنے والوں کے ہر اعتراض کا جواب نہیں دیا جاتا۔ بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ

(۱) پارہ ۵، رکوع ۱۴

معترض کو یہ اعتراض کرنے کا حق ہے بھی یا نہیں۔ ایک مسلمان اگر کسی دوسرے مسلمان سے کہے کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ تو اس کو یہ اعتراض کرنے کا حق ہے، لیکن اگر کوئی ہندو کہے کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے تو اسے یہ اعتراض کرنے کا حق نہیں، کیوں کہ وہ خود ہی نماز چھوڑنے کے جرم سے بڑا جرم کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا اور اسکے رسول کی تصدیق نہیں کرتا۔ قرآن کو اللہ تعالیٰ کی کتاب نہیں مانتا، تو پھر ہم نماز پڑھیں کہ نہ پڑھیں۔ ہمارے اوپر اسے اعتراض کا حق نہیں ہے، حق اسے ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام کو مانتا ہو، اور پھر اگر کسی کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف دیکھے تو اعتراض کرے، جو لوگ سر سے پاؤں تک شرک و بدعت اور کفر و معصیت میں ڈوبے ہوئے ہیں، جن کے روئیں روئیں سے کفر کی نجاست کی بدبو چھوٹ رہی ہے وہ ہم سے کہتے ہیں کہ تم لوگ قبر کیوں پوجتے ہو؟ یا رسول اللہ کیوں کہتے ہو؟ قیام کیوں کرتے ہو؟ امام کی تقلید کیوں کرتے ہو؟ یہ کہنے کا انکو کوئی حق نہیں کہ ہم کیا کرتے ہیں کیا نہیں کرتے ہیں، ہمیں خوب معلوم ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے احکام کا احترام رکھتے ہیں، اور یہ بھی خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے احکام کی کس قدر بے حرمتی کرتے ہو، ابھی چند دنوں کی بات ہے، اسی مہینہ کی دو تاریخ کو ایک جگہ ان کے اور ہمارے درمیان شرائط مناظرہ کی بات ٹھنی تھی، ہم نے کہا: مناظرہ بعد میں ہوگا، پہلے یہاں کے مقامی لوگ جگہ کا تعین کر لیں، پھر جو علمی شرائط ہیں وہ دونوں طرف کے مولانا لوگ بیٹھ کر طے کر لیں گے، اب ان کے مولانا چلانے لگے کہ مناظرہ کے لئے بند کمرہ زیادہ بہتر رہے گا میں نے کہا کہ جب بند کمرہ زیادہ بہتر ہے تو پھر مناظرہ آپ کس کیلئے کر رہے ہیں؟ مجھے سمجھانے کے لئے

کر رہے ہیں؟ یا میں آپکو سمجھانے کے لئے کر رہا ہوں؟ ہم مناظرہ صرف اس لئے کر رہے ہیں کہ ہم اپنے عوام اور خود آپ کی عوام کے سامنے آپ کی حیثیت ظاہر کریں اور اگر آپ کے اندر بھی دم خم ہو تو ہماری حیثیت عوام کے سامنے ظاہر کر دو۔

میں نے زور دے کر کہا کہ مناظرہ بند کمرے میں نہیں بلکہ کھلے میدان میں ہونا چاہئے، انہوں نے کہا: میں آپ کی حفاظت کے لئے کہہ رہا ہوں، میں نے کہا: ہمارا حافظ اللہ ہے اور آپ کا حافظ بند کمرہ، کسی بھی صورت میں وہ بند کمرے سے باہر آنے کیلئے تیار نہیں ہوئے، ہم نے منظور کر لیا کہ آپ بند کمرے ہی میں سے مناظرہ کیجئے، ہم باہر میدان میں رہیں گے۔ یہ اپنی اپنی صنف کا مسئلہ ہے، کوئی صنف پردے میں رہے، کوئی پردے سے باہر میدان میں رہے۔ پھر ہم نے بات اور آگے بڑھائی اور کہا کہ مناظرہ تقریری ہوگا، انہوں نے کہا: نہیں تحریری ہوگا، بہت دیر تک ہم سمجھاتے رہے مگر نہ مانے اور کہنے لگے نہیں تحریری ہوگا، اس لئے کہ تحریری ہونے میں دونوں کا ریکارڈ محفوظ رہتا ہے، آپ لوگوں ہی کی تحریر ہم نے بجرڈیہہ میں دکھائی تو حاجی بشیر اہل حدیث ہو گئے۔ میں نے کہا شرم نہیں آتی جو شخص باپ دادا سے غیر مقلد تھا اس کے بارے میں آپ کہہ رہے ہو کہ وہ ہماری تحریر دیکھ کر اہل حدیث ہو گیا، ارے وہ تو باپ دادا سے سڑا ہوا، بدبودار دہابی تھا، صحیح بات بتاتے ہوئے شرم آتی ہے کہ بجرڈیہہ مناظرے کے بعد کئی خاندان کے لوگ سنی مسلمان ہو گئے۔ دیر تک تحریری، تقریری پر گفتگو ہوتی رہی پھر میں نے کہا کہ بجرڈیہہ کے مناظرے کو نظیر بنا کر آپ یہاں قیاس سے کام لے رہے ہیں، جبکہ آپ کہتے ہیں کہ قیاس کوئی دلیل نہیں، لگتا ہے

آپ نہیں بلکہ آپ کی زبان سے مولوی ابلیس بول رہے ہیں کیوں کہ جب آپ کے نزدیک قیاس کوئی دلیل ہی نہیں ہے تو پھر قیاس سے کیوں کام لے رہے ہیں؟ اور آپ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ سب سے پہلے ابلیس نے قیاس سے کام لیا "اَوَّلُ مَنْ قَاسَ اِبْلِیْسُ" یعنی سب سے پہلے ابلیس نے قیاس سے کام لیا، تو ابلیس کے دیکھائے ہوئے راستے پر کیوں چل رہے ہیں؟ آپ قیاس سے کام نہ لیں، البتہ اہل حدیث ہونے کے ناطے اس پر کوئی حدیث پیش کردیں کہ مناظرہ تحریری ہونا چاہئے اور میں اپنے دعوی کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیت اور حدیث پیش کردونگا کہ مناظرہ تقریری ہونا چاہئے تم اہل حدیث ہوکر بھی اپنے مدعیٰ پر حدیث سے دلیل نہیں لاپاتے۔ عقل کا سہارا لیتے ہو، اور ہم اماموں کے مقلد ہیں اور ہمارے ائمۂ کرام قرآن وحدیث کے مقلد ہیں، اس لئے ہم قرآن وحدیث سے دلیل پیش کرنے کو تیار ہیں کہ مناظرہ تقریری ہونا چاہئے، شرائط مناظرہ کے تعلق سے ابھی اسی قدر گفتگو ہونے پائی تھی کہ ان کے اصغر، اکبر بڑے چھوٹے سب کو سانپ سنگھ گیا، رات ہی کو نو دو گیارہ ہوگئے۔ ان کے ایک مولوی کنارے آکر کہتے ہیں ارے صاحب! آپ مناظرے کی بات کررہے ہیں جبکہ مسلمان مارے جارہے ہیں، قرآن جلایا جارہا ہے، اور ایسے نازک حالات میں آپ مناظرہ کرانے پر تلے ہوئے ہیں، میں نے کہا، انہیں حالات کو تو میں ختم کرانا چاہتا ہوں انہوں نے کہا کہ ختم کرادیجئے، مگر مناظرہ نہ ہو، میں نے کہا مناظرہ ہوگا تبھی یہ حالات ختم ہونگے، کیونکہ سب سے پہلے تمہارے مولویوں نے کہا کہ اللہ تعالی جھوٹ بول سکتا ہے، تو ظاہری بات ہے کہ جب اللہ جھوٹ بول سکتا ہے تو کتاب اللہ جھوٹی ہوسکتی ہے، تمہارے انہیں

خیالات کو سن کر کافروں کی ہمت بڑھ گئی اور قرآن جلانے لگے، اس لئے پہلے تمہارے باطل عقیدے کو ختم کرنا ہوگا۔ تمہارا جھوٹ آشکارا کرنا ہوگا، اور یہ اسی وقت ہوسکے گا جبکہ کھلے میدان میں مناظرہ ہو، تاکہ قوم کو آستین کے سانپوں سے ہم بچاسکیں، کہا ارے صاحب! آپ کیا کہہ رہے ہیں، میں نے کہا بالکل صحیح بات کہہ رہا ہوں، تمہارے مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں یہی لکھا ہے، اتنا سننا تھا کہ بس چپکے سے دبک کر بیٹھ گئے، مجھے بتانا یہ ہے کہ یہ لوگ اکیلے میں آتے ہیں تو بہت کچھ بول جاتے ہیں مگر کیا کوئی کتاب پڑھ کر سناتے ہیں؟ چاہے ادریس صاحب آئے ہوں یا عبدالشکور صاحب کوئی تحریر پڑھ کر نہیں سناتا، بلکہ سب تقریریں کرکے چلے جاتے ہیں، اور بند کمرے میں نہیں بلکہ میدان میں تقریریں کرتے ہیں، اور فضا بگڑی ہے تو تقریروں ہی سے بگڑی ہے، اس لئے مناظرہ ہوگا تو تقریری ہوگا نہ کہ تحریری، تم نے اگر تحریر پڑھ پڑھ کر لوگوں کی دل آزاری کی ہوتی، لوگوں کے ایمان پر حملے کئے ہوتے، تو پھر تحریری مناظرہ ہوتا۔ یہی جرجیش ہیں کہ جب جج میں گئے تو تقریر کی کہ ہم چاروں اماموں کو مانتے ہیں۔ یہ چاروں بزرگ تھے البتہ ان سے چھوٹی چھوٹی غلطیاں ہوئیں ہیں اللہ سے دعا ہے کہ ان کی مغفرت کرے، اور یہاں آئے تو کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ قیاس کرتے تھے اور قیاس کرنے والا شیطان ہے، ابلیس ہے، ابوحنیفہ ابلیس کے راستے پر چلے، میں نے کہا سنو! ابلیس کا راستہ بلاشبہ کفر والحاد کا راستہ ہے، ابلیس نے جو قیاس کیا تھا وہ نص قطعی کے مقابلے میں تھا، اللہ تعالی نے حکم دیا "اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ" (۱) آدم کا سجدہ کرو، اس نے

(۱) پارہ ۱، رکوع ۴

قیاس کیااور کہا: "خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهُ مِنْ طِيْنٍ" (۱) کہ مجھکو تو نے آگ سے پیدا کیااور ان کو مٹی سے بھلا آگ مٹی کا سجدہ کیوں کرے؟
ہمارے چاروں اماموں میں کوئی امام بلکہ ان کے علاوہ بھی اسلام میں جتنے امام گزرے ہیں، کوئی اس بات کا قائل نہیں ہے کہ جب قرآن وحدیث میں دلیل موجود ہوتو اس وقت قیاس کرنا جائز ہے، اس لئے جب دلیل موجود ہوتو قیاس ہرگز نہیں کیا جائے گا، بلکہ امام اعظم ابوحنیفہ تو اس قدر قیاس سے بچتے ہیں کہ حدیث ضعیف کے ہوتے ہوئے قیاس کو جائز ہی نہیں سمجھتے اس کی نظیر حدیث قہقہہ سے وضو کا ٹوٹنا ہے جو ضعیف حدیث سے ثابت ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ اسی حدیث ضعیف پر عمل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹ جائے گا، جبکہ قہقہہ سے وضو کا ٹوٹنا خلاف قیاس ہے مگر چوں کہ ایک حدیث ضعیف سے یہ ثابت ہے اس لئے اسکے ہوتے ہوئے وہ قیاس کو جائز نہیں سمجھتے، جبکہ امام شافعی وغیرہ نے اس مقام پر قیاس پر عمل کیا ہے اور حدیث کو چھوڑ دیا۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ امام اعظم ابوحنیفہ عمل بالقرآن کو عمل بالحدیث پر ہمیشہ مقدم رکھتے ہیں جیسے اس مسئلے میں کہ مہر مال ہونا چاہئے، قرآن حکیم میں ہے "وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوْا بِأَمْوَالِكُمْ" (۲) جن عورتوں کے حرام ہونے کا ذکر کیا گیا ان کے علاوہ تمام عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں اس شرط پر کہ مال کے بدلے میں ان سے نکاح کرو، قرآن نے مال کے بدلے میں نکاح کرنے کا حکم دیا، اور یہ لوگ حدیث سناتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے ایک عورت آئی اس نے کہا "يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جِئْتُ أَهَبُ لَكَ نَفْسِيْ" اے اللہ کے رسول میں

(۱) پارہ۸، سورہ اعراف، رکوع۹ (۲) پارہ۵، رکوع۱

آپ کی خدمت میں اس لئے آئی تاکہ آپ کے لئے اپنے نفس کو ہبہ کردوں میرے آقا نے توجہ نہ دی، خاموش رہے، مجلس کے ایک صحابی اٹھ کر عرض کرتے ہیں یارسول اللہ "إِنْ لَّمْ تَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ فَزَوِّجْنِيْهَا" یارسول اللہ اگر آپ اس سے نکاح نہ کرنا چاہتے ہوں تو مجھ سے اس کا نکاح کردیں، حضور نے فرمایا، تیرے پاس کچھ مال ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، تو حضور نے فرمایا، جاؤ کچھ تلاش کرکے لاؤ، وہ آئے اور عرض کیا میرے پاس کچھ نہیں ہے، فرمایا جاؤ تلاش کرو "وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيْدٍ" تلاش کرا گرچہ لوہے کی انگوٹھی ملے۔ پھر انہوں نے تلاش کے بعد کہا یارسول اللہ میرے پاس کچھ نہیں ہے تو ارشاد فرمایا "مَاذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ؟" تیرے پاس قرآن کی کچھ سورتیں ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں یارسول اللہ فلاں فلاں سورہ میرے پاس ہے تو ارشاد فرمایا "اِذْهَبْ فَقَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ" (۱) میں نے تیری شادی اس عورت سے کردی بسبب اس کے کہ جو تیرے پاس قرآن ہے یہ نہیں فرمایا کہ قرآن کے بدلے میں شادی کردی۔ اگر قرآن کے بدلے میں کی تو میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ قرآن سے کیا مراد ہے؟ وہ مصحف کہ جس میں کتاب لکھی ہے، تو اس کی قیمت دس درہم بھی ہوسکتی ہے، دس دینار بھی، اور اگر قرآن سے مراد یادداشت ہے یعنی وہ سورتیں مہر نہیں جو انہیں یاد ہیں، تو وہ یادداشت ان ہی کے پاس رہی اسے مہر کہنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ اس لئے کہ حدیث کا لفظ ہے "بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ" بسبب اسکے جو قرآن تیرے پاس ہے، مگر ان لوگوں کو حدیث سمجھنے کا بھی شعور نہیں، اور اہل حدیث کہلاتے ہیں تو "بِمَا مَعَكَ" میں "با" یا تو عوض کیلئے

(۱) بخاری شریف ج ۲ ص ۷۶۱/۷۶۲

ہے یا سبب کیلئے، مگر ان کو اس بات کی کوئی تمیز ہی نہیں اور رسول پاک کا جو واقعہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے حضرت صفیہ سے نکاح کیا اور ان کی آزادی کو مہر بنایا تو سخت محل نظر ہے۔ کیوں کہ حضرت انس خود فرماتے ہیں کہ رسول پاک نے مقام صہباء میں حضرت صفیہ کو اپنے عقد میں رکھا تھا، صحابہ میں بات ہونے لگی، کہ یہ حضور کی ازواج مطہرات میں سے ہیں یا باندی ہیں، صحابہ کہنے لگے، اگر حضور سفر کرتے وقت ان کے لئے پردہ تیار کریں تو امہات المؤمنین میں سے ہیں، اور پردہ نہ تیار کریں تو باندیوں میں سے ہیں، پھر جب حضور مدینے سے صہباء کی طرف چلنے لگے، تو ہودج اپنے پیچھے لگوایا اور اس پر پردہ لگوادیا تب ہم لوگوں کو پتہ چلا کہ یہ امہات المؤمنین میں سے ہیں، حضور کی زوجۂ مکرمہ ہیں، اب بولئے صاحب! یہ کہاں سے پتہ چلا کہ ان کا مہر کیا تھا ابھی تو یہی پتہ نہیں چل رہا ہے کہ یہ ازواج مطہرات سے ہیں یا باندی ہیں، اور اگر پتہ چل بھی جائے کہ حضرت صفیہ کی آزادی کو حضور نے مہر بنایا تو یہ حضور کی خصوصیات میں سے ہے، حضور کے لئے نو بیویاں جائز تھیں کیا آپ کے لئے بھی جائز ہیں؟ حضور علیہ السلام کا صرف اتنا کہہ دینا کہ تو میری بیوی ہے یہی نکاح کے لئے کافی ہے، مگر آپ کے لئے نہیں، اسی لئے قرآن میں فرمایا" وَامْرَأَةً مُّؤْمِنَةً إِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ" (۱) یعنی اگر کوئی ایمان والی عورت اپنی جان نبی کو ہبہ کردے اور اگر نبی اسے نکاح میں لانا چاہیں تو یہ اجازت خاص تمہارے لئے ہے امت کے لئے نہیں۔ نکاح کی یہ خصوصیتیں نبی کے لئے خاص ہیں، مسلمان

(۱) پارہ ۲۲، رکوع ۳

کیلئے نہیں، مگر یہ لوگ رسول کو اپنے جیسا سمجھتے ہیں اس لئے ایسی باتیں کرتے ہیں، جبکہ کوئی بھی سچا مسلمان نبی کو اپنے جیسا نہیں مانتا بلکہ کوئی بھی مسلمان نبیؐ پاک کے ہاتھ کو اپنے جیسا ہاتھ نہیں مانتا، ہاتھ تو ہاتھ ہے انگلی جیسی انگلی نہیں مانتا، ناخن جیسا ناخن نہیں مانتا، روئیں جیسا رواں نہیں مانتا، کیوں کہ اسے معلوم ہے کہ نبی کے موئے مبارک ایسے ہیں کہ چودہ سو سال سے زیادہ کا عرصہ بیت گیا، مگر اب بھی ان کے اندر زندگی موجود ہے جسم سے الگ کردیئے گئے، مگر بڑھتے چلے جارہے ہیں، جب ان کا بال زندہ ہے تو پھر نبی کی زندگی پر مناظرہ کیوں ہو رہا ہے؟ مگر یہ لوگ ایسے ہیں کہ نبی کو زندہ نہیں مانتے جب کہ نبی کا موئے مبارک جسم سے الگ ہو کر بھی زندہ ہے تو جسم مبارک کیسا زندہ ہوگا، سر کی آنکھوں سے مشاہدہ کرلیا پھر بھی یہ بے ایمان ماننے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔ نبی پاک انگلی اٹھادیں تو چاند دو ٹکڑے ہوجائے، نبی پاک انگلی اٹھادیں تو ڈوبا ہوا سورج پلٹ آئے، نبیؐ پاک انگلی اٹھادیں تو برستا ہوا بادل پھٹ جائے، نبی پاک ﷺ زبان مبارک ہلادیں تو بگڑی قسمت سنور جائے،

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

جن کے بارے میں جو فرمادیا وہ ہوگیا، سراقہ کے بارے میں فرمادیا، اے سراقہ! میں تیرے ہاتھ میں کسریٰ کے کنگن دیکھ رہا ہوں، حضرت عمر کے پاس جب کسریٰ کا مال غنیمت آیا تو اس مال غنیمت میں کنگن تلاش کرنے لگے، لوگوں نے پوچھا امیر المؤمنین کیا تلاش کررہے ہیں فرمایا میں کسریٰ کا کنگن تلاش کررہا ہوں، جب وہ مل گیا تو حضرت سراقہ سے

فرمایا کنگن پہنئے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہئے "اَللّٰهُ اَکْبَر، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَلَبَهُمَا کِسْرَیٰ بْنَ هُرْمُزَ وَاَلْبَسَهُمَا سُرَاقَةَ الْاَعْرَابِیَّ" مرد کے لئے سونا پہننا حرام ہے، سونے کی انگوٹھی تک حرام ہے مگر سراقہ کو حضرت عمر فاروق جو کہ رسول پاک کے احکام کو زندہ رکھنے کی قسم کھا چکے ہیں، وہ سونے کا کنگن پہنا رہے ہیں اور فرماتے ہیں: تیرے حق میں کنگن کے جواز کیلئے بس اتنا کافی ہے کہ میرے آقا نے فرمایا تھا کہ تیرے ہاتھ میں میں سونے کا کنگن دیکھ رہا ہوں (۱) فاروق اعظم نے فرمایا اے سراقہ! تم ضرور کنگن پہنو، اگر تم نہیں پہنوگے تو رسول پاک کی بات سچی کیسے ہوگی؟ رسول پاک سرور کائنات ﷺ نے جس کے لئے جو کہہ دیا وہ ہوا، اسی لئے ہم کہتے ہیں۔

ہاتھ لگ جائے تو شرمندہ مسیحائی ہے
پاؤں چھو جائے تو پتھر کا جگر موم کرے

دعوی تو ہے کہ ہم اہل حدیث ہیں، حدیث پڑھتے پڑھاتے ہیں مگر بخاری شریف میں متعدد جگہوں پر یہ حدیث موجود ہے اور انہیں نظر نہیں آتی، عبداللہ ابن عدی جب چھت سے گرے تھے، پنڈلی کی ہڈی دو ٹکڑے ہوگئی رسول پاک کی بارگاہ میں عرض کی، یارسول اللہ میری پنڈلی ٹوٹ گئی ہے حضور نے فرمایا کوشش کر کے پاؤں میری طرف بڑھاؤ، انہوں نے بڑھایا، حضور نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ کر ایک مرتبہ پھیر دیا، عبداللہ ابن عدی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میری کیفیت یہ ہوگئی "كَاَنَّهَا لَمْ تَشْتَكِ قَطُّ" (۲) پاؤں کی ہڈیاں اس طرح جڑ گئیں کہ گویا اس میں کوئی چوٹ ہی نہیں تھی، کوئی تکلیف ہی نہیں تھی، اگر حضور جیسا ہاتھ کسی کے پاس ہے تو لائے، ٹوٹی ہوئی

(۱) دلائل النبوۃ (۲) بخاری ج ۲ ص ۶۰۵ کتاب المغازی

ہڈی جوڑ دے، ارے! وہ ٹوٹی ہوئی ہڈی کو کیا جوڑے گا جوڑی ہوئی کو اگر ہاتھ لگادے تو ٹوٹ جائیگی، میرے آقا سرور کائنات کے معجزات بے شمار ہیں، اسی طرح حضرت سلمہ ابن الاکوع کی حدیث بخاری شریف میں موجود ہے فرماتے ہیں جنگ خیبر میں میری پنڈلی پر دشمن کی ایک ایسی تلوار لگی، کہ میری پنڈلی کا پورا گوشت کٹ گیا، لوگوں نے کہا "اُصِیْبَتْ سَلَمَةُ فَاَتَیْتُ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَنَفَثَ فِیْهِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْتَكَیْتُهَا حَتَّی السَّاعَةِ" (۱) سلمہ ابن اکوع شہید ہوگئے، مجھے اٹھا کر حضور کے دربار میں لایا گیا، حضور نے میرے زخم پر تین مرتبہ اپنا لعاب دہن ڈال دیا، فوراً میری تکلیف دور ہوگئی یعنی خون رک گیا، درد ختم ہوگیا، زخم فوراً خشک ہوگیا، ہے کسی کا لعاب جو نبی کے لعاب کی طرح کام کرجائے جب نبی کے لعاب کی طرح تمہارا لعاب نہیں ہوسکتا تو پھر نبی کی طرح تم کیسے ہوسکتے ہو؟ سنو! میں ایک بات جانتا ہوں، میرے آقا سرور کائنات فرماتے ہیں "یَا ابْنَ الْخَطَّابِ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا لَقِیَكَ الشَّیْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ اِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَیْرَ فَجِّكَ" (۲) اے عمر ابن خطاب! قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جس راستے پر تو چلے گا اس راستے پر شیطان نہیں چلے گا، اگر کوئی غیر مقلد صاحب ہوں تو آکر اس حدیث کا انکار کردیں اور میں اس کے بعد ان کی آنکھ میں کتاب گھسا دونگا۔ جس راستے پر عمر ہوگا شیطان نہیں آسکتا۔ حضرت عمر ایک مجلس میں تین طلاق کے قائل تھے، حضرت عمر بیس رکعت تراویح کے قائل تھے، ایک مجلس میں تین طلاق دینے سے تین پڑتی ہے یہ عمر کا راستہ ہے تراویح بیس رکعت ہے یہ عمر کا راستہ ہے اور یہی راستہ رحمانی ہے اور عمر کے

(۱) بخاری ج ۲ کتاب المغازی ص ۶۰۵ (۲) بخاری ج ۱ ص ۵۲۰ مناقب، عمر ابن خطاب

راستے سے جو الگ راستہ ہے وہ شیطانی ہے کہئے صاحب! بات سمجھ میں آئی؟ تو یہ لوگ شیطان ہیں اس لئے حضرت عمر کے راستے پر نہیں چلتے، پھر امام اعظم کے بارے میں جیسا کہا ہے ویسا سنو! میرے آقا سرور کائنات فرماتے ہیں "فَقِيْهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ" (۱) ایک فقیہ شیطان کے اوپر ایک ہزار عبادت گزاروں سے زیادہ بھاری ہے، یہ تو ایک فقیہ کی بات ہے اور ابو حنیفہ ایسے فقیہ ہیں کہ امام شافعی فرماتے ہیں "اَلنَّاسُ فِي الْفِقْهِ عِيَالُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ" (۲) فقہ میں تمام فقہاء ابوحنیفہ کی اولاد ہیں، تو امام اعظم ابوحنیفہ صرف فقیہ نہیں بلکہ ابو الفقہاء ہیں کہ جنہوں نے فقیہوں کی ایک لمبی قطاریں تیار کردی ہیں، جب ایک فقیہ ہزار عبادت گزاروں سے زیادہ تکلیف دہ ہے تو ایک ابوحنیفہ لاکھوں کروڑوں فقیہوں سے زیادہ شیطان کے لئے تکلیف دہ ہوں گے، اسی لئے ان کو امام ابوحنیفہ سے زیادہ تکلیف ہورہی ہے، شیطان کو ہر فقیہ سے تکلیف ہوتی ہے مگر ابوحنیفہ سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے اس لئے کہ وہ سب سے بڑے فقیہ ہیں، اسی لئے ابو حنیفہ ان کے اوپر سب سے زیادہ مصیبت بنے ہوئے ہیں، امام اعظم ابوحنیفہ نے کبھی یہ نہ کہا کہ جناب والا حدیث پر عمل مت کرو، میرا قیاس مانو، بلکہ امام اعظم عمل بالحدیث میں اتنا آگے ہیں کہ دنیا کا کوئی بھی کلمہ گو طبقہ ان کی برابری نہیں کرسکتا۔ حضرت امام اعظم حدیث مُرسَل اور حدیث ضعیف کے ہوتے ہوئے قیاس کو جائز نہیں سمجھتے جبکہ امام شافعی اس صورت میں حدیث کو چھوڑ کر قیاس پر عمل کرتے ہیں، امام اعظم نے اپنے اجتہاد کے بنیادی اصول کو ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا "اِنِّیْ اُقَدِّمُ الْعَمَلَ بِالْکِتَابِ ثُمَّ

(۱) مشکوٰۃ شریف ص ۳۲ (۲) تبیض الصحیفہ ص ۱۸

بِالسُّنَّۃِ ثُمَّ بِاَقْضِيَةِ الصَّحَابَةِ مُقَدِّمًا مَا اتَّفَقُوْا عَلٰی مَا اخْتَلَفُوْا وَحِيْنَئِذٍ اَقِيْسُ" (۱) حضرت امام اعظم کے اساتذہ میں امام باقر بھی ہیں ایک مرتبہ مدینہ طیبہ کی حاضری میں جب امام اعظم، حضرت امام باقر کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو ان کے ایک ساتھی نے تعارف کرایا کہ یہ ابوحنیفہ ہیں! امام باقر نے، امام اعظم سے مخاطب ہوکر کہا، وہ تم ہی ہو جو قیاس سے میرے جد کریم کی احادیث رد کرتے ہو؟ امام اعظم نے عرض کی، معاذ اللہ! حدیث کو کون رد کرسکتا ہے، اگر حضور اجازت دیں تو کچھ عرض کروں۔ اجازت کے بعد امام اعظم نے عرض کی، حضور مرد ضعیف ہے یا عورت؟ امام باقر نے ارشاد فرمایا عورت، عرض کیا وراثت میں مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا؟ فرمایا مرد کا۔ امام اعظم نے فرمایا اگر میں قیاس سے حکم دیتا تو عورت کو، مرد کا دونا حصہ دینے کا حکم دیتا۔ پھر عرض کی نماز افضل ہے یا روزہ؟ امام باقر نے ارشاد فرمایا نماز۔ عرض کی قیاس یہ چاہتا ہے کہ جب نماز، روزہ سے افضل ہے تو حائضہ پر نماز کی قضا بدرجۂ اولیٰ ہونی چاہئے، اگر میں احادیث کے خلاف محض قیاس سے حکم کرتا تو یہ حکم دیتا کہ حائضہ نماز کی قضا ضرور کرے! مگر چونکہ ام المومنین حضرت عائشہ اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام ہمیں روزے کی قضا کا حکم دیتے اور نماز کی قضا کا حکم نہیں دیتے، اس لئے قیاس کے برخلاف یہی حکم میں بھی دیتا ہوں۔ پھر عرض کیا پیشاب، پاخانہ زیادہ ناپاک ہے یا منی؟ امام باقر نے ارشاد فرمایا پیشاب پاخانہ زیادہ ناپاک ہے، امام اعظم نے فرمایا: اس اعتبار سے قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ آدمی اگر پیشاب پاخانہ کرے تو اسے غسل کرنا لازم ہے وضو کافی

(۱) خیرات الحسان ص ۲۹

نہیں اور منی خارج ہو تو صرف وضو کافی ہے مگر میں قیاس کے برخلاف منی
میں غسل کا حکم دیتا ہوں کیوں کہ حضور نے فرمایا ہے "اَلْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ" منی
سے غسل ہے، اس پر امام باقر اتنا خوش ہوئے کہ اٹھ کر ان کی پیشانی چوم لی
اور فرمایا جب تک تم ہو میرے نانا جان کی شریعت میں کوئی تحریف نہ کر سکے
گا۔اس وجہ سے تحریف کرنے والوں کو بڑی تکلیف ہے کہ امام اعظم اور ان
کے مقلدین کی وجہ سے ہماری تحریف پکڑ لی جاتی ہے، ہم کچھ بھی الٹ پھیر
کرتے ہیں تو ان کے ماننے والے فوراً پکڑ لیتے ہیں اور سنئے یہ غیر مقلدین
تقلید پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تم لوگ امام کی تقلید کیوں کرتے
ہو؟ حضور نے فرمایا تین دجال آئیں گے، حضور نے فرمایا امام مہدی تشریف
لائیں گے اور ان کے زمانے میں عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے، یہ سب تو حضور
نے فرمایا مگر یہ کہاں فرمایا کہ میرے بعد چار امام آئیں گے ان کا پتہ تو
حضور علیہ السلام نے نہ دیا اگر شریعت پر عمل کرنے کیلئے ان اماموں کی پیروی
اتنی ضروری ہوتی تو ضرور حضور علیہ السلام انکی آمد کی بشارت دیئے
ہوتے؟ میں نے کہا نابینا لوگوں کو پتہ نہیں چلتا، چاروں اماموں کی بشارتیں
حدیث کے اندر موجود ہیں اور میں خاص امام ابوحنیفہ کی بشارت سے متعلق
حدیث بخاری سے ذکر کرتا ہوں سرکار اقدس ﷺ نے فرمایا "لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ
عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ مِنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ" (۱) اور بعض روایتوں میں لوکان الدین
ہے اور بعض میں لوکان العلم ہے تو اب حدیث کا معنی یہ ہوا کہ اگر ایمان، دین
یا علم ثریا کی بلندی پر بھی ہوگا تو فارس کا رہنے والا ایک شخص وہاں سے
اتار لائے گا، فارس کے رہنے والوں میں، بڑے بڑے امام پیدا ہوئے مگر کون

(۱) بخاری ج ۲ ص ۷۲۷ و مسلم ج ۲ ص ۳۱۲ ترمذی کتاب التفسیر ص ۱۶۴

ہے جو امام ابوحنیفہ جیسی شہرت رکھتا ہو؟ کون ہے جو امام ابوحنیفہ جیسا علم
رکھتا ہو؟ امام ابوحنیفہ جیسی ذہانت رکھتا ہو؟ امام ابوحنیفہ جیسا تقویٰ رکھتا ہو؟ امام
ابوحنیفہ جیسا فتویٰ رکھتا ہو؟ ابوحنیفہ تو ابوحنیفہ ہیں ان کے شاگردوں کے برابر بھی
کوئی عالم فارس میں پیدا نہ ہوا، یہ ابوحنیفہ ہی ہیں جو ثریا کی بلندی سے علم
لیکر آئے اور دنیا میں پھیلا دیا، ابوحنیفہ کے بارے میں یہ بشارت کس نے دی
تھی؟ حضور ہی نے تو یہ بشارت دی تھی، اور یہ کیسے عظیم الشان فارسی ہیں یہ بھی
سن لیجئے! جب فارس فتح ہوا تو حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ کے دادا بھی وہاں آئے
اور اسلام قبول کیا، حضرت امام ابوحنیفہ کے والد حضرت ثابت، حضرت علی رضی
اللہ عنہ کی خدمت میں رہتے رہے، ان کے بارے میں حضرت علی نے ایک
مرتبہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری نسل میں ایسا عالم پیدا کرے جو دین کا اجالا پوری
دنیا میں پھیلا دے، اب اسی ثابت کے بیٹے ہیں نعمان ابن ثابت جو امام اعظم
ابوحنیفہ کے نام سے مشہور ہیں، جنہوں نے پورے عالم میں علم کو پھیلایا،
ستر سال بعد پیدا ہونے والے ابوحنیفہ کے بارے میں اگر حضور کو علم نہیں تھا تو
کیسے ان کے بارے میں بشارت دی؟ ایک طرف تو علم غیب کا انکار بھی کرتے
ہو اور دوسری طرف وہ حدیث بھی پڑھتے ہو جس سے علم غیب ثابت ہوتا ہے یہ
تضاد بیانی نہیں تو اور کیا ہے؟ تین دجال آئیں گے اور امام مہدی آئیں گے
اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے یہ غیب کی خبریں ہیں کہ نہیں؟ یہ سب
حدیثیں سنا رہے ہو تو غیب کو کیوں نہیں مانتے؟ ارے تم کل غیب نہیں مانتے
تو بعض تو مانو، کچھ تو مانو ہم تو "مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ" مانتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ
نے قرآن میں فرمایا "وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ" (۱) جو کچھ آپ نہیں جانتے

(۱) پ ۵ س ۴ ع ۱۳

تھے اللہ نے سب آپ کو بتادیا،اب یہ کہتے ہیں کہ آپ لوگ رسول اکرم ﷺ کے لئے خدائی اختیار مانتے ہیں،معاذ اللہ ہم نے رسول پاک کے لئے خدائی اختیار کب مانا ہم نے تو خدا کا دیا ہوا اختیار مانا۔اگر حضور کو اختیار نہیں تھا تو ٹوٹی ہوئی ہڈی کیسے جوڑی؟ پھوٹی ہوئی آنکھ کیسے ٹھیک کردی؟ حدیبیہ کے سوکھے ہوئے کنویں میں پانی کیسے بھردیا؟ ڈوبا ہوا سورج کیسے پلٹ آیا؟ چاند کیسے دو ٹکڑے ہوگیا؟ کنکر نے کیسے کلمہ پڑھ لیا؟ یہ سب کیسے ہوا؟ کیا بغیر اختیار کے محیر العقول کارنامے عالم وجود میں آسکتے ہیں؟ قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ نے اسی اختیار کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ" (۱) اے پیارے حبیب آپ اعلان کردیں کہ میں تمہیں کوئی نقصان بھی نہیں پہنچا سکتا اور کوئی فائدہ بھی نہیں پہنچا سکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ نہ چاہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے نفع ،نقصان پہونچا سکتے ہیں اور جو جو اختیار ملا ہے وہ کرسکتے ہیں مگر یہ لوگ "نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا" تک پڑھ لیتے ہیں اور "اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ" گول کرجاتے ہیں۔ جیسے کوئی "لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ" پڑھ لے اور "وَاَنْتُمْ سُكٰرٰی" (۲) گول کرجائے یہی حال ان کا ہے،یہ لوگ ایک طرف وسیلہ کا انکار کرتے ہیں،ڈائرکٹ خدا کی بارگاہ میں پہونچنے کی بات کرتے ہیں مگر دوسری طرف ترمذی شریف کی یہ حدیث بھی بیان کرتے ہیں کہ ایک غریب اور مفلس عورت ایک مرد کے پاس آئی اور اپنے بچوں کے بھوک اور فاقے کا ذکر کیا،تو اس مرد نے اس غریب اور بدحال عورت کو کچھ دیدیا اور کہا کہ اسکے بدلے میں آج کی رات تم کو میرے پاس گزارنی

(۱) پارہ ۹ رکوع ۱۳ سورۂ اعراف (۲) پارہ ۵ رکوع ۳ سورۂ نساء

ہوگی ،وہ عورت اپنے بچوں کے کھانے پینے کا انتظام کرکے رات کے وقت اس کے دروازے پر آئی تو گناہ کے تصور اور خدا کے خوف سے کانپ رہی تھی،اسکے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا،مرد نے پوچھا ارے!تمہاری یہ حالت کیوں ہے؟ عورت نے کہا: اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہوں،میرے اوپر خوف الٰہی طاری ہے،اس عورت کی یہ حالت دیکھ کر مرد بھی کانپنے لگا اور کہا اے پاکباز اور خدا سے ڈرنے والی نیک خاتون! میں تجھے چھوڑ دیتا ہوں، مگر میں تجھ سے ایک گزارش کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے میرے حق میں تو سفارش کردے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت کردے،بولئے صاحب! اس گنہگار مرد نے اپنی مغفرت کے لئے اس نیک خاتون کا وسیلہ اختیار کیا کہ نہیں؟ مگر یہ لوگ حدیث کے اس ٹکڑے کو جان بوجھ کر گول کرجاتے ہیں اور آگے سنئے!اور وسیلہ کی برکت ملاحظہ کیجئے،جب وہ آدمی مرا تو لوگ اس کی بدعملی اور فسق وفجور کے سبب نماز جنازہ کے لئے تیار نہیں تھے مگر جب آئے تو اس کے دروازے پر دیکھا لکھا ہوا تھا "قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ" اللہ نے اس کی مغفرت کردی،اب بتاؤ اس کی مغفرت بے وسیلہ ہوئی یا اس عورت کے وسیلے سے ہوئی؟ یہ حدیث صاف بتارہی ہے کہ اس عورت کی دعا سے اس گنہگار کی مغفرت ہوئی؟ اس عورت کے صدقے میں اس کی بخشش ہوئی،اللہ تبارک وتعالیٰ تک بلاشبہ آدمی بے وسیلہ پہنچ سکتا ہے مگر اسکی صلاحیت ہر ایک میں نہیں،یہ کام صرف انبیاء کا ہے،ہر آدمی کے بس میں نہیں،اگر ہر آدمی کے بس میں ہوتا تو بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ بے وسیلہ دینے پر قادر ہے سب کچھ بے وسیلہ دے دیتا مگر سب سے بنیادی چیز بھی اس نے وسیلہ ہی سے دی،ایک آدمی کیلئے سب سے بنیادی چیز ایمان ہے۔کھانا پینا بنیادی چیز

نہیں، مکان اور کپڑا بنیادی چیز نہیں، دوادارو بنیادی چیز نہیں، آل اولاد بنیادی چیز نہیں، یہ سب چیزیں نہ رہیں جب بھی کام چل سکتا ہے، مگر ایمان نہ رہے تو بالکل کام نہیں چل سکتا۔

جب سب سے بنیادی چیز دین اور ایمان ڈائرکٹ نہ اتارا بلکہ نبیوں کے واسطے سے بھیجا، قرآن پہلے رسول پاک پر اترا، اور پھر ان کے واسطے سے ہم کو ملا بولئے صاحب! یہ اہل حدیث کہتے ہیں کہ ڈائرکٹ ملا، ہم کہتے ہیں کہ وسیلے سے ملا، وسیلہ در وسیلہ ملا تو یہیں سے ثابت ہوا کہ بغیر وسیلہ کے کام نہیں چل سکتا، مگر یہ لوگ بے سیلہ اڑتے ہیں اس لئے لپک جائیں گے کچھ نہ پائیں گے جو کچھ ملا رسول اللہ کے واسطے سے ملا۔

لا وربِّ العرش جس کو جو ملا اُن سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

بخاری شریف میں کیا یہ حدیث نہیں ہے؟ اللہ کے رسول فرماتے ہیں "وَاِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ" (۱) زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں مجھے عطا کی گئیں، تمام خزانوں کی کنجیاں کیوں عطا کی گئیں نمائش کرانے کے لئے؟ نہیں بلکہ اس لئے کہ اے پیارے محبوب تم زمین کے تمام خزانوں کے مالک بن گئے ہو۔ اب جس کو جو خزانہ ملے گا تمہارے واسطے سے ملے گا، مگر وہابیوں کا معاملہ یہ ہے کہ انہیں کا کھائیں اور انہیں کے غلاموں سے الجھیں۔ کیا خوب کہا اعلیٰ حضرت نے

ترا کھائیں تیرے غلاموں سے الجھیں
ہیں منکر عجب کھانے غرانے والے

(۱) بخاری شریف ج ۲ ص ۵۸۵ و ص ۹۷۵ / مشکوٰۃ ص ۵۱۲

یہ ہے ان کی عادت، مگر میرے آقا نے جس طرح ابوجہل کو برداشت کیا، اسی طرح ہمیں بھی ان لوگوں کو برداشت کرنا پڑے گا ورنہ ابولہب کے لئے جس طرح میرے آقا نے تباہی کا انتظام کیا کیا ابوجہل کے لئے نہیں کر سکتے تھے؟ کر سکتے تھے، مگر چاہا کہ ابولہب اپنی پوری طاقت دکھا کر مرے تاکہ دنیا دیکھ لے کہ نبی کے سامنے اس کی طاقت کا کیسے چھترا اڑ گیا۔

محترم حضرات! ان لوگوں کی جتنی باتیں ہیں سب اسی انداز کی ہیں میں نے اب تک کی گفتگو میں محض دفاع کیا، اب میں حملہ شروع کرتا ہوں اب جگر تھام کے بیٹھو کہ میری باری آئی، غور سے سماعت فرمائیں ہمارے اور ان کے درمیان کئی قسم کے اختلافات ہیں، کچھ تو وہ ہیں جو بہت ہی بنیادی ہیں، اور دین کی اساس ہیں، جیسا کہ میں نے شروع میں کہا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے معاذ اللہ، ایک بات بتایئے! جھوٹ بولنا عیب ہے یا کمال؟ ارے بھائی اس صدی میں بھی جبکہ لوگ عیب کو کمال سمجھتے ہیں، بے حیائی اور آوارگی کو فیشن مانتے ہیں جھوٹ کو عیب ہی مانتے ہیں، دنیا کا کوئی بھی مذہب جھوٹ کو اچھا نہیں سمجھتا، بلکہ معیوب سمجھتا ہے، صرف وہابی ہیں جو جھوٹ کو عیب مانتے ہوئے اللہ کے لئے ثابت مانتے ہیں، جبکہ پوری امت کا اجماع ہے کہ اللہ ہر عیب سے پاک ہے، اس کو یوں سمجھو جو چیز ہو سکتی ہے وہ ممکن، اور جو چیز نہیں ہو سکتی وہ محال، اللہ تعالیٰ کے لئے ہر عیب محال، جھوٹ عیب ہے اس لئے وہ بھی محال اور جب محال ہے تو وہ جھوٹ کیسے بول سکتا ہے؟ ان کے گرو گھنٹال مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ بندہ جھوٹ بول سکتا ہے، اگر اللہ نہ بولے تو بندے کی قدرت اللہ سے بڑھ جائے گی پھر تو لازم آیا کہ اگر بندہ دن بھر میں سو جھوٹ بولے تو اللہ سو مرتبہ

سے زیادہ جھوٹ بولے ورنہ بندے کی طاقت بڑھ جائے گی اور یہ بھی کہ بندہ جھوٹ بول رہا ہے اور اللہ بول نہیں رہا ہے، صرف بول سکتا ہے، لہٰذا اس اعتبار سے بھی بندے کی قدرت بڑھ جائے گی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ بندہ ایک جھوٹ بولے تو اللہ سو بولے تاکہ بندے سے آگے ہی رہے یہی تو ان کی دلیل کا مطلب ہوا، مگر یہ غلط ہے اور دلیل بھی غلط ہے بندہ جو کرسکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا خالق ہے شرح عقائد میں ہے "وَاللّٰهُ تَعَالٰى خَالِقٌ لِاَفْعَالِ الْعِبَادِ مِنَ الْكُفْرِ وَالْاِيْمَانِ وَالطَّاعَةِ وَالْعِصْيَانِ" (۱) اللہ تعالیٰ بندوں کے تمام افعال کا خالق ہے چاہے کفر ہو یا ایمان، طاعت ہو یا عصیان، اور قرآن عظیم میں ہے "اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" (۲) اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اسکا معنی یہ ہے کہ اگر انسان کھانا پینا چاہے اور اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو وہ کھا نہیں سکتا، تو اس کے کھانا کھانے کا یہ جو کام ہے اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے وجود میں آتا ہے اسی کو قرآن نے فرمایا "وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ" (۳) اللہ نے تم کو بھی پیدا کیا اور تمہارے افعال کو بھی پیدا کیا کسی چیز کا پیدا کرنا عیب نہیں ہے، عیب کا پیدا کرنا عیب نہیں ہے، عیب کا مرتکب ہونا عیب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو چاہا پیدا کیا، مگر اللہ تعالیٰ عیب کا ارتکاب نہیں کرسکتا، کیوں کہ یہ عیب ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک اور منزہ ہے۔ اب یہ لوگ مجھے اس بات کا جواب دیں کہ بقول انکے جب اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے تو کوئی قرآن پر کیسے اعتبار کرسکتا ہے؟ کیوں کہ جب خدا جھوٹ بول سکتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن بھی جھوٹ ہوسکتا ہے، قرآن کے کس بات کا اعتبار کروگے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ محمد ﷺ کو ہم نے رسول بنایا تو کیسے

(۱) شرح عقائد ص ۶۰ (۲) پارہ ۱ رکوع ۲ سورۂ بقرہ (۳) پارہ ۲۳ رکوع ۷ سورۂ صافات

اعتبار کروگے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، ہوسکتا ہے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہو، یہ کہتے ہیں کہ اس نے وعدہ کیا ہے کہ میں سچ بولوں گا، تو میں کہتا ہوں کہ یہ وعدہ ہی کہیں پہلا جھوٹ نہ ہو، اس لئے یہ عقیدہ ایمان کو خراب کرنے والا عقیدہ ہے۔ ان کے گرو گھنٹال کی چند عبارتیں میں نے مدھوپور کے مناظرے میں لکھ کر کے پیش کیں اور کہا کہ انہیں باتوں پر مناظرہ ہوگا، ان میں سے ایک یہ ہے۔ "ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا اللہ کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہے" (۱) دوسری بات یہ ہے "اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو عام انسانوں جیسا پیدا کیا اس لئے ان کی تعظیم عام انسانوں جیسی کرنی چاہئے بلکہ اس میں بھی کچھ اختصار سے کام لینا چاہئے" (۲) اس طرح کے دس اقوال میں نے پیش کئے تھے انہوں نے سب کے بارے میں لکھا کہ یہ سب حق ہے، ایمان ہے، اس سے انبیاء، اولیاء، کی توہین نہیں ہوتی، اب میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر یہی عبارت ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا اللہ کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہے، اہل حدیث پہ چسپاں کرتے ہوئے یوں کہوں، ہر اہل حدیث چھوٹا ہو یا بڑا اللہ تعالیٰ کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہے تو ان کو کیسا لگے گا؟ ان کی توہین ہوگی یا نہیں؟ ضرور ہوگی، توہین بھی ہوگی اور تکلیف بھی ہوگی، تو اللہ تعالیٰ کے جو برگزیدہ بندے ہیں انبیاء کرام، اولیاء عظام ان کی توہین کیوں نہ ہوگی؟ ضرور ہوگی، مگر وہابیوں کے نزدیک یہ عبارتیں صحیح و درست ہیں، ایمان کا حصہ ہیں، بھر انکے مذہب میں نبی کی تعظیم عام انسانوں سے بھی کم کرنی چاہئے، اگر واقعۃً اہل حدیث ہو اور حق کے دعویدار ہو، حق سننے اور قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہو تو بخاری کی یہ حدیث سنو! بخاری شریف جلد اول کتاب

(۱) تقویۃ الایمان ص ۱۲ مصنفہ اسماعیل دہلوی (۲) تقویۃ الایمان ص ۲۵

الشروط صلح حدیبیہ کے بیان میں یہ حدیث تفصیل سے مذکور ہے، عروہ ابن مسعود ثقفی جو اس وقت مسلمان نہ ہوئے تھے، قریش مکہ کا نمائندہ بن کر رسول اللہ ﷺ سے صلح کرنے وادیٔ حدیبیہ میں آئے اور قدم قدم پر صحابہ کی جانثاری اور جذبۂ وارفتگی کو دیکھنے کے بعد جب صناوید قریش کے پاس واپس گئے تو جن الفاظ میں انہوں نے اپنے تأثرات بیان کئے ہیں وہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ انہیں کے تأثرات میں سے حدیث کا یہ جملہ بھی ہے "وَاللّٰهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوْكِ وَوَفَدْتُ عَلٰى قَيْصَرَ وَكِسْرٰى وَالنَّجَاشِيِّ وَاللّٰهِ إِنْ رَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهُ أَصْحَابُهُ مَا يُعَظِّمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا" (۱) عروہ نے کہا اے میری قوم! قسم خدا کی میں دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کی بارگاہوں میں گیا ہوں، قیصر و کسریٰ اور نجاشی جیسے سطوت و جبروت والے سلاطین کی پیش گاہوں میں گیا ہوں، مگر قسم خدا کی کسی بادشاہ کی کبھی بھی ایسی تعظیم کرتے نہ دیکھا جیسی تعظیم محمد کے اصحاب، محمد کی کرتے ہیں۔ بولئے صاحب! حضور کے صحابہ عام انسانوں سے کم تعظیم کرتے تھے یا عام انسانوں کے برابر تعظیم کرتے تھے، یا سب سے بڑھکر تعظیم کرتے تھے؟ صحابہ جیسی تعظیم سرور کائنات کی کرتے تھے ویسی تعظیم کسی کی بھی نہیں کرتے تھے، بلکہ دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کی بھی ویسی تعظیم کسی نے نہ کی ہوگی جیسی تعظیم نبی کے اصحاب، نبی کی کرتے تھے، تو صحابہ کی تعظیم بے مثال ہوئی یا نہیں؟ یہ کہتے ہیں نہیں یہ شرک ہے، ان کو ہر چیز میں شرک نظر آتا ہے، ان کو صرف ایک حدیث ضعیف یاد ہے "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ" بس اور یہ حدیث یاد نہیں ہے "مَنْ سَنَّ فِي

(۱) بخاری شریف ج ۱ ص ۳۷۹ باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب

الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقَصَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ" (۱) جو آدمی اسلام کے اندر کسی اچھے طریقے کو ایجاد کرے اس کو اجر ملے گا اور جو اس پر عمل کرے گا اس کا بھی ثواب اس کو ملیگا اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ ایجاد کرنے کا مطلب ہوا پہلے نہیں تھا تب ہی ایجاد کرے گا، یہ گھڑی اگر پہلے سے بنی ہوئی ہوتی اور اب کوئی کمپنی اسے بنائے تو ایجاد نہیں کہیں گے، جس نے سب سے پہلے یہ گھڑی بنائی وہ اس کا موجد قرار پائیگا اور بعد کے سب ناقل قرار پائیں گے سمجھ گئے آپ!

تو حضور فرمار ہے ہیں کہ جس نے اسلام کے اندر کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا، تو اس ایجاد کرنے والے کو ایجاد کا ثواب ملے گا، اور جتنے لوگ قیامت تک اس پر عمل کریں گے اس کا بھی ثواب اس ایجاد کرنے والے کو ملے گا اور کسی کے ثواب میں کچھ کٹوتی نہیں ہوگی، بولئے صاحب! کچھ بات سمجھ میں آئی کہ نہیں؟ اس سے معلوم یہ ہوا کہ ہر بدعت، بدعت سیئہ نہیں ہے بلکہ کچھ بدعتیں حسنہ بھی ہیں، ان کے ایجاد کرنے پر ثواب ملے گا، نہ صرف ایجاد کا ثواب، بلکہ اس پر جتنے لوگ عمل کریں گے ان کے عمل کے برابر ثواب ملے گا۔ اب آیئے اور ان لوگوں سے پوچھئے کہ حضور کے زمانے میں بخاری شریف لکھی گئی تھی؟ مدھوپور کے شرائط مناظرہ میں مولوی اصغر علی غیر مقلد پہنچے تھے کہنے لگے ہاں لکھی گئی تھی۔ میں نے کہا ثبوت لاؤ کہا صحیفۂ ہمام تو لکھا گیا تھا۔ میں نے کہا جھوٹ۔ ہمام ابن مرلح تابعی ہیں اور تابعی حضور کے زمانے میں کیسے لکھے گا؟ کہنے لگے ابو ہریرہ نے تو لکھا تھا، میں نے

(۱) ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۷، مشکوۃ ص ۳۳

کہا یہ روایت کہاں ہے؟ کہا بخاری میں ہے، میں نے کہا جھوٹ، بخاری میں ذکر ہے ابوہریرہ کہتے ہیں "اِلَّا مَا کَانَ مِنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عُمَرَ فَاِنَّہٗ کَانَ یَکْتُبُ فَلَا اَکْتُبُ" عبداللہ ابن عمر حدیثیں لکھا کرتے تھے اور میں حدیثیں نہیں لکھتا تھا تم کہتے ہو ابوہریرہ لکھتے تھے اور ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں نہیں لکھتا تھا۔ میں نے کہا اسی جھوٹ کے بل بوتے پر اہل حدیث بنے ہو تاکہ گڑھ گڑھ کے حدیثیں سناؤ۔ میں نے کہا سن لو! بخاری بھی حضور کے زمانے میں نہیں تھی، مسلم بھی نہیں تھی، ابوداؤد بھی نہیں تھی، نسائی بھی نہیں تھی، ابن ماجہ بھی نہیں تھی، مؤطا امام مالک بھی نہیں تھی، مسند امام احمد بن حنبل بھی نہیں تھی، مصنف عبدالرزاق بھی نہیں تھی، مصنف ابن ابی شیبہ بھی نہیں تھی، سنن بیہقی بھی نہیں تھی، دارقطنی بھی نہیں تھی، پھر یہ کتابیں اپنے مدرسوں میں تم کیوں پڑھاتے ہو؟ ان بدعتوں کو باہر کرو اور کیا حضور کے زمانے میں کوئی الجامعۃ السلفیہ تھا؟ اس پر برجیاں تھیں؟ اس کا جاپانی گیٹ تھا؟ نہیں، پھر بند کرو ان مدرسوں کو۔ آخر یہ سارے کام تم نیکی سمجھ کر کر رہے ہو یا بدعت سمجھ کر؟ اگر بدعت سمجھ کر کر رہے ہو تو ان مدرسوں کو توڑ دو، اور نیکی سمجھ کر کر رہے ہو تو ہمیں چھوڑ دو، ہم پر بدعت کا فتوی کیوں لگاتے ہو؟ اور یہ بھی سن لو کہ ہم پہلے چھیڑتے نہیں اور کوئی چھیڑ دے تو اسے چھوڑتے نہیں، کیوں کہ ہم رسول پاک کی اس حدیث پر عمل کرتے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَاِذَا لَقِیْتُمُوْھُمْ فَاصْبِرُوْا" (۱) دشمنوں سے مقابلہ کی آرزو مت کرو، مگر مقابلہ چھڑ جائے تو چھوڑا مت کرو، یعنی چھیڑو نہیں اور چھڑ جائے تو چھوڑو نہیں، ہم نے چھیڑا نہیں ہے تم نے چھیڑا ہے کیوں کہ بچھو

(۱) بخاری ج ۱ ص ۳۲۵ و ابوداؤد ج ۱ ص ۳۵۳ کتاب العلم

کی عادت ہے ڈنک مارنے کی، وہ کبھی اپنی عادت سے باز نہیں آ سکتا، اس لئے ضرورت ہے کہ اس کی دُم کاٹ دی جائے۔

محترم حضرات ان لوگوں نے یہ بدعتیں کیں، مگر ہم نے مزارات پر قبہ بنوایا تو بدعت، میلاد شریف میں کھڑے ہو کر سلام پڑھ دیا تو بدعت، اور جلسہ کر کے رسول پاک کے معجزات اور ان کی پیدائش کے واقعات پڑھ دیئے تو بدعت۔ حدیث کی کتابوں میں ولادت سے متعلق حدیثوں کو لکھا جائے تو سنت اور ہم انہیں حدیثوں کو محفل میلاد میں پڑھ دیں تو بدعت، جبکہ رسول پاک نے خود اپنی ولادت کا ذکر فرمایا۔ مشکوۃ شریف میں ہے سرور کائنات فرماتے ہیں "وَرُؤْیَا اُمِّیَ الَّتِیْ رَأَتْ حِیْنَ وَضَعَتْنِیْ وَقَدْ خَرَجَ لَھَا نُوْرٌ اَضَاءَ لَھَا مِنْہُ قُصُوْرُ الشَّامِ" (۱) میں اپنی ماں کا وہ خواب ہوں جو اس نے مجھے جنتے وقت دیکھا کہ اسکے لئے ایک ایسی روشنی ظاہر ہوئی جس سے شام کے شاہی محلات نظر آنے لگے، اور متعدد روایتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خواب میں نہیں بلکہ بیداری میں انہوں نے یہ روشنی دیکھی لہٰذا اس حدیث میں رویت سے مراد رویت بالعین ہے تاکہ دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو سکے۔ بولئے صاحب! حضور فرماتے ہیں، جب میں پیدا ہوا تو ایک روشنی چمکی اس چمک میں میری ماں نے شام تک دیکھا یہ میلاد شریف کا بیان ہوا کہ نہیں؟ کہنے لگے یہ تو ایک منٹ کا میلاد ہوا، میں نے کہا سنو! ایک گھنٹے کا ہو کہ ایک منٹ کا، میلاد کا ثبوت ہو گیا، اگر شراب ایک مٹکا حرام ہے تو ایک گھونٹ بھی حرام ہے، اور اگر دودھ ایک گھونٹ حلال ہے تو ایک مٹکا بھی حلال ہے۔ جو چیز حرام ہوگی قلیل وکثیر دونوں حرام ہوگی، اور جو حلال ہوگی قلیل اور کثیر دونوں

(۱) مشکوۃ ص ۵۱۳ باب فضائل سید المرسلین

حلال ہوگی۔تو نبیٔ پاک کا عشق پیدا کرنے کیلئے، ان کی عظمت بڑھانے کے لئے، اگر نبی کا ذکر جمیل کیا جائے، ان کے معجزات بیان کئے جائیں تو یہ بدعت نہیں بلکہ "مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً حَسَنَۃً" کے مطابق بدعت حسنہ ہے، یہ اچھے طریقے کی ایجاد ہے، میں پوچھتا ہوں کہ یہ لوگ اپنے بچوں کو یَسَّرْنَا الْقُرْآن، قاعدہ بغدادی، پڑھاتے ہیں کہ نہیں؟ کیا رسول پاک ﷺ نے کسی صحابی کو یَسَّرْنَا الْقُرْآن پڑھوایا تھا؟ نہیں، تو یہ بدعت کیوں کرتے ہو؟ حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا "اِبْنُوْا الْمَسَاجِدَ وَاتَّخِذُوْھَا جُمًّا" (۱) مسجدیں سنڈی بناؤ ان پر نہ مینارہ ہو، نہ گنبد ہو، نہ برجیاں ہوں، مگر آج کے دور میں دیکھ لیجئے ہماری مسجدوں سے چار گنا اونچا ان کی مسجدوں کے مینارے ہوتے ہیں۔ بولے صاحب! آپ نے حدیث کی مخالفت کیوں کی؟ تو کہتے ہیں کہ بھائی اس زمانے میں ضرورت ہے، میں کہتا ہوں کہ جب تم ضرورت کے وقت حدیث کو چھوڑ کر بدعت کی طرف چلے گئے تو کوئی بات نہیں، اور ہم اگر ضرورت کے وقت قیاس کرتے ہیں تو حرام وگناہ کا فتویٰ دیتے ہو، یہ دوہرا معیار کیوں؟ وہ اور زمانہ تھا کہ لوگ کچی مسجدوں میں نماز پڑھتے تھے، مٹی پر سجدہ کرتے تھے، اور اسی میں کیف پاتے تھے، مگر آج ایسی مسجدیں بن جائیں تو جو دس پانچ نمازی ہیں وہ بھی چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، اس لئے اب سنگ مرمر کا فرش بنے گا، صاف ستھری مسجدیں بنیں گی۔ پھر مسافروں کیلئے مسجدوں کی علامت یہ مینارے بنیں گے ورنہ وہابی تمہارے گھروں میں گھس جائے گا اور کہے گا کہ ہم مسجد سمجھ کر آگئے تھے اس لئے اب ضرورت

(۱) رواہ البیہقی فی السنن عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ بحوالہ فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۳۹۵

اس بات کی ہے کہ مسجدوں میں مینارے بنائے جائیں، پہلے دلوں میں نور تھا، راستہ چلتے ہوئے مسجد کی خوشبو ملتی تھی، اور آج دلوں پر کثافت ہے اور وہابی تو اور زیادہ تاریک دل ہے، اس کے پاس نہ تو نور ایمان ہے نہ نور علم نہ نور محبت، کچھ بھی نہیں، اسی لئے وہ کہتا ہے کہ اسلام کا جو پیغام محمد رسول اللہ لیکر آئے تھے وہی پیغام "شری کرشن" لے کر آئے تھے۔ اور یہ بھی کہتا ہے کہ جو کچھ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا وہی شری کرشن بھی لیکر آئے، اسلام کوئی نیا دھرم نہیں ہے بلکہ جو شری کرشن لے آئے وہی اسلام ہے یہ کہتے ہیں کہ ہندو دھرم میں ہے کہ جب مورتی کے سامنے جاؤ تو اِدھر اُدھر نہ دیکھو اور قرآن میں بھی ہے کہ جب نماز پڑھو تو اِدھر اُدھر نہ دیکھو، ان کے نزدیک نماز میں اللہ کے حضور حاضر ہونا اور مورتی کے سامنے جانا دونوں برابر، کیا یہی قرآن کا پیغام ہے؟ بولو قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ اِدھر اُدھر نہ دیکھو اور اگر کہیں لکھا ہے تو دکھاؤ، کوئی غیر مقلد اپنے اندر ہمت رکھتا ہے تو قرآن کی ایک آیت پڑھکر سنادے، آیت کا ایک ٹکڑا ہی پڑھ کر سنادے کہ اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ نماز پڑھو تو اِدھر اُدھر نہ دیکھو، ہاں حدیث میں ہے، مگر یہ نہیں کہ اِدھر اُدھر مت دیکھو بلکہ میرے آقا سے حضرت عائشہ نے اسکے بارے میں پوچھا جو شخص اِدھر اُدھر دیکھے، تو سرکار نے فرمایا: "ھُوَ اِخْتِلَاسٌ یَخْتَلِسُہُ الشَّیْطَانُ مِنْ صَلٰوۃِ الْعَبْدِ" (۱) وہ شیطان کا جھپٹا مارنا ہے، یعنی شیطان نے اس کو اس کی نماز ہی سے اچک لیا، یہ حضور کی حدیث ہے قرآن کی آیت نہیں ہے۔ جو آدمی حدیث اور قرآن میں فرق نہ کر سکے وہ اہل حدیث کیسے ہو سکتا ہے؟ بولئے صاحب! یہ جھوٹی باتیں قرآن کی طرف منسوب کر دیتے

(۱) ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب الالتفات فی الصلوٰۃ ص ۱۳۱/نسائی باب السھو/بخاری باب الاذان

ہیں یعنی جو چیز قرآن میں نہیں ہے اسکے بارے میں کہہ دیتے ہیں کہ وہ قرآن میں ہے، کیا اسلام میں مورتی کی پوجا کا حکم موجود ہے؟ تو پھر اس قول کا کیا معنی کہ جو "شری کرشن" نے کہا اسی کا حکم اللہ نے قرآن میں دیا؟ اس لئے ہم غیر مقلدوں کو بتانا چاہتے ہیں کہ انہوں نے اسلام کو سمجھا ہی نہیں، بلکہ یہ لوگ وہ اسلام مانتے ہیں جو "شری کرشن" لے کر آئے اس لئے جناب ان لوگوں کو شری کرشن کے راہ پر چلنا مبارک ہو اور ہمیں قرآن وحدیث صحابہ وتابعین اور ائمہ کرام کے طریقہ پر چلنا مبارک ہو۔

اگر ہندو دھرم اور اسلام ایک ہوتا تو آج بابری مسجد کا جھگڑا کھڑا نہ ہوتا، ہندو دھرم اور اسلام ایک ہوتا تو قرآن کی تعلیم اور "شری کرشن" کی تعلیم ایک ہوتی اور قرآن جلایا نہ جاتا۔ قرآن کے ساتھ یہ اہانت آمیز معاملہ نہ ہوتا، یہ کیوں ہوتا ہے؟ اسی لئے تو کہ اسلام ایک الگ مذہب ہے اور ہندو دھرم ایک الگ مذہب ہے، ہمیں ہندو دھرم پر ابھی فی الحال کوئی اعتراض نہیں کرنا ہے، ہمیں ابھی ان لوگوں کی خبر لینا ہے جو اسلام کے نام پر، قرآن کے نام پر، نماز روزے کے نام پر خم ٹھوک کر میدان میں آتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں، اگر ان کے اندر اہل حدیث ہونے کی ذرا بھی ہمت ہے تو قرآن وحدیث سے اس بات کو ثابت کردیں کہ مذہب اسلام شری کرشن کی تعلیم کے مطابق ہے، جو شری کرشن نے کہا قرآن میں اللہ تعالیٰ نے وہی کہا، اگر واقعۃً اہل حدیث ہیں تو ضعیف سے ضعیف حدیث ہی سے ثابت کرکے دکھادیں اور اگر ثابت نہیں کرسکتے تو اللہ ورسول سے جنگ کا چیلنج قبول کریں کیوں کہ تم نے اللہ کے دین کو شری کرشن کا دین قرار دے دیا اور اللہ کی کتاب کو کرشن کی تعلیم کے مطابق بتایا اور یہ صریح کفر ہے، ہم

کرشن کو اللہ کا نبی نہیں مانتے اور اللہ کا نبی جس کو مانتے ہیں ان کے نام یا تو قرآن میں مذکور ہیں یا حدیثوں میں مذکور ہیں اور جن انبیاء کے نام مذکور نہیں ہیں ہم ان کے بارے میں صرف یہ کہتے ہیں کہ تمام انبیاء پر ایمان لائے جن کو اللہ تعالیٰ نے نبوت ورسالت سے سرفراز فرمایا مگر اتنا یقین رکھتے ہیں کہ شری کرشن کو اللہ نے نبوت ورسالت نہیں دی کیوں کہ ان کی جتنی بھی تعلیم دنیا میں پھیلی ہوئی ہے کوئی تعلیم ہمیں قرآن واسلام کے مطابق نہیں ملتی جب ان کی تعلیم قرآن واسلام کے مطابق نہیں تو پھر کیسے ہم کہہ دیں کہ وہ اللہ کے نبی ہیں، نبی ہونا تو دور کی بات ہے انکا مسلمان ہونا ہی ثابت نہیں۔

اسطرح کے ہمارے اور بھی بہت سے سوالات ہیں جن کا جواب وہ نہیں دے سکتے، انہوں نے یہ بھی کہا کہ جنگ بدر میں رسول پاک ﷺ اتنا روئے کہ حضرت ابوبکر کہتے ہیں کہ جب سے آپ کو نبوت ملی کبھی اتنا نہ روئے، کیا قرآن وحدیث میں کہیں یہ دکھا سکتے ہیں کہ حضور کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی؟ میرے آقا سرور کائنات فرماتے ہیں "کُنْتُ نَبِیًّا وَّآدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ" (۱) میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے یعنی ابھی ان کے جسم میں روح نہ ڈالی گئی تھی، امام احمد قسطلانی مواہب اللدنیہ میں تمام سندوں کو جمع کرنے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث متواتر ہے اس کے انکار کی گنجائش نہیں اور یہ کہتے ہیں کہ نبوت ملنے سے لیکر جنگ بدر تک یعنی اس وقت سے لے کر جنگ بدر تک اتنا کبھی نہیں روئے تھے تو کیا حضور ﷺ جھوٹ بول رہے ہیں کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام کے جسم میں ابھی روح

(۱) مسند احمد بن حنبل ج ۳ حدیث ۱۳۷ / مواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۶۳ شرح الزرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۶۵

نہیں پھونکی گئی تھی، اور تم ہی سچے ہو؟

اب آیئے میں اپنی بات اور آگے بڑھاؤں، یہ لوگ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام جنگ بدر میں دعا کر رہے تھے کہ حضرت ابوبکر نے حضور کی پیٹھ پر ایک ہاتھ مارا معاذ اللہ ان کی عادت ہے کہ وہ الفاظ بولو جس میں نبی کی توہین نکلے جبکہ حدیث اس طرح ہے کہ حضرت ابوبکر نے جب رسول پاک سے یہ سنا "اَللّٰھُمَّ اِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ فَاَخَذَ ابوبکر بیدہٖ فَقَالَ حَسْبُکَ" (۱) اے اللہ اگر تیری مرضی یہی ہے کہ ہم شکست کھا جائیں تو پھر کبھی بھی تیری عبادت نہ ہو سکے گی تو ابوبکر نے حضور کے بازو پکڑ لئے اور کہا یارسول اللہ بس یہ دعا کافی ہے حضور کی دعا کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہتا ہے کہ ہم شکست کھا جائیں تو پھر ہرگز تیری عبادت نہ ہوگی کیوں کہ میں تیرا آخری نبی ہوں اگر میں اور میرے تمام صحابہ جنگی تعداد؟ اس وقت تین سو تیرہ ہے، اگر اس جنگ میں مار دیئے گئے تو پھر کیسے تیری عبادت ہوگی، کیوں کہ میرے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا، اس جملے کو سن کر حضرت ابوبکر کا ایمان بھڑک اٹھا، کہنے لگے کہ رسول پاک نے وہ دعا مانگ لی کہ اب اس دعا کے قبول ہونے میں کوئی شک ہی نہیں اب ایسی شاندار فتح ملے گی کہ قیامت تک اللہ کی عبادت ہوتی رہے گی، حسرت و یاس کے عالم میں میرے آقا اس انداز میں دعا مانگ رہے ہیں اور یہ لچکنا، یہ مچلنا، اللہ کے دربار میں یہ تڑپنا نبی کی شان ہے وہابی کو کیا معلوم کہ اللہ کے دربار میں کیسے مانگا جائے یہ نبی ہیں جو دربار الٰہی کے آداب کو پہچانتے ہیں اور خدا کے دربار میں انہیں مانگنے کا طریقہ معلوم ہے یہ بے ادب اور گستاخ وہابی کیا

(۱) بخاری ج ۲ ص ۵۶۳ کتاب المغازی

جانیں کہ اللہ کے دربار میں نبی کا کیا مرتبہ ہے، نبی کا وہ مقام ہے کہ اگر آنسو کا ایک قطرہ زمین پر گر جائے تو اللہ کی رحمت جوش میں آجائے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ اَنْ یُّمِدَّکُمْ رَبُّکُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُنْزَلِیْنَ o بَلٰۤی اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْکُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْکُمْ رَبُّکُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُسَوِّمِیْنَ" (۱) اے محبوب! جب تم مسلمانوں سے فرماتے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے تین ہزار فرشتہ اتار کر ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور کافر اسی دم تم پر آپڑیں تو تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا۔ اور یہی ہوا، مسلمانوں نے صبر سے کام لیا تو اللہ نے پانچ ہزار فرشتے بھیج کر جنگ بدر میں مسلمانوں کی مدد کی جبکہ رسول ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے صرف فرشتوں کے بھیجنے کی دعا کی تھی اگر یہی مان لیا جائے کہ میرے آقا نے ایک ہزار فرشتوں کے آنے کی دعا کی تھی تو پھر کیوں اللہ نے پانچ ہزار فرشتوں کو بھیجا؟ ایک ہزار آگئے ہوتے، پانچ ہزار فرشتے کیوں آئے؟ یہ نبی کے قطرۂ عشق کا امتحان ہے۔

پھر ان سے ایک بات ہم اور پوچھتے ہیں، جن لوگوں نے ہمارے اوپر اعتراض کیا کہ حدیث کے مقابلے میں آپ قیاس کرتے ہیں، ابوحنیفہ قیاس کرتے ہیں، میں کہتا ہوں رسول پاک کے زمانے میں بھی قیاس سے استدلال ہوا، جب حضور نے اجازت دی ہوگی تب ہی تو قیاس ہوا ہوگا حضرت علی قیاس کرتے تھے، حضرت معاذ ابن جبل قیاس کرتے تھے، حضرت عبداللہ ابن مسعود قیاس کرتے تھے، حضرت زید بن ثابت قیاس

(۱) پارہ چہار رکوع ۴

کرتے تھے،اور بھی بہت سے صحابہ قیاس کرتے تھے اور حضور کی موجودگی میں قیاس کرتے تھے،ثبوت کے لئے بخاری شریف جلد ثانی کتاب المغازی اٹھایئے رسول پاک ﷺ نے بنو قریظہ کے یہودیوں پر چڑھائی کرنے کیلئے صحابہ کو بھیجا اور فرمایا "لَایُصَلِّیَنَّ اَحَدُنِ الْعَصْرَاِلَّافِیْ بَنِیْ قُرَیْظَةَ" (۱) اے میرے صحابہ سن لو! تم میں سے کوئی بھی نماز عصر اس وقت تک نہ پڑھے جب تک بنو قریظہ میں نہ پہنچ جائے،فرمان عالی شان کا مطلب یہ تھا کہ سفر میں جلدی کی جائے تا کہ عصر تک بنو قریظہ میں پہنچ جائیں مگر اتفاق ایسا کہ راستے میں عصر کا وقت ہو گیا،صحابۂ کرام میں جو اجتہاد کے درجے پر فائز تھے ان میں اختلاف ہو گیا ایک گروپ نے کہا نماز کا وقت ہو گیا ہمیں یہیں نماز پڑھ لینا چاہئے،دوسرے گروپ نے کہا ہم نماز نہیں پڑھیں گے جب تک بنو قریظہ میں نہ پہنچ جائیں کیوں کہ حضور نے ہمیں منع کیا ہے۔ پہلے گروپ نے کہا ہم نماز پڑھیں گے،حضور کا مطلب یہ نہ تھا کہ راستے میں نماز قضا ہونے لگے تب بھی نہ پڑھنا۔ بلکہ مطلب جلد از جلد بنو قریظہ میں پہنچنا تھا بولئے صاحب! حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ راستے میں نماز نہ پڑھو، دوسرے گروپ نے اسکا یہ مطلب نکالا کہ جلدی پہنچو، مجتہدین میں دو گروپ تو ان کے ماننے والوں میں بھی دو گروپ ہو گیا اب آدھے لوگوں نے نماز پڑھی،اور آدھے لوگوں نے نماز نہیں پڑھی،ان مجتہدین کے ماننے والوں نے نماز پڑھ لی اور اُن مجتہدین کے ماننے والوں نے نماز نہیں پڑھی، اور سیدھے بنو قریظہ چلے گئے۔ بعد میں جب رسول پاک بنو قریظہ کے محلے میں تشریف لائے، تو اس واقعے کا حضور سے ذکر ہوا کہ اس طرح سے ہمارے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا تو ہم

(۱) بخاری ج۲ ص۵۹۱ کتاب المغازی باب مرجع النبی ﷺ من الاحزاب ومخرجہ الی بنی قریظہ ومحاصرتہ ایاھم۔

لوگوں میں سے آدھے لوگوں نے نماز پڑھی اور دوسرے آدھے لوگوں نے نہیں پڑھی،تو اب بخاری کے الفاظ سنو "فَلَمْ یُعَنِّفْ وَاحِدًامِنْهُمْ" (۱) تو حضور نے کسی کو برا نہ کہا،اس حدیث کا صاف مطلب ہے کہ اجتہاد کرنے والا قرآن وحدیث کا جو معنی متعین کرے اس پر عمل کرنا اس کے لئے واجب ہے،اگر چھوڑے گا تو اس کی سرزنش کی جائے گی اور جب اپنے اجتہاد پر عمل کر رہا ہے تو ٹھیک عمل کر رہا ہے ابھی اس طرح کی اور بھی بہت سی حدیثوں کا خزانہ میرے پاس موجود ہے مثلا مبتوتہ والی حدیث لیجئے،حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس مبتوتہ کا مقدمہ آیا کہ جس عورت کو طلاق بتہ یعنی طلاق بائن دے دی گئی،اس کے لئے زمانۂ عدت کا خرچہ اور سکنیٰ یعنی رہنے کا گھر شوہر کے ذمے ہے کہ نہیں،جب حضرت عمر کے سامنے یہ مقدمہ آیا تو حضرت عمر نے صحابہ کے سامنے یہ مسئلہ رکھا،بعض صحابہ نے کہا کہ نہیں ہے، حضرت عمر نے کہا کہاں سے کہتے ہو؟ کہنے لگے ام قیس نے ہم کو حدیث سنائی،کہا بلاؤ ام قیس کو، وہ آئیں انہوں نے حدیث سنائی کہ میرے شوہر نے مجھے طلاق بتہ یعنی بائن طلاق دی تو حضور نے مجھے نفقہ اور سکنیٰ نہیں دلایا، حضرت عمر نے تمام صحابہ کی موجودگی میں فرمایا" لَاتَدَعُ كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِیِّنَا ﷺ بِقَوْلِ اِمْرَاَةٍلَاتَدْرِیْ اَحَفِظَتْ اَمْ نَسِیَتْ" (۲) ہم اللہ تعالی کی کتاب اور رسول اللہ کی سنت کو ایک عورت کے کہنے پر نہیں چھوڑ سکتے پتہ نہیں اس عورت کو ٹھیک سے یاد بھی ہے یا بھول گئی،اور اسی مجلس میں تمام صحابہ کی موجودگی میں مبتوتہ کیلئے نفقہ و سکنیٰ کا فیصلہ صادر فرمایا۔ مگر غیر مقلدین کہتے ہیں،تمام صحابہ غلطی پر تھے ہم ام قیس کی حدیث پر فتوی دیں گے،بائن

(۱) بخاری ج۲ کتاب المغازی ص۵۹۱ (۲) ترمذی ج۱ ص۱۴۱،ابواب الطلاق،بخاری ج۲ ص۸۰۲،مسلم ج۱ ص۴۸۵

طلاق کی عدت گزارنے والی عورت کو نہ نفقہ ملے گا نہ سکنیٰ بولو صاحب!
سارے صحابہ اگر گمراہ تھے تو ان گمراہوں کی حدیثوں کو کیوں روایت کرتے
ہو؟ کہاں سے حدیثیں لاؤ گے؟ انہیں صحابہ کے واسطے سے تو ساری حدیثیں
ملی ہیں جن کی غلطی تم مانتے ہو پھر اس کے بعد غیر مقلدین سے میرا ایک
سوال یہ بھی ہے کہ تم تقلید کو شرک اور تقلید کرنے والوں کو مشرک کہتے ہو، اس
مقام پر میں دو سوال کرتا ہوں غیر مقلدین قرآن و حدیث کی روشنی میں یا اپنے
عالموں کی کتابیں دیکھ کر بتادیں کہ شرک کی تعریف کیا ہے؟ اور مشرک کسے
کہتے ہیں؟ صرف شرک مشرک کا راگ الاپنے سے کچھ نہیں ہوتا، پہلے یہ
بتاؤ کہ شرک کی تعریف کیا ہے؟ اور مشرک کسے کہتے ہیں؟ قرآن و حدیث یا
اپنے مولویوں کی کتابوں سے صرف یہی دو باتیں بتادو، ابھی فیصلہ ہوجائے گا
کہ تقلید شرک ہے یا نہیں اور تقلید کرنے والے مشرک ہیں یا نہیں؟ سوسال
سے مطالبہ ہورہا ہے مگر اب تک انہوں نے شرک کی صحیح تعریف نہیں کی،
صرف اس لئے تاکہ مغالطہ دے کر تقلید کو شرک بتایا جاسکے۔ غیر مقلدین نے
آج تک تقلید کے شرک ہونے پر نہ کوئی آیت پیش کی نہ کوئی حدیث جبکہ
ایسی بہت سی حدیثیں ہیں جن سے تقلید کا ثبوت ہوتا ہے لیجئے سردست صرف
ایک حدیث پیش کرتا ہوں اگر ہمت ہے تو غیر مقلدین اس حدیث کو ضعیف
ثابت کردیں، رسول پاک ﷺ ارشاد فرماتے ہیں "رَضِیْتُ لِاُمَّتِیْ مَارَضِیَ
بِہٖ عَبْدُاللّٰہِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ" میں اپنی امت کے لئے ان کاموں سے راضی
ہوں جن کاموں سے عبداللہ ابن مسعود راضی ہیں، یعنی عبداللہ ابن مسعود جس
کام کو پسند کریں میں بھی اپنی امت کے لئے وہ کام پسند کرتا ہوں، بولو اس
حدیث میں عبداللہ ابن مسعود کی تقلید کا حکم ہے یا نہیں؟ اس حدیث میں

صاف لفظوں میں حکم دیا جارہا ہے کہ عبداللہ ابن مسعود کی تقلید کرو کیوں کہ
عبداللہ ابن مسعود جو کام پسند کرلیں میں بھی اپنی امت کیلئے وہ کام پسند کرتا
ہوں، گویا حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر میری امت میری پسند پر چلنا چاہتی
ہے تو عبداللہ ابن مسعود کی تقلید کرے سمجھ گئے آپ؟ اور عبداللہ ابن مسعود
کون ہیں یہ بھی سن لیجئے امام ابوحنیفہ کے پاس فقاہت حماد ابن سلیمان سے
آئی، ان کے پاس حضرت امام ابراہیم نخعی سے آئی، ان کے پاس علقمہ ابن
قیس اور حضرت اسود ابن یزید سے آئی، اور ان کے پاس حضرت عبداللہ ابن
مسعود سے آئی، تو گویا امام اعظم ابوحنیفہ کے پاس فقہ کا سرمایہ حضرت عبداللہ
ابن مسعود کے پاس سے آیا ہے، اور ابوحنیفہ فقہ میں عبداللہ ابن مسعود کے
فرزند اور پر پوتے ہیں، اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے فقہ کا زیادہ
تر ماخذ عبداللہ ابن مسعود کی حدیثیں ہیں، مثلاً ہم حنفی عبداللہ ابن مسعود کی
التحیات پڑھتے ہیں، اور غیر مقلدین بھی وہی پڑھتے ہیں، امام بخاری نے
بہت سی حدیثیں جمع کیں مگر التحیات عبداللہ ابن مسعود ہی کی لکھی، بولئے
صاحب! یہ غیر مقلد لوگ حضرت عبداللہ ابن مسعود کی تحیات پڑھکر انکے
مطابق عمل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم حدیث پر عمل کرتے ہیں، ارے!
حدیثیں تو اور بھی ہیں، اسی حدیث پر تم نے کیوں عمل کیا باقی حدیثوں پر کیوں
نہیں، جب اہل حدیث ہو تو تمام حدیثوں پر عمل کرو، مگر تم کیا حدیث پر عمل
کرسکو گے جب خاص عام، مطلق مقید، ناسخ و منسوخ ہی نہیں سمجھ پاتے، کہتے
ہیں ہم حدیث کے مطابق رفع یدین کرتے ہیں تو میں نے کہا کیا ہم وید کے
مطابق رفع یدین کرتے ہیں؟ یا گیتا اور رامائن کے مطابق رفع یدین کرتے
ہیں؟ ہم بھی تو حدیث ہی کے مطابق رفع یدین کرتے ہیں اور ہماری مُسْتَدَلْ

حدیث تمہاری حدیث سے بہت قوی ہے، یہ حدیث ترمذی میں ایک ایسی سند سے مروی ہے جو امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور امام ابوداؤد نے بھی اپنی سنن میں یہ حدیث تخریج کی لکھتے ہیں "عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ: قَالَ عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَلَا اُصَلِّیْ بِكُمْ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ اِلَّا فِىْ اَوَّلِ مَرَّةٍ" (۱) حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ کیا میں تمہیں رسول اللہ کی نماز پڑھ کر نہ دکھادوں تو انہوں نے نماز پڑھی اور صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھایا، اور حضرت براء ابن عازب سے بھی یہ حدیث مروی ہے جسکے اخیر میں ہے ثُمَّ لَا يَعُوْدُ (۲) یعنی حضور علیہ السلام صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھاتے پھر اس کے بعد کسی تکبیر پر ہاتھ نہیں اٹھاتے بولئے صاحب یہ حدیث ہوئی کہ نہیں؟ حضور کا عمل ہوا کہ نہیں؟ عبداللہ ابن عمر، ابوحمید ساعدی اور مالک ابن حویرث کی حدیثوں میں رفع یدین ہے اور عبداللہ ابن مسعود، براء ابن عازب، کی حدیثوں میں رفع یدین نہیں ہے کس پر عمل کروگے؟ جب تم اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہو تو تمہیں اس بات کا کوئی حق نہیں کہ کوئی حدیث چھوڑو، کیوں کہ تم اہل حدیث ہو، فقیہ کو حق ہے کہ ایک کو ناسخ ایک کو منسوخ قرار دے۔ تم تو اہل حدیث ہو، ساری حدیثوں پر عمل کرو، تارک حدیث ہوتے تو ایک حدیث کو چھوڑتے، تم اہل حدیث ہو، دونوں حدیثوں پر عمل کرو، کبھی رفع یدین کرو اور کبھی مت کرو، مگر ہم احناف کو اس تکلیف کی ضرورت نہیں کیوں کہ ہم کو معلوم ہے کہ رفع یدین والی حدیث منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل حرام ہے۔ اس لئے عبداللہ ابن مسعود رسول پاک کی صف اول میں کھڑے ہوتے، اور یہ لوگ بعد کی

(۱) ترمذی ج۱ص۳۵ باب رفع الیدین عند الرکوع ابوداؤد ج۱ص۱۰۹ (۲) ابوداؤد ج۱ص۱۰۹ من لم یذکر الرفع عند الرکوع

صفوں میں کھڑے ہوتے، تو صف اول والا رسول کی نماز کو زیادہ جانے گا نہ کہ پیچھے والا، پھر میرے آقا کی وہ حدیث ابھی گزری کہ ابن مسعود میری امت کے لئے جو پسند کریں میں بھی وہی اپنی امت کے لئے پسند کرتا ہوں، جب ابن مسعود نے ترک رفع یدین کو پسند کیا، تو تم بھی اسی کو پسند کرو کہ یہی رسول پاک کی پسند ہوئی۔ پھر تیسری دلیل مسلم شریف کی یہ حدیث ہے "عَنْ جَابِرِ ابْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ مَالِىْ اَرَاكُمْ رَافِعِىْ اَيْدِيْكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ اُسْكُنُوْا فِى الصَّلٰوةِ" (۱) حضرت جابر ابن سمرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں ہاتھ اٹھائے ہوئے دیکھتا ہوں، جیسے سرکش گھوڑے دم اٹھائے رہتے ہیں، نماز سکون سے پڑھو۔ اب بتایئے نماز میں سکون رفع یدین کرنے میں ہے یا رفع یدین نہ کرنے میں؟ ظاہر ہے رفع یدین نہ کرنے میں سکون ہے جب حدیثیں متعارض ہیں تو اب سکون والی حدیث پر عمل کیا جائے گا اور سکون رفع یدین نہ کرنے میں ہے۔ حدیث سمجھنے کا ڈھنڈورا پیٹنے سے آدمی اہل حدیث نہیں ہو جاتا، بلکہ حدیث سمجھنے کی اہلیت ہونی چاہئے اور یہ بارگاہ رسالت سے ملا کرتی ہے، جب تک دلوں میں عشق رسول نہ ہوگا تب تک یہ دولت نہ ملے گی۔ "وَمَنْ يَّتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ" (۲) جو آدمی مسلمانوں کے راستے کے علاوہ دوسرے راستے پر چلے گا ہم اس کا کرتوت اس کے اوپر لاد دیں گے اور ہم اسے جہنم میں ڈھکیل دیں گے۔ بولو تقلید کرنا مسلمان کا راستہ ہے یا کافروں کا؟ عام مسلمانوں کا راستہ ہے، اب جو اس راستے پر نہ چلے وہ جہنمی

(۱) مسلم ج۱ص۱۸۱ باب الامر بالسکون فی الصلوۃ (۲) پارہ۵ رکوع ۱۴

ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کا کام اس کے اوپر لاد کر اس کو جہنم میں پہنچا دیں گے اس لئے اب سارے غیر مقلدین اپنی غیر مقلدیت سے توبہ کر کے اماموں کی تقلید کا پٹہ اپنے گلے میں ڈال لیں، یا جہنم میں جانے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اچھا ایک بات بتاؤ! چاروں ہی امام قرآن اور حدیث سے مسئلے نکالتے تھے، اس کا انکار غیر مقلد بھی نہیں کر سکتے۔ ان چاروں اماموں میں اختلاف بھی ہے، صحابہ بھی قرآن وحدیث پر عمل کرتے تھے اور ان کے درمیان بھی بہت سے مسائل میں اختلاف پایا جاتا تھا، بعض صحابہ رفع یدین کرتے تھے، بعض صحابہ نہیں کرتے تھے، بعض صحابہ زور سے آمین کہتے اور اکثر صحابہ آہستہ آمین کہتے تھے، بعض صحابہ امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے یعنی سورہ فاتحہ پڑھ لیتے تھے اور اکثر صحابہ نہیں پڑھتے تھے، بولئے! صحابہ میں اختلاف ہوا کہ نہیں؟ صحابہ قرآن وحدیث پر عمل کرتے تھے اور ان کے درمیان اختلاف تھا۔ ایسے ہی چاروں امام قرآن اور حدیث سے مسئلے نکالتے تھے اور سب حق پر ہیں اگر چہ ان کے درمیان اختلاف ہو جاتا تھا، تو اگر اختلاف سے اجتہاد باطل ہو جاتا تو صحابہ کے اجتہادی مسائل بھی باطل ہو جاتے، مگر غیر مقلدین بھی ان کو صحیح مانتے ہیں، سارے صحابہ کو حق پر مانتے ہیں، اسی طرح ہم بھی سارے اماموں کو حق پر مانتے ہیں اگر چہ ان کے درمیان اختلاف تھا، یہ اختلاف احادیث تک محدود نہیں بلکہ قرآن کا مفہوم ومعنی متعین کرنے میں بھی ہو جایا کرتا تھا۔ میں قرآن کی چند آیتیں پیش کرتا ہوں قرآن مجید میں فرمایا گیا کہ وہ عورتیں جن کے شوہر وفات پا گئے ان عورتوں کیلئے سال بھر تک نان ونفقہ ہے "وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ" (۱)

(۱) پارہ۲، رکوع ۱۵

اور جو تم میں مریں اور بیبیاں چھوڑ جائیں وہ اپنی عورتوں کے لئے وصیت کر جائیں سال بھر تک نان ونفقہ دینے کی بے نکالے۔ یعنی ان کی عدت سال بھر ہوگی۔ اور دوسری آیت میں فرمایا گیا "وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا" (۱) اور تم میں جو مریں اور بیبیاں چھوڑ جائیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔ یعنی ان کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ دونوں آیتوں میں کچھ فرق ہے کہ نہیں؟ چار مہینہ دس دن اور سال میں کتنا فرق ہے؟ تیسری آیت میں فرمایا گیا "وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ" (۲) حمل والیوں کی عدت وضع حمل ہے حمل کی پیدائش، ہو سکتا ہے کہ میاں کا جنازہ کھاٹ پر رکھتے ہی ہو جائے تو عدت اسی وقت پوری ہو گئی، پہلی والی آیت کے اعتبار سے عدت پوری نہیں ہوئی دوسری والی آیت کے اعتبار سے عدت پوری نہیں ہوئی۔ اور اس آیت سے عدت پوری ہو گئی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حمل چھ مہینہ آٹھ مہینہ یا اور بھی زیادہ دنوں تک پیٹ میں رہ جائے تو اب بولئے کس آیت پر عمل ہوگا؟ کوئی غیر مقلد ہو تو عمل کر کے بتا دے؟ اس مسئلہ میں بھی صحابہ کا اختلاف تھا، تابعین کا اختلاف تھا، مگر مجتہدین اس قسم کے پیچیدہ مسائل کا حل بڑی آسانی سے فرما دیتے ہیں ناسخ ومنسوخ کا تعین کر کے ساری پیچیدگی دور فرما دیتے ہیں۔ اس لئے عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ "وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ" والی آیت سورۂ نساء کبریٰ کے بہت بعد اتری۔ یعنی جس میں چار مہینے دس دن کی عدت ہے اس کے بعد یہ اتری جس میں الگ سے حمل والیوں کی عدت کا بیان ہے اس

(۱) پارہ۲، رکوع ۱۳ (۲) پارہ۲۸، رکوع ۱۷

لئے امام ابوحنیفہ اسی پر فتوی دیتے ہیں، سمجھ گئے آپ! اب تک کی گفتگو سے آپ کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین میں اختلاف ہوا اور مستقبل میں بھی اہل علم اور اہل افتاء میں اختلاف ہوگا۔ مگر غیر مقلد کو دیکھ لیجئے ہندوستان سے لیکر جاپان تک پاکستان سے لیکر امریکہ تک آسٹریلیا سے لیکر ساؤتھ افریقہ تک کہیں بھی غیر مقلدوں کے مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ لوگ قرآن وحدیث سے مسئلہ نہیں نکالتے، یہ اپنے پرکھوں کے مقلد ہیں، جو ان کے پرکھوں نے کہہ دیا بس اسی کے پیچھے چل رہے ہیں، اسی لئے ان کے مسائل میں اختلاف نہیں ہوتا۔ اب چلئے انہوں نے کئی آیتیں پڑھ ڈالیں اس بات کے لئے کہ ہر آدمی کو مرنا ہے اور ہر ذی روح کو مرنا ہے، نبی بھی مرنے والے ہیں، اور عام لوگ بھی مرنے والے ہیں، اور جب موت آجائے گی تو یہ ہوگا وہ ہوگا "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ" (۱) اس قسم کی ایک درجن آیتیں پڑھ ڈالیں جس سے رسول اللہ کی موت ثابت ہوتی ہے سبحان اللہ! کسی نے رسول اللہ کی وفات سے انکار کیا؟ کسی نے کہا کہ حضور کی وفات نہیں ہوئی ہے؟ اس میں کسی کو شبہ ہے ہی نہیں، اختلاف اس میں ہے کہ رسول پاک قبر شریف میں جانے کے بعد مردہ ہیں یا زندہ، یہ ہے اصل اختلاف، اہل حدیث کہتے ہیں کہ نبی قبر میں مردہ ہیں جبکہ صحیح حدیث میں میرے آقا نے فرمایا "اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُّرْزَقُ" (۲) اس حدیث میں تین باتیں ہیں اور اس تین کی تشریح کرو تو تیرہ باتیں اور نکلیں گی، تین باتیں یہ ہیں

(۱) پارہ ۴ رکوع ۶ سورۂ آل عمران (۲) ابن ماجہ ج ۱ ص ۵۲۴ ، مشکوٰۃ ص ۱۲۱

اللہ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ نبی کے جسم کو کھائے یعنی جسم کو خراب کرے، اور بگاڑے اللہ نے زمین پر یہ حرام کردیا ہے تو پھر سارے نبیوں کے آقا، رسولوں کے رسول، خاتم الانبیاء کا کیا کہنا؟ ان کے جسم کو تو بدرجہ اولی نہیں کھا سکتی۔ اچھا آپ بتایئے! کیا زمین پر آپ لوگ سوتے ہیں تو زمین کچھ بگاڑ لیتی ہے؟ جسم سڑ جاتا ہے اور اس میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے؟ نہیں۔ مگر کسی کی لاش زمین کے اوپر ایک دو دن رکھ دو تو لاش تو لاش زمین بھی مہکنے لگے گی ایسا ہے کہ نہیں؟ اور انبیاء کی شان سبحان اللہ! میرے آقا سرور کائنات ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ نبی کے جسم کو کوئی تکلیف پہنچائے، مر گئے ہوتے تو زمین اپنا کچھ اثر دکھاتی، زندہ ہیں اس لئے زمین اپنا اثر نہیں ڈال پا رہی ہے رسول پاک فرماتے ہیں "فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ" اللہ تعالی کے نبی زندہ ہیں ہر نبی زندہ ہے غیر مقلد کہتے ہیں کہ کہاں زندہ ہیں؟ وہ تو مر کر مٹی میں مل گئے۔

اتنے ہی پہ بات ختم نہیں ہوئی کہ زندہ ہیں "يُرْزَقُ" روزی بھی پاتے ہیں بولئے صاحب! جب کوئی آدمی وفات پا جاتا ہے تو ڈاکٹر ایک انجکشن لگانے کے لئے تیار نہیں، بیوی ایک چمچہ پانی پلانے کو تیار نہیں، بچے کی ماں اس کے حلق میں ایک قطرہ دودھ ٹپکانے کو تیار نہیں کیوں؟ اس لئے کہ وہ مردہ ہے اور مردہ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے اور نبی کو قبر میں روزی دی جا رہی ہے جس کا صاف مطلب ہے کہ وہ زندہ ہیں ورنہ ان کو رزق نہ دیا جاتا، لہذا حدیث سے ثابت ہوگیا کہ نبی زندہ ہیں اور ہم نے کبھی نہ کہا کہ رسول پاک کو موت نہ آئی بیشک میرے آقا پر موت طاری ہوئی مگر ایسی کہ۔ اعلی حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ ترجمانی کرتے ہوئے گویا ہیں:

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے
مگر اتنی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات
مثلِ سابق وہی جسمانی ہے(۱)

لہذا میرے دوستو! اماموں کے دامن کو مضبوطی سے دھام لو اسی میں نجات ہے، اسی میں ایمان کی سلامتی ہے۔ اور اس دور میں تقلید کے بغیر چارہ نہیں اسی لئے حضرت بایزید بسطامی فرما گئے "مَنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ إِمَامٌ فَإِمَامُهُ الشَّيْطَانُ" جس کا کوئی امام نہیں اس کا امام شیطان ہے، غیر مقلدین کے گروگھنٹال مولوی اسماعیل دہلوی اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں حضور نے کہا "میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں" (۲) جب کہ حضور نے کہیں یہ نہیں فرمایا مگر یہ اپنی بات بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضور کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں، مٹی میں ملنے کا کیا مطلب ہوتا ہے کبھی آپ نے غور کیا؟ عرف عام میں بولتے ہیں وہ مٹی میں مل گیا یعنی اس کا نام ونشان مٹ گیا، مٹی اور وہ بالکل ایک دوسرے میں گھس گئے۔ یہی نا مطلب ہے؟ یا مٹی پر گر گیا تو آپ کہیں گے کہ مٹی میں مل گیا۔ ایک بھیلی اگر مٹی کے اوپر رکھ دو تو کوئی کہے گا کہ بھیلی مٹی میں مل گئی۔ نہیں بلکہ جب اسے مٹی میں پیس کر ملا دو تب کہیں گے کہ بھیلی مٹی میں مل گئی۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ ایک دن میں بھی مٹی سے ملنے والا ہوں یعنی میں بھی قبر میں دفن ہونے والا ہوں میں نے کہا "میں" اور "سے" کا فرق تم کو سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر میں کہوں میرا ڈنڈا

(۱) حدائق بخشش حصہ دوم ص ۱۱۱ (۲) تقویۃ الایمان ص ۵۳ مصنفہ اسماعیل دہلوی

اہل حدیث میں گم ہو گیا تو کہیں گے ارے کیا بات کرتے ہیں تو ہم کہیں گے یہاں "میں" کا مطلب ہے "سے" یعنی میرا ڈنڈا اہل حدیث سے گم ہو گیا تو کیا اہل حدیث میری یہ تاویل مان لیں گے؟ خاک میں ملنا اور ملانا اردو کا محاورہ ہے، جس کا مطلب بالکل واضح ہے چونکہ یہ لوگ حضور کو مردہ مانتے ہیں، اسی لئے انہوں نے اس محاورے کا استعمال کر ڈالا، اتنی آیتیں پڑھ ڈالیں مگر ان آیتوں میں سے کسی ایک آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ رسول پاک قبر میں مردہ ہیں احباب سنئے! قرآن شریف میں حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ ہے "فَأَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ طص" (۱) عزیر علیہ السلام پر سو سال کے لئے موت طاری کر دی گئی، یہاں تک کہ ان کا گدھا مر گیا، سڑ گیا، ہڈیاں مٹی میں مل گئیں، قرآن میں ہے کہ پھر اللہ نے سو سال کے بعد ان کے جسم میں روح واپس کر دی اور فرمایا "فَانْظُرْ إِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ إِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا" (۲) اے عزیر! اپنے کھانے اور پانی کو دیکھ کہ اب تک بو نہ لایا اور اپنے گدھے کو دیکھ جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں اور یہ اس لئے کہ تجھے ہم لوگوں کے واسطے نشانی کریں اور ان ہڈیوں کو دیکھ کیونکر ہم انہیں اٹھان دیتے ہیں پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں۔ گدھے کی ہڈیاں تو سڑ گئیں مگر حضرت عزیر علیہ السلام سو سال تک وفات پانے کے بعد بھی جسم کے ساتھ ویسے ہی رہے، صرف روح الگ تھی اور انبیاء کرام جب قبر میں جائیں گے تو روح واپس کر دی جائے گی یہ متعدد صحیح حدیثوں سے ثابت ہے اسی لئے رسول پاک ﷺ کی قبر پر

(۱) پارہ ۳ رکوع ۲ (۲) ایضا

حاضری کے آداب ویسے ہی ہیں جیسے حیات ظاہری میں تھے۔اوراس پر تمام صحابہ کا اجماع ہے لہٰذا جس طرح رسول پاک کی حیات ظاہری میں حضور کا ادب ہوتا تھا اسی طرح اب بھی ہوگا،جس طرح حضور کی حیات ظاہری میں حضور کی آواز پر آواز بلند کرنا ممنوع تھا اسی طرح اب بھی ممنوع ہے، اوراس ادب کی تعلیم خود قرآن نے دی ارشاد خداوندی ہے "لَاتَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ" (۱) نبی کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو اسی لئے حکم ہے کہ صلاۃ وسلام آہستہ آہستہ پڑھو کیوں کہ دربار نبی کا ہے اور نبی کے دربار میں آواز اونچی کرنا بے ادبی ہے اگر نبی زندہ نہیں ہیں تو ایسا ادب کیوں؟ مگر یہ غیر مقلد مردہ مانتے ہیں،اس لئے جتنے وہابی ہیں اور وہاں کے مطوعہ ہیں سب جالی مبارک سے چوتڑ لگا کر کھڑے رہتے ہیں اور بعض گدھے پاؤں بھی جالی پر رکھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔یہ لوگ مردہ سمجھتے ہیں، اس لئے ایسا کرتے ہیں،اب میں ایک واقعہ پڑھ کے اپنی تقریر ختم کرنا چاہتا ہوں،حضرت ادریس علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی اے اللہ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ موت کیسے آتی ہے؟ موت آگئی،پھر فوراً زندگی واپس ہوگئی۔اللہ نے فرمایا دیکھ لیا کہ موت کا مزہ کیسا ہوتا ہے کہا ہاں!پھر ملک الموت ان کی عمر پوری ہونے پر آئے اور کہنے لگے کہ اگر اجازت ہو تو میں آپ کی روح نکالوں آپ نے فرمایا تم روح نکالنے آئے ہو ایک مرتبہ نکالنے کے بعد بھی روح نکالنے کا حق ہوتا ہے،ہر آدمی کو ایک ہی مرتبہ تو موت آتی ہے وہ مجھے آچکی،ملک الموت واپس گئے،اللہ سے عرض کی وہ تو مرنا ہی نہیں چاہتے ہیں وہ تو کہتے ہیں ایک مرتبہ موت آچکی،اب دوبارہ موت کیسی؟ بولے

(۱) پارہ ۲۶ رکوع ۱۳ سورۂ حجرات

حضرت ادریس زندہ ہیں کہ نہیں جب کہ موت آئی اور آکر چلی بھی گئی۔تو "كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ" (۱) ہوا کہ نہیں،پھر انہوں نے اللہ سے دعا کی اے اللہ میں جنت دیکھنا چاہتا ہوں تو اللہ نے ان کو اوپر بلایا اور جنت دکھائی گئی،فرشتوں نے جنت کی سیر کرانے کے بعد کہا کہ آپ سیر کر چکے اب جنت سے باہر تشریف لائیے،تو حضرت ادریس نے فرمایا کہ اللہ نے فرمایا ہے جو ایک بار جنت میں چلا جائے گا وہ نکالا نہ جائیگا،تم کون ہو نکالنے والے، بولے صاحب،حضرت ادریس علیہ السلام موت کا مزہ چکھنے کے بعد بھی زندہ ہیں تو اس میں کون سی شرعی قباحت پیدا ہوگئی،اور ہمارے آقا تو ادریس و اسماعیل بلکہ تمام انبیاء سے افضل واعلیٰ اور بلند و برتر ہیں تو وہ مرنے کے بعد کیوں نہیں زندہ ہوں گے،ضرور زندہ ہوں گے۔

اسی لئے تو اعلیٰ حضرت،مجدد دین وملت،فاضل بریلوی ارشاد فرماتے ہیں:

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میری چشم عالم سے چھپ جانے والے
چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنَا عَلَى السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَتَوَفَّنَا عَلَيْهَا وَارْزُقْنَا شَفَاعَةَ حَبِيْبِكَ النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ، يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ، وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ، مِنْ غَيْرِ تَوْبِيْخٍ وَّلَا حِسَابٍ، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ، وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ

(۱) پارہ ۴ رکوع ۱۰ سورۂ آل عمران

ردّ فرق اربعہ

الحمد للہ رب العالمین، حمد الشاکرین، والصلوٰۃ والسلام علی افضل الانبیاء والمرسلین، الذی کان نبیا وآدم بین الماء والطین.

اما بعـــــــد!

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم.

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید:

ما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا

صدق اللہ العلی العظیم، وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذلک لمن الشاھدین والشاکرین. والحمد للہ رب العالمین

ایک بار نہایت ہی ادب واحترام اور غایت عشق ومحبت کے ساتھ درود شریف کا نذرانہ پیش کریں۔

اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وبارک وسلم......

رفیقان گرامی! اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کو بہت ساری ذمہ داریوں کا حامل بنا کر اس دنیا میں پیدا کیا اور یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے، بلکہ اس چیز کو دنیا کا ہر ذی ہوش انسان تسلیم کرتا ہے چاہے وہ لوگ ہوں جو اپنے آپ کو آزاد کہتے ہیں یا وہ جو اپنے کو غلام کہتے ہیں سبھی یہ جانتے ہیں کہ ہم قوانین کے پابند ہیں اور یہ آزادی کے جھوٹے نعرے تو خواہ مخواہ انسانوں کے دلوں کو فریب دینے کے لئے ایجاد کئے گئے، اگر واقعۃً انسان آزاد ہے تو پھر یہ پولیس کیوں ہے؟ یہ کچہریاں کیوں ہیں؟ یہ قانون کی

کتابیں کیوں ہیں؟ یہ جج کیوں ہیں؟ یہ قانون ساز ادارے کیوں ہیں؟ یہ قانون داں کیوں ہیں؟ یہ اسمبلی کیوں ہے؟ یہ پارلیمنٹ کس لئے ہے؟ سب کا خاتمہ ہوجانا چاہئے، آدمی جب آزاد ہے تو اسکی طبیعت، جدھر چاہے جائے، جس چیز کی خواہش ہوکر گزرے، انسان کو یہ آزادی اور چھوٹ دنیا کے کسی بھی ملک نے نہیں دی، چاہے وہ اسلامی ملک ہو یا غیر اسلامی، خدا کو مانتا ہو یا خدا کے ساتھ کفر کرتا ہو، ہر ملک اپنے شہریوں کو قانون کا پابند بنانا چاہتا ہے اور قانون کی پابندی کے معاملے میں جو شخص جتنا زیادہ حساس ہوتا ہے وہ انسانیت میں اتنا ہی زیادہ معیاری سمجھا جاتا ہے، اسی بنا پر آپ دیکھیں گے کہ جو جتنا بڑا انسان ہوگا اتنا ہی زیادہ ریزرو نظر آئے گا، آدمیوں میں کتنے وہ ہیں کہ راستے میں چلتے پھرتے کھالیتے ہیں، مگر علماء کو منہ میں پان ڈالنے کے لئے بھی دائیں، بائیں دیکھنا پڑتا ہے، ایک عام آدمی چائے خانے میں بیٹھ کر چائے پی لیتا ہے مگر کیا آپ نے کبھی ڈی ایم صاحب کو بھی چائے خانے میں دیکھا ہے؟ نہیں اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جس کے اوپر جتنی زیادہ ذمہ داری ہوتی ہے وہ اتنا ہی زیادہ پابند ہوتا ہے اور جو شخص جتنا زیادہ احساس ذمہ داری رکھتا ہے وہ اتنا ہی بڑا شمار کیا جاتا ہے اور اتنے ہی بڑے عہدے اور منصب پر فائز کیا جاتا ہے اور اگر کوئی اپنے اس منصب کی نگاہ داشت نہ کرے تو پھر وہ نگاہوں سے بھی گر جاتا ہے اور پھر نگاہوں سے گرتے گرتے اپنے منصب سے بھی نیچے آجاتا ہے، اب اتنی سی بات سمجھ لینے کے بعد آپ کے لئے یہ سمجھنا بہت آسان ہے کہ ایک مسلمان کے لئے دین ودنیا کے بہت سے قانون اللہ نے بنائے ہیں اور انہیں قوانین کی پابندی میں مسلمانوں کی کامیاب زندگی کا

راز پوشیدہ ہے چونکہ ایک مسلمان کی زندگی رب کی بندگی کے لئے ہوتی ہے۔ اس لئے اسکی دنیا بھی اللہ کے قانون کے مطابق ہونی چاہئے اور اس کا دین بھی اللہ کے قانون کے مطابق ہونا چاہئے۔

اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے قوانین کو بڑے اہتمام کے ساتھ نازل فرمایا، یہ نہیں ہے کہ قرآن اتر آیا اور بس! آپ چھوڑ دیئے گئے نہیں، بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء کرام کو دنیا میں بھیجا تو اپنے قوانین کے علوم واسرار بھی انبیاء کے ذریعہ انسانوں تک پہنچانے کا انتظام فرمایا اور ان کی تشریح بھی انبیاء کی زبانی کرادی اور انبیاء کے ذریعہ انسانوں کی تعلیم وتربیت فرماکر انہیں معراج انسانیت اور کمال آدمیت تک پہنچادیا۔

پڑھئے درود پاک! اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ......

اس لئے ہر آدمی یہ سمجھ سکتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی کے ذریعہ جو قانون بندوں کے لئے بھیجا تو صرف قانون ہی نہیں بھیجا بلکہ اس قانون کو عملی جامہ پہنانے والے انبیاء کرام کو انسانوں کے لئے بہترین نمونہ اور اسوۂ حسنہ بنا کر اپنے قوانین کے نفاذ کا انتظام بھی فرمایا، آخر اس مقصد کی تکمیل کے لئے انبیاء کرام ہی کا انتخاب کیوں ہوا؟ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ دنیا میں نبیوں کے سوا کسی میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ اللہ کی وحی کا بوجھ برداشت کرسکے۔ قرآن حکیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا "لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَہٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰہِ" (۱) اگر ہم یہ

(۱) پارہ ۲۸ رکوع ۵ سورۂ حشر

قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے
خوف سے، یعنی قرآن کا بوجھ دنیا کا کوئی بھی پہاڑ چاہے وہ مضبوط سے
مضبوط تر اور عظیم سے عظیم تر کیوں نہ ہو برداشت نہیں کرسکتا تھا، تو یہ پلپلے
انسان اس کو کیا برداشت کرپاتے۔ اگر وحی کا ایک جملہ بھی کسی انسان پر
اتر جائے تو آدمی کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے، اس وجہ سے ضرورت پڑی
کہ وحی ان پر اتاری جائے جن کی قوت برداشت پہاڑوں کی قوت
برداشت سے بہت زیادہ ہو بلکہ یہ کہو کہ جہاں پر پہاڑوں کی قوت برداشت
اور قوت تحمل ختم ہوجائے وہاں سے ان کی قوت کا آغاز ہو، اس لئے انبیاء
کرام علیہم السلام پر وحی اتاری گئی اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ انبیاء کرام وحی
پہنچا کر اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوگئے نہیں بلکہ ان کا کام یہ بھی تھا کہ
لوگوں کو تبلیغ کریں انہیں تربیت دیں، وحی کے مفاہیم کا تعین فرما کر لوگوں کو
مسائل کے استنباط کی راہیں دکھائیں۔

اس لئے اب یہ بات طے ہوگئی کہ انسانوں کے لئے دینی اور
دنیاوی معاملات میں جیسے وحی حجت ہے ویسے ہی نبی بھی حجت ہے لیکن اس
زمانے میں عجیب مسخرہ پن ہے، یہودیوں اور عیسائیوں نے نہ صرف ابتدائے
اسلام بلکہ ہر دور میں اسلام میں رخنہ پیدا کرنے کی پوری جدوجہد کی، کبھی
ڈائرکٹ اپنی تلواروں، خزانوں اور الحادی فکر سے اسلام اور مسلمانوں کو تباہ
و برباد کرنے کی کوشش کی، تو کبھی اِن ڈائرکٹ یعنی مسلمانوں کے اندر مسلم
نما افراد کو بھیج کر اسلام کی شبیہ بگاڑنے کی کوشش کی، تاریخ شاہد ہے کہ زیادہ
خطرناک یہی لوگ ثابت ہوئے جو ہماری ہی شکل وصورت میں ہماری صف
میں آگئے تھے، ہاتھی کا شکار ہاتھی سے کیا جاتا ہے، اسی نسخے پر عمل کرتے

ہوئے انہوں نے نئے نئے فتنے اسلام کے اندر پیدا کرنا شروع کردیئے
اور مسلمانوں کو اپنے جال میں پھنسانے کے لئے اپنا ٹائٹل نہایت خوبصورت
رکھا، کیوں کہ اگر دوکان کا سائن بورڈ خراب ہوگا تو لوگ دوکان کے اندر نہیں
جائیں گے، اس لئے اپنے باطل مذہب کی پیشانی پر بڑا پرکشش سائن بورڈ
لگایا اور اپنی جماعت کا نام ''اہل قرآن'' رکھا جو قرآن کو مانتا ہے وہ اہل
قرآن کو کیوں نہ مانے گا؟ مگر ہمیں سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ اہل قرآن قرآن
کی کیا تعلیم دیتے ہیں نام خوبصورت رکھ لینے سے کوئی خوبصورت نہیں
ہوجاتا...... ایسا بہت ہوا ہے کہ چالباز تاجروں نے درآمد، برآمد ایکسپورٹ،
اکسپورٹ کے لمبے لمبے اور خوبصورت سائن بورڈ لگائے اور جب گراہک
دوکان کے اندر گیا تو گلا دبا کر اس کی جیبیں خالی کرلی گئیں، ان کا بھی یہی
معاملہ ہے قرآن کے نام پر جو بھی اہل قرآن کی جماعت میں شامل ہوا، اس
کے ایمان کی دولت برباد ہوگئی، ان کا نام تو بہت خوبصورت ہے مگر کام بالکل
گھٹیا۔

آپ ذرا سوچو! اللہ رب العزت نے واضح لفظوں میں قرآن میں
حکم دیا "مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا" (۱) یعنی رسول
تمہیں جو دیں اس کو لے لو اور جس سے روکیں رک جاؤ یہ کیوں نہ فرمایا؟
مَا اٰتٰکُمُ اللّٰهُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ اللہ جو دے اسے لے
لو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ۔

یہ کیوں کہا گیا کہ رسول جو دیں وہ لے لو، اور جس سے روکیں اس
سے رک جاؤ؟ اس کا معنی یہ ہے کہ وحی کے ساتھ ساتھ نبی کی پیروی بھی

---

(۱) پارہ ۲۸، رکوع ۴

لازم ہے کیوں کہ بغیر نبی کی پیروی کے وحی پر عمل نہیں ہوسکتا، اسی تو اللہ تعالی نے فرمایا ہم نے رسول کو اس لئے بھیجا تا کہ خدا کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔ ارشاد خداوندی ہے "وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ" (۱) اللہ نے رسولوں کو اس لئے بھیجا تا کہ ان کی اطاعت کا سکہ پوری کائنات میں چلتا رہے۔ اور یہی بعثت انبیاء کا مقصد بھی ہے کہ قومیں ان کی اتباع کریں، قومیں ان کی اطاعت کریں۔ اس لئے نہیں بھیجے گئے کہ وحی کا راستہ دکھادیں اور الگ ہوجائیں، یہ اہل قرآن کہا کرتے ہیں کہ نبی ایک ڈاکیہ اور پوسٹ مین کی حیثیت رکھتا ہے، جس کا کام صرف اتنا ہے کہ خطوط گھر گھر پہنچادے اور بس، نبی کو حلال وحرام کا کوئی اختیار نہیں، معاذ اللہ! نبی کی یہ حیثیت اور شان نہیں ہے بلکہ نبی کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ کا کلام بھی پہنچاتا ہے اور اس کی تشریح وتوضیح بھی کرتا ہے اس لئے نبی کو الگ کر کے نہ تو قرآن پر عمل ہوسکتا ہے نہ شریعت پر، اور نہ ہی کوئی مسلمان اپنی زندگی کو کامیاب وکامران بنا سکتا ہے۔

آپ حضرات! میری باتوں کو غور سے سنیں تو سمجھ میں آجائیگا کہ حدیث رسول کو چھوڑ کر قرآن پر عمل نہ صرف ناممکن ہے بلکہ ہلاکت اور بربادی کا سبب بھی ہے، اس کی ایک مثال میں پیش کرتا ہوں قرآن میں فرمایا گیا "فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا" (۲) اگر پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو، اب اگر سردی لگ گئی ہو، نمونیہ ہوگیا ہو، یا ہاتھ پیر میں زخم ہو، تو تیمم نہیں کرتے کیوں کہ پانی موجود ہے یہی آیت کا ظاہر ہے مگر جب ہم نے ابن ماجہ اٹھائی اور اس میں ایک آدمی کا واقعہ پڑھا تو

(۱) پارہ ۵ رکوع ۶ (۲) پارہ ۵ رکوع ۴ سورہ نساء

سمجھ میں آ گیا کہ آیت کریمہ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً کے مفہوم کو اسی میں منحصر کر دینا غلط ہے بلکہ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً کا معنی ہے فَلَمْ تَقْدِرُوْا عَلٰی اِسْتِعْمَالِ الْمَآءِ اگر تمہیں پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو اور یہ معنی ابن ماجہ کی اس حدیث سے متعین ہوتا ہے جو حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک صحابی کو میدان کارزار میں سر کے اندر چوٹ آ گئی، زخم گہرا تھا، رات کو جب سوئے تو انہیں بدخوابی ہوگئی اور ان پر غسل واجب ہوگیا، صبح بیدار ہونے کے بعد صحابہ سے مسئلہ پوچھا کہ مجھ پر غسل واجب ہے اور زخم بہت گہرا ہے اور نماز کا وقت نکلتا جارہا ہے اب میں تیمم کروں یا غسل؟ لوگوں نے کہا غسل کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے، کیونکہ پانی موجود ہے اور اللہ نے فرمایا ہے کہ جب پانی موجود نہ ہو تب تیمم کرو، اس لئے تم تیمم نہیں کرسکتے، غسل کرو اور نماز پڑھو، انہوں نے غسل کیا پھر تھوڑی دیر کے بعد ان کا انتقال ہوگیا۔

آقائے کائنات سرور دو جہاں کو خبر ملی تو آپ نے ارشاد فرمایا "قَتَلُوْهُ قَتَلَهُمُ اللّٰهُ اَوَلَمْ يَكُنْ شِفَاءُ الْعِيِّ السُّوَالُ" (۱) لوگوں نے اسے مارڈالا اللہ انہیں مارے کیا گونگے پن کا علاج سوال نہیں ہے؟ یعنی جب مسئلہ معلوم نہیں تھا تو پوچھ لینا چاہئے تھا، نہ جاننے والوں کیلئے ایک ذریعۂ علم سوال بھی ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صحابہ نے یہ حکم کیوں دیا تھا؟ قرآن کی اسی آیت کی روشنی میں تو دیا کہ پانی موجود ہو تو تیمم جائز نہیں، تیمم اسی وقت جائز ہوگا، جب پانی موجود نہ ہو............ مگر نبی پاک کی حدیث نے بتادیا کہ جب پانی موجود ہو اور پانی استعمال کرنے سے اسکی موت کا خطرہ ہو یا زیادتی مرض کا خطرہ ہو تو اس وقت بھی تیمم کرسکتا ہے وضو یا غسل ضروری نہیں۔

(۱) ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۸۹ حدیث نمبر ۵۷۲

اس حدیث سے سمجھ میں آگیا کہ "فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً" کا صرف یہی معنی نہیں ہے کہ جب پانی موجود نہ ہو بلکہ یہ معنی بھی ہے کہ جب پانی کے استعمال کرنے پر قدرت نہ ہو، چاہے پانی کے نہ ہونے کی وجہ سے قدرت نہ ہو، یا پانی تو ہو مگر بیماری کی شدت اور ہلاکت کے خوف کی وجہ سے قدرت نہ ہو، دونوں ہی صورتوں میں تیمم جائز ہوگا، اس کی ایک اور واضح مثال آپ کے سامنے پیش کر دوں، مثال کے طور پر یہاں پر کنواں ہے، کنویں میں پانی بھی ہے مگر نہ ڈول ہے نہ رسی ہے نہ پانی نکالنے کا اور کوئی ذریعہ ہے اور نماز کا وقت چلا جا رہا ہے تو اب یہاں پر بھی یہی فتوی دیا جائے گا کہ تیمم جائز ہے اگرچہ پانی موجود ہے مگر چونکہ پانی کے استعمال پر قدرت نہیں اس لئے تیمم جائز ہوگا، یہ مسئلہ کہاں سے نکلا؟ حدیث رسول سے، رسول پاک اگر یہ احکام بیان نہ فرماتے تو قرآن کے یہ مضامین بندے نہ سمجھ پاتے، اس قسم کے بہت سے مسائل ہیں اگر پیش کروں تو ایک طویل فہرست تیار ہو جائے گی۔

اب میری گفتگو کا جو خلاصہ ہے اس کو سنئے! ان اہل قرآن کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر تم حدیث کو قرآن سے الگ کر دو گے تو تمہارے لئے بڑی آسانی ہو جائے گی قرآن کے قوانین الگ کر دو، حدیث کے قوانین الگ کر دو، پھر تم قرآن پر عمل کر ہی نہ پاؤ گے تو کہہ دینا اے اللہ! ہم کیسے نماز پڑھتے کہ تو نے نماز کا حکم تو اتارا مگر نماز کا طریقہ قرآن میں نہیں بیان کیا میں کیسے حج کرتا تو نے حج کا حکم تو دیا مگر قرآن میں حج کا طریقہ نہیں بتایا، اذان کا طریقہ نہ بتایا بہت سے مسائل قرآن میں مذکور نہیں ہیں اس لئے اے اللہ! ہم اس پر عمل کیسے کرتے؟ ہم اس کے مکلف کیسے ہوتے؟ اہل قرآن، حدیث رسول کو حجت نہ مان کر دوسرے لفظوں میں گویا یہ کہنا چاہتے

ہیں کہ قرآن پر عمل نہ کرو، تو اب یہ حقیقت میں اہل قرآن نہیں بلکہ منکرین قرآن ہیں، اس لئے مسلمانوں تم پر فرض ہے کہ اہل قرآن سے بچ کے رہو، اسی میں تمہارے ایمان کی سلامتی ہے، یہ تو اہل قرآن کا مختصر جائزہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا اب آیئے ایک دوسرے فرقے کا جائزہ لیں جو اہل حدیث کے نام سے مشہور ہے اور اپنے آپ کو حدیث کا متبع اور پیروکار بتاتا ہے مگر حقیقت میں یہ فرقہ اہل حدیث نہیں بلکہ حدیث کا منکر ہے نہ کسی کو امام مانتا ہے نہ ان کی تقلید کرتا ہے بلکہ تمام محبوبان بارگاہ کی شان میں حد درجہ گستاخ و بے ادب ہے حیرت ہے کہ چند مسئلوں پر عمل کر کے کیسے انہوں نے اپنے آپ کو اہل حدیث کہنا شروع کر دیا جبکہ بے شمار مسائل میں وہ حدیث کی صریح خلاف ورزی کرتے ہیں، صحابہ کرام بے شمار حدیثوں پر عمل کرنے کے باوجود اہل حدیث نہ ہو سکے اور یہ صرف پانچ مسئلوں پر عمل کر کے اہل حدیث ہو گئے نمبر ایک نماز میں پاؤں پھیلا کے کھڑے ہو گئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چکی کھیلنا چاہتے ہیں، دوسرے زور سے آمین کہہ دیا، تیسرے رفع یدین کر لیا، چوتھے امام کے پیچھے قرأت کر لی، پانچویں اپنے ہاتھ کو سینے پر باندھ لیا بس انہیں پانچ مسئلوں پر عمل کر کے اہل حدیث ہو گئے، چاہے شراب پئیں، جوا کھیلیں، جھوٹ بولیں، چغلی اور غیبت کریں، پھر بھی اہل حدیث ہیں کیوں کہ انہوں نے پانچ مسئلوں پر تو عمل کر ہی لیا، صحابہ و تابعین زندگی بھر حدیثوں پر عمل کرتے رہے اہل حدیث نہ ہو سکے، مگر یہ صرف پانچ مسئلوں پر عمل کر کے اور ہزاروں حدیثوں کی مخالفت کر کے اہل حدیث بنے رہے، کیا خوب تماشا ہے۔

یاد رکھئے کہنے کو تو یہ اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں مگر ان کی

جہالت کا عالم یہ ہے کہ حدیث کا اردو ترجمہ تک صحیح نہیں پڑھ سکتے پھر یہ کیا جانیں کہ کس طرح دو متعارض حدیثوں میں تطبیق دی جائے یا ان میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح دی جائے کس طرح حدیثوں کی تشریح اور توضیح کی جائے، کس طرح ناسخ و منسوخ کو متعین کیا جائے، ظاہر، نص، مفسر، محکم، میں کس کو مقدم کیا جائے جو حدیث کا صحیح ترجمہ نہ کرسکیں وہ یہ کیا جان سکیں گے اس لئے ضرورت ہے ائمہ کرام کے دامن کو مضبوطی سے پکڑنے کی ضرورت ہے مجتہدین کی تقلید کرنے کی، اور یاد رکھئے! حدیث کے اسرار و حکم اور اسکی باریکیوں کا علم ائمہ کرام اور مجتہدین عظام کی غلامی کے بغیر کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا۔

رفیقان گرامی و عزیزان ملت اسلامیہ! اب اور آگے بڑھئے، ایک تیسرے فرقے کا جائزہ لیجئے جو اپنے آپ کو اہل توحید کہتا ہے ہم ان کو دیوبندی کے نام سے جانتے ہیں یہ فرقہ اسلام کے لئے بہت خطرناک ثابت ہورہا ہے کیوں کہ اس فرقے کو ماننے والے اپنے آپ کو حنفی بلکہ قادری چشتی نقشبندی سہروردی تک کہتے ہیں مگر باطل عقیدہ رکھنے میں اہل حدیث کے شانہ بشانہ ہیں اس فرقے نے اپنے آپ کو اللہ کی توحید کا حامی بتایا، قرآن اترا ہی ہے اللہ کی توحید کے لئے، رسول آئے ہی ہیں "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کی تبلیغ کے لئے اور پوری سورۂ قل ہو اللہ توحید ہی کی تعلیم کے لئے اتری اور پوری آیت الکرسی اسی پر دلالت کرتی ہے اور اس کے علاوہ بے شمار ایسی آیتیں ہیں جن میں توحید ہی کا تذکرہ ہے اس لئے انہوں نے اپنا نام "اہل توحید" رکھا ان کا نام بڑا خوشنما اور زوردار ہے اگرچہ ان کی پوری زندگی شرک میں گزرے، یہ توحید کا اتنا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ اگر کسی نے یا نبی کہہ

دیا تو شرک، کسی بزرگ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے تو شرک، کسی استاذ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے تو شرک، کسی قبر کی زیارت کرلی یا کسی قبر پر چادر چڑھادی تو شرک، مزارات اولیاء پر پہونچکر فاتحہ نیاز کرلیا تو شرک، بزرگوں کے لئے بہت زیادہ علم مان لیا تو شرک، نبی کے لئے اللہ کا دیا ہوا علم غیب مان لیا تو شرک، نبی کے لئے عطائی اختیار مان لیا تو شرک، یہ ان کا عقیدہ ہے مگر اس فرقے نے یہ نہ سمجھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبیوں کو عام انسانوں سے بہت ارفع و اعلیٰ بنایا، خود ہر انسان کو ایک برابر نہ پیدا کیا، ہر انسان پہلوان نہیں، ہر انسان کالا نہیں، ہر انسان انکھیارا نہیں، اور ہر انسان چشمے کا محتاج نہیں، اور ہر انسان سننے میں برابر نہیں، ہر انسان علم و ہنر میں برابر نہیں، تو جب انسان، انسان میں اتنا فرق ہے تو انسان اور نبی میں کتنا فرق ہوگا۔ عام انسانوں کو نبیوں سے کیا نسبت؟ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ اللہ نے اپنے نبیوں کو وہ محاسن و کمالات دیئے، وہ خصوصیات و صفات دیئے، وہ تصرفات و اختیارات دیئے جو عام انسانوں میں سے کسی کو نہ ملا۔ اس لئے نبی کی شان الگ ہے، وہ دیکھتے ہیں تو اجالوں میں بھی دیکھتے ہیں اندھیروں میں بھی دیکھتے ہیں، آگے بھی دیکھتے ہیں پیچھے بھی دیکھتے ہیں، اوپر بھی دیکھتے ہیں، نیچے بھی دیکھتے ہیں، بیک وقت ہر طرف دیکھتے ہیں۔

اس لئے رسول پاک فرماتے ہیں، بخاری شریف میں ہے "اِنِّی اَرَاکُمْ وَرَاءَ ظَهْرِی كَمَا اَرَاكُمْ اَمَامِی" (۱) میں پیٹھ کے پیچھے تمہیں ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے سامنے دیکھتا ہوں کیا کوئی عام انسان بھی ہر چہار جانب بیک وقت دیکھ سکتا ہے؟ سبحان اللہ! اللہ نے اپنے نبی کو یہ کمال عطا فرمایا۔

---

(۱) بخاری ج ۱ ص ۱۰۲

اب اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ فطری کمالات عموماً جتنے ہوتے ہیں اس سے زیادہ کمالات اگر کسی انسان کیلئے مان لئے جائیں تو شرک لازم آئے گا یعنی کسی کیلئے مافوق الفطرۃ قوت مان لیا جائے تو شرک ہو جائیگا۔ میں کہتا ہوں یہ بالکل جھوٹ ہے، اگر تم نے کسی انسان کے اندر ہاتھی کی طاقت مان لی تو ہاتھی کے مشرک ہوئے نہ کہ اللہ کے مشرک ہوئے، تم یہ کہو گے کہ ہم نے فلاں پہلوان کو ہاتھی کا شریک کیا تو یہ اللہ کا شریک کہاں سے ہوا؟ یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ اللہ کا شریک ہوا؟ اسی طرح اگر تم نے کسی دیکھنے والے کے اندر ایسی طاقت وقوت مان لی کہ وہ اندھیروں میں دور دور تک دیکھتا ہے اور اسی بنیاد پر تم نے اس دیکھنے والے کے بارے میں یہ کہدیا کہ وہ بالکل الو کی نگاہ رکھتا ہے جو اندھیرے میں دور دور تک دیکھ لیتا ہے تو وہ الو کا شریک ہوا نہ کہ اللہ کا شریک، اس سے سمجھ میں آ گیا کہ کسی انسان میں مافوق الفطرت قوت مان لینے سے شرک باللہ کا ثبوت نہیں ہوتا بس اسی طرح بقیہ مثالوں کو سمجھنا چاہئے مگر نہیں ان کا طریقہ یہ ہے کہ جہاں بھی انسانی فطرت سے ماوراء قوت مانی گئی فوراً مشرک قرار دے دیا، مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ فلسفہ وہ کہاں سے لائے، کیا اللہ تعالی نے قرآن میں کہیں یہ ذکر کیا ہے کہ انسان کے اندر اگر فطری قوت سے زیادہ قوت مان لی جائے تو شرک ہو جائے گا؟ پورے قرآن میں ایک بھی آیت ایسی نہیں ملے گی۔ اور نہ ہی احادیث کے دفتر میں ایک حدیث ملے گی۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان لوگوں نے اپنے گھروں میں بیٹھکر کچھ عقیدے گڑھ لئے اور اپنے ان باطل عقیدوں کو قرآن کے اوپر مسلط کر دیا، حدیثوں کی طرف جھوٹا انتساب کر دیا۔ شرک کا جو مفہوم انہوں نے بیان کیا وہ

ہرگز ہرگز قرآن واحادیث میں کہیں موجود نہیں۔ شرک کا یہ مفہوم خانہ ساز ہے جس میں سر سے لیکر پاؤں تک یہ خود ڈوبے ہوئے ہیں، کیوں کہ انہوں نے بھی اپنے اکابر کے لئے اس قسم کے اختیارات وتصرفات تسلیم کئے ہیں، ثبوت کے لئے ارواح ثلثہ، اشرف السوانح، سوانح قاسمی، الافاضات الیومیہ، تذکرۃ الرشید، تذکرۃ الخلیل وغیرہ کتب کا مطالعہ کریں۔ آپ ذرا سوچو کہ قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالی نے اپنے انبیاء کے لئے کیسے کیسے کمالات کا ذکر فرمایا کیا یہ سب شرک ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی دریائے نیل پر ماری تو پانی آدھا ادھر اور آدھا ادھر دیوار کی طرح کھڑا ہو گیا، اس میں آبی روشندان بن گئے اور بیچ میں راستہ پیدا ہو گیا قرآن فرماتا ہے "فَاَوْحَیْنَا اِلٰی مُوْسٰی اَنِ اضْرِبْ بِعَصَاکَ الْبَحْرَ ۖ فَانْفَلَقَ فَکَانَ کُلُّ فِرْقٍ کَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ" (۱) آپ لاٹھی ہی نہیں بلم لے کر ماریئے اور دیکھئے دریائے نیل تو دور کی بات ہے کسی چھوٹی نہر کے پانی کے بھی دو حصے نہیں ہو پائیں گے، اگر اللہ تعالی نے نبی کی لاٹھی میں یہ اعجاز رکھا ہے تو یہ نبی کی خصوصیت ہے کسی اور آدمی کی نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر کسی کوڑھی کے اوپر اپنا لعاب دہن لگا دیتے تو اسکا کوڑھ ختم ہو جاتا اور جلد میں خوبصورتی آجاتی تو یہ ان کا کمال ہے تو کیا تم ان کے لعاب دہن سے مقابلہ کرو گے؟ ارے! تم تو اس قدر منحوس ہو کہ اگر کسی تندرست پر اپنا تھوک لگا دو گے تو وہ کوڑھی ہو جائے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھونک مار دیتے تو نابینا، بینا ہو جایا کرتا تھا اور تم پھونک مارو گے تو بینا، نابینا ہو جائے گا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ

(۱) پارہ۱۹، رکوع۸، سورۂ شعراء

کے حکم سے مردے بھی جلادیا کرتے تھے، مٹی کا پرندہ بنا کر اس میں پھونک مار دیتے وہ سچ مچ پرندہ بن کر اڑ جاتا اور غیب کی خبر دینے کا حال تو یہ تھا کہ لوگ جو کچھ کھا کر آتے اور جو کچھ گھر میں بچا کر رکھتے سب بتا دیتے قرآن میں ہے "اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـٴَةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ" (۱)

حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کا واقعہ قرآن عظیم سورۃ یوسف میں مذکور ہے کہ جب انہوں نے اپنے بھائیوں سے جو غلہ مانگنے آپ کے دربار میں آئے تھے سنا کہ والد بزرگوار میری جدائی میں روتے روتے آنکھ سے معذور ہو گئے ہیں تو انہوں نے فرمایا "اِذْهَبُوْا بِقَمِیْصِیْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا" (۲) لے جاؤ یہ میرا کرتا اور والد بزرگوار کے چہرے پر رکھ دینا آنکھیں روشن ہو جائیں گی، برادران یوسف وہ کرتا لے کر چلے اور جب حضرت یعقوب کے چہرے پر ڈالا فوراً ان کی آنکھیں روشن ہو گئیں، قرآن میں ذکر ہے "فَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا" (۳) خوشخبری سنانے والا حضرت یوسف کا کرتا لے کر آیا اور جب اس نے حضرت یعقوب کے چہرے پر رکھا تو حضرت یعقوب کی آنکھیں روشن ہو گئیں، حضرت یوسف کا اپنے کرتے سے آنکھ کی بینائی واپس لانا بھی تو مافوق الفطرت ہے مگر اسے کوئی شرک کہہ سکتا ہے؟

بولے کیا آپ کے کرتے میں بھی یہ خصوصیت ہے؟ حضرت یوسف علیہ السلام نے پتہ نہیں دو چار دن پہنا تھا کہ دو چار گھنٹے پہنا تھا مگر اس

---

(۱) پارہ ۳، رکوع ۱۳ سورۃ آل عمران (۲) پارہ ۱۳ رکوع ۴ (۳) پارہ ۱۳ رکوع ۵ سورۃ یوسف

کے اندر یہ خصوصیت آگئی، اس سے یہ بات سمجھ میں آگئی کہ انبیاء کرام کو اللہ نے عام انسانوں سے ماوراء قوت وطاقت عطا کی ہے، اس لئے عام انسانوں کی طاقت وقوت پر انبیاء کو ناپنا اور تولنا انبیاء کی اہانت اور قرآن کی تکذیب ہے اس لئے جو لوگ نہ قرآن سمجھے نہ حدیث سمجھے نہ مزاج شریعت سمجھے اور شرک چلانے لگے تو ان کا کوئی اعتبار نہیں، یہی وجہ ہے کہ حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بخاری شریف کی حدیث ہے "قَالَ اِنَّهُمْ اِنْطَلَقُوْا اِلٰی آیَاتٍ نَزَلَتْ فِی الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ" (۱) عنقریب ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جو قرآن کی ان آیتوں کو جو کافروں کے بارے میں اتری ہیں مسلمانوں پر فٹ کر کے مسلمانوں کو کافر کہے گی، بولے اس زمانے میں یہی ہو رہا ہے کہ نہیں؟ کہتے ہیں کہ وہ بھی بت پوجتے تھے اور تم بھی قبر پوجتے ہو، وہ بھی بتوں کے پاس اپنی حاجتیں لیکر جاتے تھے اور تم بھی قبروں کے پاس اپنی حاجتیں لیکر جاتے ہو، اس لئے وہ بھی مشرک اور تم بھی مشرک، مشرکوں کے بارے میں اترنے والی آیتوں کو آپ کے اوپر چسپاں کیا جا رہا ہے بلکہ میں اس میں اتنی شرح اور بڑھاتا ہوں کہ جو آیتیں بتوں کے بارے میں اتریں اسے انبیاء پر انہوں نے فٹ کر دیا، کہتے ہیں کہ وہ لوگ بت کو پوجتے تھے اور یہ لوگ نبیوں کو پوجتے ہیں معاذ اللہ!

ہم میں سے کسی آدمی نے نبی کو خدا مانا؟ نہیں یہ تو رافضیوں کی بدقسمتی تھی کہ ان لوگوں نے حضرت علی کو خدا کہہ دیا، مگر رسول پاک کو وہ بھی خدا نہیں کہہ سکے، یہ کسی میں ہمت نہیں کہ رسول پاک کو خدا کہہ سکے۔

---

(۱) بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۴، باب قتال الخوارج والملحدین بعد اقامة الحجة علیهم

ذرا دیکھیں آپ! کہ رسول پاک سرورِ عالم ﷺ کا جب ہم کلمۂ شہادت پڑھتے ہیں تو پہلے "عبدہ" کہتے ہیں پھر "رسولہ" کہتے ہیں "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" اس کلمہ پر ہمارا ایمان صاف بتا رہا ہے کہ ہم رسول کو خدا نہیں مانتے بلکہ خدا کا برگزیدہ بندہ مانتے ہیں، خدا کا مقرب بندہ مانتے ہیں، اس لئے ہم پر شرک کا جو الزام لگایا جا رہا ہے وہ بالکل بے بنیاد ہے، البتہ ان لوگوں نے نبی کے علم غیب کا انکار کرکے قرآن کا انکار کیا اور نبی کے علم غیب کو چوپایوں اور پاگلوں سے تشبیہ دیکر نبی کی صریح توہین کی، ثبوت کیلئے مولوی اشرفعلی کی کتاب حفظ الایمان دیکھ لیجئے حقیقت کھل جائے گی جبکہ اللہ نے قرآن میں فرمایا "تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ" (۱)

اے پیارے محبوب! یہ غیب کی خبریں ہم آپ کو وحی کر رہے ہیں.......... تو بولو کہ جب اللہ تعالیٰ غیب کی خبریں نبی کو وحی کر رہا ہے تو غیب کی خبریں نبی جانے گا کہ نہیں؟ جب نبی کی طرف وحی ہوئی، تو غیب کی خبر کی بھی وحی ہوئی تو نبی اگر غیب کی خبریں نہ جانے تو یہ وحی کیسی کہ جانا بھی نہیں اور وحی ہوگئی یہ تو وہی ہوگئی نہ کہ وحی۔

پھر قرآن فرماتا ہے "وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ" (۲) رسول غیب بتانے پر بخیل نہیں، یعنی غیب کی خبریں دینے میں سخاوت اور فیاضی سے کام لیتے ہیں، بخیل نہیں، اسی کو کہیں گے جس کے پاس مال بھی ہو اور سخاوت بھی کرے تو اب آیت کا مطلب ہوا کہ رسول کے پاس علم غیب ہے اور غیب کو بتانے میں وہ رکتے نہیں اس لئے بخیل نہیں، اس کا بالکل صاف اور صریح معنی

(۱) پارہ ۱۲، رکوع ۴ سورۂ ھود (۲) پارہ ۳۰ رکوع ۶ سورۂ تکویر

ہوا کہ رسول غیب جانتے ہیں۔

اور اگر آیت کریمہ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝ میں "ھُوَ" کی ضمیر قرآن کی طرف لوٹاؤ گے تو اب معنی ہوگا، قرآن غیب بتانے میں بخیل نہیں، تو قرآن نے پہلے رسول کو غیب بتایا جبھی تو رسول غیب داں ہوئے بہرحال "ھو" کی ضمیر قرآن کی طرف لوٹاؤ یا رسول کی طرف، رسول اکرم کا غیب داں ہونا ثابت ہوجائے گا، ہم جنت پر ایمان رکھتے ہیں، دوزخ پر ایمان رکھتے ہیں، قیامت پر ایمان رکھتے ہیں، قبر میں سوال نکیرین پر ایمان رکھتے ہیں، یہ سب غیب ہی تو ہے، مگر نبی کے بتانے ہی سے اس پر ایمان رکھتے ہیں، اس کے باوجود اگر کہا جائے کہ نبی غیب نہیں جانتے تو یہ جہالت نہیں تو اور کیا ہے؟

اسی طرح نبی کے اختیارات کا قرآن مجید میں اللہ نے جابجا ذکر فرمایا مگر ان لوگوں کو اس سے انکار ہے، نبی کے علم غیب کا انکار، نبی کے اختیار کا انکار، یہاں تک کہ نبی کی شفاعت کا بھی انکار کرتے ہیں جبکہ خود یہ لوگ بھی اذان کے بعد دعا میں پانچوں وقت پڑھتے ہیں "وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ" میں پوچھتا ہوں اگر شفاعت کا اختیار ان کو حاصل نہیں تو اس کی دعا کیوں کرتے ہو حالانکہ رسول کی شفاعت قرآن سے بھی ثابت ہے اور حدیثوں سے بھی ثابت ہے، البتہ یہ لوگ رسول کی شان گھٹانے کے لئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اذان کے بعد مسلمانوں سے اپنے لئے یہ دعا کرا رہے ہیں "وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ" (۱) اے اللہ! تو انہیں مقام محمود عطا فرما جس کا تو نے وعدہ کیا، ترمذی کی

(۱) ترمذی ج ۱ ص ۵۱، ابوداؤد ج ۱ ص ۷۸

حدیث میں ہے میرے آقا نے فرمایا کہ جس شخص نے اذان کے بعد یہ دعا پڑھ لی "حَلَّتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ" (۱) اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگئی، میں اس کی شفاعت کروں گا۔ نبی کیلئے تو مقام محمود ثابت ہے ہی مگر اس دعا میں تمہارے لئے بھی عظیم فائدہ ہے کہ نبی کی شفاعت تمہیں نصیب ہوگی، اس لئے حضور فرمارہے ہیں کہ یہ دعا پڑھو تا کہ میری شفاعت تمہارے لئے حلال ہوجائے، معلوم ہوا کہ یہ دعا نبی کو مقام محمود دلانے کے لئے نہیں ہے وہ تو بہت پہلے ہی آپ کو دیا جاچکا ہے بلکہ یہ دعا نبی کی شفاعت کا حقدار بننے کے لئے ہے۔ عشق رسول میں سرشار ہوکر حدیث پڑھتے پڑھاتے تب نہ حدیث کا صحیح معنی سمجھ میں آتا۔

بے عشق محمد جو پڑھاتے ہیں بخاری
آتا ہے بخار ان کو بخاری نہیں آتی

اب چوتھے نمبر پر ایک اور باطل فرقے کا جائزہ لیتے چلیں جو بہت پہلے عالم وجود میں آگیا تھا اور اب اس کی متعدد شاخیں بھی نکل چکی ہیں جن کی تعداد دو[۲۰] درجن کے قریب پہنچ چکی ہے اس فرقے کا نام رافضی ہے۔ یہ فرقہ بھی عقائد باطلہ اور خیالات فاسدہ رکھنے کے سبب گمراہ بددین بلکہ ان کی اکثریت کافر و مرتد ہے۔ کیوں کہ ان کی اکثریت ان تبرا باز شیعوں کی ہے جو صدیق و عمر و عثمان کی خلافت کا انکار کرتے ہیں، اور ان کی خلافت کو خلافت غاصبہ کہتے ہیں، ان پر اور تمام صحابہ پر بہت لعن طعن کرتے ہیں، بلکہ بعض صحابہ کی تکفیر تک کرتے ہیں، اور اہل بیت اطہار کو انبیاء سے افضل سمجھتے ہیں...... اور فرشتوں اور نبیوں کی طرح انہیں معصوم مانتے ہیں، حضرت عائشہ

(۱) ترمذی ج ۱ ص ۵۱ و ابوداؤد ج ۱ ص ۷۸

صدیقہ پر تہمت لگاتے ہیں جبکہ انکی پاکدامنی نص قطعی سے ثابت ہے اور قرآن کو ناقص مانتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ قرآن کی کچھ سورتیں یا کچھ پارے صحابہ نے چھپا دیئے اور ضائع کردیئے جس میں حضرت علی کی خلافت بلا فصل کا ذکر تھا۔ یہ لوگ حضرت علی کو صدیق اکبر سے بھی افضل مانتے ہیں مگر یہ نہیں جانتے کہ رسول پاک سرور عالم ﷺ نے اپنی تنہائی کی ہجرت میں جن کو اپنا معتمد بنایا تھا، جن کو اپنا غمخوار بنایا تھا، جن کو اپنا یار غار بنایا تھا اس سے بڑا مخلص اور کون ہوسکتا ہے؟ نبی کے بعد امت کا اس سے زیادہ خیر خواہ اور کون ہوسکتا ہے؟ یہ کہتے ہیں نہیں جناب! وہ کون سے بڑے مخلص تھے، مخلص وہ تھے جو نبی کے کاندھے پر سوار ہوئے، جو ہجرت کی رات نبی کے بستر پر سوئے جو حضور کو بہت پیارے تھے۔ مگر ان تمام باتوں کے باوجود ہجرت کی رات حضور سرکار مدینہ نے اپنی رفاقت کے لئے حضرت صدیق اکبر کو منتخب فرمایا وہ رات کتنی پرخطر تھی، جب کہ مکہ کا چپہ چپہ اور گوشہ گوشہ نبی کے خون کا پیاسا تھا، ہر چہار جانب دشمن پھیلے ہوئے تھے اور رسول کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے بڑی سرگرمی کے ساتھ ان کو تلاش کررہے تھے ایسی پرخطر اور خوفناک رات میں حضور نے اگر کسی کو اپنا معتمد بنایا تو وہ کوئی اور نہیں حضرت صدیق اکبر تھے۔ جنہوں نے قدم قدم پر جانثاری کا ثبوت دیتے ہوئے بحفاظت تمام حضور کو مدینہ تک پہونچادیا۔

وہ رات کس قدر پرخطر تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ کفار و مشرکین نے ہر چہار جانب سے نبی کے گھر کا محاصرہ کررکھا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں، وہ نبی کے قتل کا عزم مصمم کرچکے تھے گویا نبی کا بستر قتل گاہ مصطفےٰ بنا ہوا ہے مگر حضرت علی کیلئے وہ بستر پھولوں کی سیج سے

زیادہ آرام دہ ثابت ہوا۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں اس رات چین کی نیند سویا جس رات رسول پاک نے ہجرت فرماتے وقت اپنا بستر مجھے عطا فرمایا، اور فرمایا علی! میری چادر اوڑھ کر یہاں پر آرام سے سو جاؤ کفار تمہارا بال بھی بیکانہ کرسکیں گے اور میرے پاس جتنی امانتیں ہیں یہ امانتیں صبح اٹھکر ان کے حقداروں تک پہونچادو، اور پھر مدینہ میرے پاس پہنچ جاؤ تو حضرت علی کہتے ہیں کہ کسی رات مجھے اپنی زندگی کی گارنٹی نہیں ملی مگر اس روز جب رسول پاک نے یہ کہدیا کہ کفار تمہارا بال بھی بیکانہ کرسکیں گے، امانتیں ادا کرکے مدینے آکر مجھ سے ملو، تو اب یہ اس بات کی ضمانت ہوگئی کہ جب تک میں مدینہ پاک جاکر رسول پاک سے ملاقات نہ کرلوں، میرے پاس ملک الموت آہی نہیں سکتے۔

خود حضرت علی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ رسول پاک کے ساتھ جانا بڑے خطرے کی بات تھی اور رسول پاک کے بستر پر سونا اپنی جان کو امان میں رکھنا تھا، دونوں میں بڑا فرق ہے اسی سے ان دونوں بزرگوں کے مراتب اور درجات کا فرق سمجھ میں آتا ہے اور پھر یہ بھی دیکھیں کہ رسول اکرم ﷺ نے دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے حضرت علی کو اپنی مسجد یا کسی اور جگہ کی امامت نہ دی، جبکہ حضور نے حضرت صدیق اکبر کو اپنی مسجد کا امام بنایا، رسول پاک سید عالم ﷺ پر جب مرض کا غلبہ ہوا اور اس میں شدت آگئی تو فرمایا مجھے سات مشک پانی جن کی بندش نہ کھولی گئی ہو اس سے غسل دو، تاکہ غشی ختم ہو اور میں لوگوں سے گفتگو کروں، پھر تشریف لائے اور کچھ وصیتیں اور نصیحتیں کیں، پھر رسول اکرم ﷺ نماز کے لئے اٹھے تو غشی آگئی وہیں پر لیٹ گئے، پھر اٹھے، پھر غشی آگئی، پھر لوگوں کو حکم دیا کہ میرے اوپر پانی بہاؤ

تاکہ غشی کا اثر کم ہوجائے، پھر آپ پر پانی ڈالا گیا اور آپ اٹھے مگر پھر غشی آگئی، جب بار بار ایسے ہوتا گیا اور نماز میں تاخیر ہوتی گئی تو حضور نے فرمایا "مُرُوْا اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ" (۱) ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کی امامت کریں، حضرت عائشہ کہتی ہیں یارسول اللہ! حضرت ابوبکر بہت رقیق القلب ہیں آپ کے مصلے پر کھڑے ہوکر اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ پائیں گے اور قرأت پر قادر نہ ہوسکیں گے، یارسول اللہ! عمر کو حکم دیں کہ وہ نماز پڑھادیں، تو حضور نے فرمایا: مُرِیْ اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ (۲) ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کی امامت کریں حضرت عائشہ نے پھر وہی عذر پیش کیا تو حضور نے فرمایا: مُرِیْ اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ فَاِنَّکُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ (۳) تم سب یوسف کے ساتھ والیوں کی طرح ہو کہ اپنی بات پر اڑجاتی ہو، ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کی امامت کریں، حضرت ام المومنین عائشہ نے حضرت حفصہ سے فرمایا ارے! تم بھی تو رسول پاک سے کہو کہ وہ ابوبکر کے علاوہ عمر کو امامت کیلئے مقرر کریں، حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے دل میں سوچا کہ رسول پاک کے مصلے پر اگر ابوبکر کھڑے ہوگئے اور رسول پاک چند دنوں کے مہمان ہیں، دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں، اگر ابوبکر نے امامت شروع کردی، اور رسول پاک دنیا سے کوچ کرگئے تو لوگ ابوبکر کو منحوس سمجھیں گے کہ حضور کے مصلے پر یہ آگئے، اور رسول پاک دنیا سے چلے گئے، اس لئے میں رسول پاک سے بار بار اصرار کرتی رہی کہ یارسول اللہ! نماز پڑھانے کے لئے کسی اور کو حکم دیں، حضرت عائشہ کہتی ہیں خدا کی قسم میرے دل میں یہ بات آئی ہی نہ تھی کہ آج جو شخص مصلے پر کھڑا ہوگا وہی مسلمانوں کی

---

(۱) بخاری ج۱ ص ۹۳ باب حد المریض [illegible] (۲) [illegible] ص ۹۱ حدیث ۳۳۳ (۳) ایضاً

نظر میں خلافت کا سب سے زیادہ حقدار ہو گا یہ بات میرے دل میں اس وقت نہیں آئی تھی، اگر یہ بات میرے دل میں آگئی ہوتی تو حضور سے اصرار نہ کرتی کہ دوسرے کو حکم دیں، یہ بے نکتہ سمجھ گئے آپ! حضرت عائشہ نے اس نکتے کو بعد میں سمجھا، مگر رسول پاک پہلے ہی متعین کر رہے ہیں کہ ابوبکر ہی امامت کریں گے تا کہ میرے بعد بھی امت مسلمہ کی قیادت کریں اور بالاتفاق انہیں خلیفہ منتخب کرلیا جائے، اس لئے رسول پاک نے اپنے مرض الموت میں انہیں نماز پڑھانے کا حکم دیا، حضرت علی کو خلیفہ بلافصل ماننے والے اصول کافی، فروع کافی، "مَا لَا يَحْضُرُهُ الْفَقِيهُ" اور اصول ثمانیہ، وغیرہ کتابیں اٹھا کر لے آئیں اور دکھادیں کہ ایام مرض الموت میں حضرت علی نے ایک وقت کی بھی امامت کی تھی۔

رفیقان گرامی! میرے آقا سرور کائنات ﷺ نے اپنی وفات کے وقت جس کو امامت کا مصلی دیا ہے، جس کو اپنی جگہ دی ہے وہی رسول پاک کا صحیح جانشین وخلیفہ اور قائم مقام ہے، کیوں کہ یہ استحقاق خلافت کی طرف رسول پاک کی نشاندہی ہے، اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "رَضِينَا لِدُنْيَانَا بِمَنْ رَضِيَ بِهِ رسولُ اللهِ ﷺ لِدِينِنَا" (۱) رسول پاک نے ہمارے دین کے لئے جس کو پسند فرمایا ہم دنیا کے معاملے میں اس کو پسند کرتے ہیں۔ اور ایک دوسری روایت میں فرمایا "قَدَّمَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَمَنِ الَّذِي يُؤَخِّرُكَ" (۲) رسول اللہ ﷺ نے جس کو مقدم کیا اس کو کون مؤخر کر سکتا ہے۔

اب آیئے اور اس حدیث میں بھی غور کیجئے کہ حضرت علی رضی اللہ

(۱) مدارج النبوۃ و تاریخ الخلفاء (۲) مدارج النبوۃ و تاریخ الخلفاء

عنہ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے ساتھ اخیر دم تک حل وعقد کا کام کیوں کرتے رہے؟ ان دونوں حضرات کی خلافت میں ان کا معتمد علیہ اور مشیر خاص کیوں بنے رہے؟ آپ حضرت علی کا یہ برملا اعتراف ملاحظہ کیجئے جب شیعان علی نے حضرت علی سے کہا حضور! آپ کے زمانے میں اتنی فتوحات نہیں ہورہی ہیں جتنی ابوبکر، عمر، اور عثمان کے زمانے میں ہوئیں، ان لوگوں کے عہد خلافت میں مسلمان یورپ میں داخل ہوگئے، افریقہ میں داخل ہوگئے ، ایشیا کے بہت سے ملکوں پر قبضہ کرلیا، آپ کے زمانے میں فتوحات کی رفتار بہت سست ہے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے برجستہ فرمایا ان لوگوں کو مشورہ دینے والے ہم لوگ تھے اور ہم کو مشورہ دینے والے تم لوگ ہو، کیا مطلب؟ تم تقیہ باز لوگ مشورہ دینے میں بھی تقیہ کرتے ہو، اس لئے سب گڑبڑ گھٹالا ہو جاتا ہے، جگہ جگہ خفیہ سازش، قدم قدم پر دھوکہ، بدعہدی، بے وفائی، اب ایسے حالات میں فتوحات کا سلسلہ کیسے جاری رہ سکتا ہے۔ حضرت علی نے منع کیا تھا کہ مصر پر چڑھائی نہ کی جائے مگر ان کے اردگرد بیٹھنے والے شیعان علی نے کہا نہیں مصر پر چڑھائی ضروری ہے، وہاں کا امیر آپ کی اطاعت قبول نہیں کرتا، حضرت علی نے فرمایا ایسی بات نہیں ہے، وہ ہم کو عقیدت کی نظر سے دیکھتا ہے بس یہی کافی ہے، مگر ان لوگوں نے حالات کی غلط تصویر پیش کر کے چڑھائی کرنے پر اصرار اور ضد کی، حضرت علی نے کہا کہ نقصان اٹھانا پڑے گا، مگر یہ لوگ نہ مانے آخرکار ان کے مسلسل اصرار کی بنیاد پر حضرت علی نے مصر پر چڑھائی کردی اور مصر ہاتھ سے نکل گیا۔

حضرت علی کی خلافت بلافصل کے بارے میں یہ لوگ اس حدیث کو بھی پیش کرتے ہیں کہ رسول پاک نے فرمایا "مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ

مَوْلَاہُ" (۱) میں جس کا مولیٰ علی اس کے مولی، یہ لوگ کہتے ہیں دیکھو رسول نے بتادیا کہ علی میرے بعد خلیفہ ہیں میں نے کہا بیوقوف! مولی کا معنی بھی معلوم ہے؟ مولیٰ کے بہت سے معانی آتے ہیں، مالک، سردار، غلام، آزاد کرنے والا، آزاد شدہ، انعام دینے والا، جسکو انعام دیا جائے، محبت کرنے والا، ساتھی، حلیف، پڑوسی، مہمان، شریک، بیٹا، چچا کا بیٹا، بھانجا، چچا، داماد، رشتہ دار، ولی، تابع۔ اور اللہ پر بھی مولیٰ کا اطلاق ہوتا ہے "وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ" (۲) اور ایک دوسری آیت میں بھی دو جگہ اللہ پر مولیٰ کا اطلاق ہوا ہے۔

"وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ" (۳) مولیٰ کے جب بہت سے معانی ہیں تو پھر مولیٰ کا معنی خلیفہ ہی کیوں ہوسکتا ہے؟ اور پھر یہ حدیث "مَنْ كُنْتُ مَوْلٰى فَعَلِيٌّ مَوْلَاہُ" حضور نے اس وقت فرمایا تھا جب حضرت خالد بن ولید نے حضرت علی پر اعتراض کیا، تو رسول پاک نے اس وقت بریدہ ابن حصیب سے پوچھا "اَتُبْغِضُ عَلِيًّا" اے بریدہ! کیا تم علی سے نفرت کرتے ہو بریدہ نے کہا ہاں! نفرت کرتا ہوں، فرمایا کیوں نفرت کرتے ہو؟ بولے کہ میں ان کے ساتھ تھا، باندیاں ان کے ساتھ تھیں، ان میں سے ایک باندی کو انہوں نے اپنے دست تصرف میں رکھا، اس وجہ سے میں نفرت کرتا ہوں، فرمایا بریدہ سن! انہیں اس سے زیادہ تصرف کی اجازت تھی، اس نے تو کم میں تصرف کیا "لَا تُبْغِضْ عَلِيًّا" علی سے نفرت مت کر،......... دیکھئے جس وقت نفرت اور محبت کی بات چل رہی تھی اس وقت حضور علیہ السلام نے اعلان کیا "مَنْ كُنْتُ مَوْلَاہُ

(۱) رواہ الترمذی بحوالہ تاریخ الخلفاء ص ۱۶۹ (۲) پارہ ۳ رکوع ۸ سورۂ بقرہ (۳) پارہ ۹ رکوع ۱۸ سورۂ انفال

فَعَلِيٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ" (۱) میں جس کا دوست علی بھی اس کے دوست، اے اللہ جو علی سے دوستی کرے اس کو اپنا دوست بنا اور جو اس سے دشمنی کرے تو بھی اس سے دشمنی کر، یہاں پر دوستی اور محبت کی بات چل رہی ہے نہ کہ خلافت کی۔ اس لئے مولیٰ کا وہی معنی لینا ہوگا جو اس مقام کے مناسب ہے۔ اور وہ ہے دوست۔

رفیقان گرامی! آپ تاریخ اٹھا کر پڑھ لیجئے! حضرت علی نے حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کے ساتھ پوری زندگی وفاداری اور اطاعت گزاری کا ثبوت دیا، ان کے معتمد، مشیر، مددگار، اور دوست رہے، بلکہ ان میں آپس میں رشتہ داریاں ہوتی رہیں اگر حضرت علی ان حضرات کو حق پر نہ سمجھتے اور خلافت کا مستحق اپنے آپ کو سمجھتے تو کبھی بھی ان حضرات کے ہاتھ پر بیعت نہ کرتے۔ مگر یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی نے تقیۂ ایسا کیا۔ اگر تقیہ نہ کرتے تو جان چلی جاتی، میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ حضرت علی تقیہ کرکے حق پر تھے یا امام حسین تقیہ نہ کرکے حق پر تھے؟ امام حسین نے بھی تقیہ کیا ہوتا تو ان کی اور ان کے بچوں کی جان بچ جاتی کہ نہیں؟ بولو! کون حق پر ہے؟ حضرت علی حق پر ہیں کہ امام حسین حق پر ہیں؟ اگر علی حق پر تھے تو امام حسین غلطی پر تھے اور اگر امام حسین حق پر تھے تو علی تقیہ کرکے غلطی پر تھے، بولو! کیا کہتے ہو اس لئے ماننا پڑے گا کہ حضرت علی نے تقیہ کیا ہی نہیں یہ حضرت علی کی شان میں سخت توہین ہے، حضرت علی جیسا حق گو، جانباز اور حق کے لئے جان لٹانے والا، کبھی تقیہ کرہی نہیں سکتا، اسلام میں تقیہ کی کوئی گنجائش نہیں ہاں! اگر جان جانے کا یقین ہو یا گمان غالب

(۱) تاریخ الخلفاء

تو ایسے موقعہ پر زبان سے کلمۂ کفر کہہ کر جان بچانے کی اجازت ہے، مثلاً ظالم نے حلق پر خنجر رکھ دیا اور کہنے لگا کہ اگر کلمۂ کفر نہ کہا تو یہ خنجر حلق میں اتر جائے گا تو اس وقت زبان سے کلمۂ کفر کہنے کی اجازت ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس کا دل ایمان پر جما ہو "وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ ۢ بِالْاِیْمَانِ" (۱) حضرت علی کی گردن پر کب خنجر رکھا گیا؟ ارے! خنجر تو چھوڑو، کبھی کسی نے ان کی گردن پر ہاتھ بھی نہیں رکھا، یہ حضرات ہمیشہ ان کا ادب کرتے تھے، اور صحابۂ کرام ان کی عزت کرتے تھے، بلکہ حضرت فاطمۃ الزہرا کے زمانے میں حضرت علی کی عزت بہت تھی، جب وہ وفات پا گئیں، تو حضرت علی سے لوگوں نے محبت کم کردی، تو حضرت علی نے، حضرت ابوبکر کے پاس قاصد بھیجا کہ آیئے آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہے اور پھر حضرت ابوبکر سے ان کی باتیں ہوئیں۔ حضرت علی سے فاطمۃ الزہرا کے بعد صحابہ اس لئے ناراض ہوگئے تھے کہ علی، رسول پاک کی کیبنیٹ میں ہمیشہ رہتے تھے تو ابوبکر کی کیبنیٹ میں کیوں نہیں بیٹھتے، معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی صحابہ سے الگ کوئی راستہ اختیار کرنا چاہتے ہیں اس لئے لوگوں کے دل میں ان کی حیثیت گھٹنے لگی مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس نبیؐ پاک کا دیا ہوا نور علم بھی تھا، اور اللہ کا عطا کیا ہوا نور ایمان بھی تھا، وہ دیکھ رہے تھے کہ لوگوں کے دلوں میں میری محبت جو گھٹ رہی ہے اس کی مکافات اس طرح ہو سکتی ہے کہ میں ابوبکر کے قریب جاؤں، جب سارے صحابہ ابوبکر کو مان رہے ہیں تو مجھے بھی ماننا چاہئے، اور پہلے بھی مانتے تھے۔ یہ کہتے ہیں جناب! حضرت علی کیلئے حضور نے خلافت کا اعلان کیا تھا، میں کہتا ہوں کوئی آیت یا کوئی

(۱) پارہ ۱۴، سورہ نحل، رکوع ۲۰

حدیث، جس میں خلافت کا اعلان ہو پیش کردو، میں خط غلامی لکھ دوں گا ہاں! ابوبکر کے لئے خلافت کا قول نیز حضور کا ابوبکر کو ایام علالت میں مصلیٰ امامت پر اپنا نائب بنا کر کھڑا کر دینا یہ تو روایتوں میں ملتا ہے، مگر کسی! اور کیلئے نہیں ملتا یہ صرف ابوبکر کیلئے خاص ہے۔ اگر حضرت علی کو خلیفہ بلا فصل بنانا تھا تو کم از کم حضرت علی کو ایک ہی وقت کی نماز پڑھانے کے لئے کھڑا کر دیتے، تا کہ علی کی خلافت پر کوئی نشانی قائم ہو جاتی اور یہ بھی سنو! حضرت عباس اور حضرت علی دونوں حضور کی خدمت سے باہر آئے لوگوں نے پوچھا "كَيْفَ وَجَدْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ" اے عباس! رسول پاک کی طبیعت کیسی ہے؟ کہا الحمد للہ بخیر ہیں، پھر حضرت علی کو کنارے لے جا کر بولتے ہیں اے علی! تین دن کے بعد تم لاٹھی کے غلام بن جاؤ گے، کیوں کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ رسول پاک اس مرض سے اٹھنے والے نہیں ہیں، تین دن کے اندر آپ کی وفات ہو جائے گی اور اس کے بعد تم کو کوئی پوچھے گا نہیں، بے سہارا ہو جاؤ گے، لاٹھی پکڑ کر چلنا پڑے گا...... چلو رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں چل کر پوچھ لیا جائے کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟ ہم کو خلافت ملے گی کہ نہیں؟ اگر کہہ دیں گے کہ ہاں! تو ہم جم کر حصول خلافت کی کوشش کریں گے، خلافت کا مطالبہ کریں گے، اور اگر فرمایا نہیں تو صبر کر کے اپنے گھر میں بیٹھ جائیں گے، حضرت علی نے کہا کہ اے چچا! میں ہرگز یہ سوال نہیں کر سکتا، حضرت عباس نے فرمایا کیوں؟ حضرت علی نے کہا اس لئے کہ اگر رسول پاک نے خدانخواستہ انکار کر دیا کہ میرے بعد تم خلیفہ نہیں بنو گے، تو لوگ مجھے زندگی بھر خلیفہ نہیں بنائیں گے، اس لئے میں کبھی نہیں پوچھوں گا، مگر یہ رافضی لوگ کہتے ہیں کہ حضور نے حضرت علی کی خلافت بلا فصل کا اعلان کر دیا تھا اور صحابہ نے

معاذ اللہ جھوٹی حدیثیں گڑھ گڑھ کے حضرت علی کو خلافت سے دور رکھا، یہی نہیں کہ انہوں نے سارے صحابہ کو جھوٹا کہا بلکہ عام صحابہ کو مرتد تک لکھدیا ''حق الیقین'' میں میر باقر مجلسی لکھتے ہیں ''صحابہ بعد وفات رسول اللہ ﷺ مرتد شدند الا سہ نفر ابوذر، مقداد و سلمان فارسی'' جناب میر باقر مجلسی لکھتے ہیں: سب صحابہ رسول پاک کی وفات کے بعد مرتد ہوگئے سوائے تین صحابہ کے کہ رسول کی وفات کے بعد بھی ان کا اسلام باقی رہا اور وہ ابوذر غفاری، مقداد، اور سلمان فارسی ہیں۔ معاذ اللہ، مرتد کس کو کہتے ہیں؟ کافر کی سب سے بدترین قسم کو مرتد کہتے ہیں، مرتد سے بدتر کوئی کافر نہیں، اب میں ان سے پوچھتا ہوں کہ سب کے سب صحابہ جب مرتد ہوگئے تو حضرت علی کیسے مسلمان رہ گئے؟ حضرت علی بھی صحابی ہیں کہ نہیں؟ ان کا نام تم نے ان تین میں نہیں لیا، تو پتہ چلا کہ حضرت علی بھی مرتد۔ معاذ اللہ پھر تم ان کو خلیفہ بلا فصل کیسے ثابت کروگے؟ جب تم نے ان کے اسلام ہی کا انکار کر دیا تو وہ خلیفۂ رسول کیسے ہو سکتے ہیں؟ حضرت عباس بھی صحابی ہیں کہ نہیں؟ ان کا نام بھی ان تین میں نہیں لیا گیا، حضرت عمار بن یاسر کا نام بھی ان تین میں نہیں لیا گیا، جن کا جلوس تماری نکالا کرتے ہو، بولو! ان کے بارے تم کیا کہتے ہو؟ جب آدمی عداوت میں اندھا ہو جاتا ہے تو اس کو کچھ سمجھ ہی میں نہیں آتا ہے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، یہی حال ان کا ہے صحابہ کی عداوت میں حضرت علی حضرت عباس حضرت عمار تک کو مرتد کہہ دیا، معاذ اللہ۔

رسول کریم ﷺ نے اپنی زندگی ہی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت و نیابت کی نشاندہی کردی تھی، یہاں تک کہ وفات شریف سے ایک دو مہینہ پہلے ایک عورت بارگاہ رسالت میں چند مسائل پوچھنے کے لئے آئی

حضور نے بتادیئے، اس عورت نے جاتے جاتے کہا یا رسول اللہ اب کبھی ضرورت پیش آئے اور میں آپ کے پاس آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو کہاں جاؤں؟ اور کس سے مسئلہ پوچھوں؟ فرمایا: ابوبکر کے پاس جانا، بولئے صاحب! اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کا یہی تو مطلب ہے کہ ابوبکر میرے بعد میری ذمہ داریاں ادا کریں گے۔ مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ رافضی حضرت ابوبکر حضرت عمر اور دیگر صحابہ سے کیوں اتنی عداوت اور نفرت کرتے ہیں جبکہ اللہ رب العزت انہیں اپنی رضامندی کی سند عطا فرما چکا ہے قرآن فرماتا ہے "لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ" (۱) شجرۂ رضوان کے نیچے جتنے مسلمان آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں اللہ سب سے راضی ہے، اور جس سے اللہ راضی ہو اس سے دنیا کا کوئی مسلمان کبھی ناراض نہیں ہو سکتا، اسی سے پتہ چل گیا کہ یہ مسلمان نہیں ہیں اس لئے اگر ناراض ہوتے ہیں تو ہوتے رہیں، اللہ تو راضی ہے قرآن فرماتا ہے، "وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ" (۲) مہاجرین و انصار میں سے جو اولین سابقین ہیں اور جنہوں نے ان کی اخلاص کے ساتھ پیروی کی اللہ ان سے بھی راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ اور پھر فرمایا "وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى" (۳) اللہ نے ان میں سے ہر ایک سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے یہ کون ہیں مہاجرین و انصار؟ صرف حضرت علی اور مقداد ہیں؟ نہیں قرآن میں انصار جمع کا صیغہ، مہاجرین جمع کا صیغہ لایا گیا اور پھر "وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ" فرمایا گیا اور ان کے بعد کے صحابہ سب کے سب کون ہیں؟ سب

(۱) پارہ ۲۶ رکوع ۱۱ سورہ فتح (۲) پارہ ۱۱ رکوع ۲ سورہ توبہ (۳) پارہ ۵ رکوع ۱۰ سورہ نساء

جنتی ہیں "وَ کُلًّا وَّعَدَاللّٰہُ الْحُسْنٰی" (۱) اللہ نے ان سب سے جنت کا وعدہ کرلیا ہے، تو اللہ جن لوگوں سے جنت کا وعدہ کیا انہیں یہ مرتد اور جہنمی بتاتے ہیں، معاذ اللہ یہ قرآن سے کتنا دور ہیں اب یہ بتانے کی ضرورت نہیں، اگر ان لوگوں میں ذرا بھی غیرت ہے تو قرآن کی آیتوں ہی کو لے کر مجھ سے کچھ دیر گفتگو کرلیں سمجھ میں آجائے گا کہ کتنے پانی میں ہیں، رسول کی حدیثوں کو تم نہیں مانتے تو مت مانو۔ کوئی تم سے منوانے نہیں جارہا ہے، تمہارے لئے تو ہم دوسری چیز مان چکے ہیں...... مگر یہ بھی یاد رکھو کہ تمہاری بھی حدیثیں ہم نہیں مانتے کیوں کہ وہ سب حدیثیں تمہاری گڑھی ہوئی ہیں، مگر قرآن کے بارے تم کیا کہتے ہو؟ کہا ہاں! قرآن کو مان لیں گے اگرچہ اس کے دس پارے غائب ہیں، میں نے کہا کیوں مان لوگے؟ کہا اس لئے کہ حضرت امام مہدی کہہ گئے ہیں کہ جب تک میں نہ آؤں اسی قرآن پر عمل کرنا، میں نے کہا تب ٹھیک ہے جب تم قرآن پر عمل کرتے ہو، اسکو مانتے ہو تو اسی میں تمام صحابہ سے راضی ہونے کی بات کہی گئی اور اسی میں مہاجرین وانصار اور ان کے متبعین کے لئے جنت کا وعدہ کیا گیا یہ مان لو تب ہم سمجھیں گے کہ تم قرآن پر عمل کرتے ہو اور اس کو مانتے ہو۔ اور پھر قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ" (۲) اللہ نے تم لوگوں میں سے ایمان لانے والوں اور عمل صالح کرنے والوں سے یہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا، "لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ" (۳) اللہ ان مسلمانوں کو ضرور ضرور خلیفہ بنائے گا، اس آیت کو پڑھ کر بتاؤ کہ ابوبکر خلیفہ بنے تو ان کو کس

(۱) پارہ ۵ رکوع ۱۰ سورہ نساء (۲) پارہ ۱۸ رکوع ۱۳ سورہ نور (۳) ایضاً

نے خلیفہ بنایا؟ اللہ نے بنایا، پھر کیوں تم ان کی خلافت کا انکار کرتے ہو؟

اب اس کے بعد اور فروعی مسائل بیان کرنے کی ضرورت نہیں تمہارے کفر کے لئے اتنا کافی ہے کہ تم لوگ قرآن کو ناقص مانتے ہو تمہارا ایمان مکمل ناقص ہے، جو قرآن کو ناقص کہے وہ قرآن کا مکذب ہے، اللہ فرماتا ہے "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ" (۱) ہم نے قرآن کو اتارا اور ہم ہی قرآن کی حفاظت کریں گے، جب اللہ نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا ہے تو اب کوئی اس کو بدل نہیں سکتا، یہودیوں نے بڑی کوشش کی مگر نہ بدل سکے، شیعوں نے بہت کوشش کی پوری ایک سورہ ہی گڑھی سورۂ ولایت قرآن میں چھاپ دی مگر دنیا میں کوئی بھی اس قرآن کو خریدنے کیلئے تیار نہیں، یہ بھی گڑھتے رہے کبھی سورتیں، کبھی آیتیں، گڑھ گڑھ کے قرآن میں ملانے کی کوشش کرتے رہے، مگر کامیاب نہ ہوئے، کیوں کہ اللہ نے قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمالیا ہے، جو بھی اس کو بدلنے کی کوشش کرے گا وہ خود بدل دیا جائے گا مگر قرآن کا ایک نقطہ بھی نہ کبھی بدلا ہے نہ بدلے گا۔

رفیقان ملت! میں نے ان چار فرقوں کا اختصار کے ساتھ ذکر کردیا جن سے آئے دن ہمارا سابقہ پڑتا رہتا ہے، یہ چاروں فرقے بڑی تیزی کے ساتھ اہل سنت وجماعت کے ایمان کو لوٹنے، ان کو گمراہ کرنے اور انہیں اللہ ورسول کا باغی بنانے کی جدوجہد میں ہمہ تن مصروف ہیں، انہیں فتنوں سے ہوشیار رکھنے کیلئے اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

(۱) پارہ ۱۴ رکوع ۱ سورہ حجر

جبہ پہن کر اور عمامہ باندھ کر چور آ رہے ہیں، ہاتھ میں مصلیٰ، تسبیح اور قرآن لے کر چور آ رہے ہیں، قرآن کی آیتیں تلاوت کرتے ہوئے چور آ رہے ہیں، نماز اور اذان کی باتیں کرتے ہوئے چور آ رہے ہیں، اس لئے اُن جبہ ودستار والے چوروں سے ہوشیار رہئے۔ اور سب سنیوں ہی کے پاس آ رہے ہیں۔ کیوں کہ

سنیوں ہی کے پاس ایمان کا سونا ہے، اس لئے تمام باطل فرقے انہیں کے پاس آ رہے ہیں، آپ نے کبھی نہیں سنا ہوگا کہ تبلیغی جماعت والا کسی غیر مقلد کے گھر تبلیغ کرنے گیا، کسی شیعہ کے گھر تبلیغ کرنے گیا، کسی قادیانی کے گھر تبلیغ کرنے گیا، مگر سنی کے گھر ضرور چلے آتے ہیں، کبھی کوئی غیر مقلد شیعہ کو غیر مقلد بنانے نہیں جاتا، سنیوں کے گھر چلا آتا ہے، یہ تمام باطل فرقے سنیوں ہی کے پاس کیوں آتے ہیں؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام چوروں کو پتہ ہے کہ مال کس گھر میں ہے، اس لئے چور، چور کے گھر چوری نہیں کرتا، وہ شاہوں کے گھر چوری کرنے آتا ہے، اس لئے میرے دوستو! آپ ہوشیار رہئے، یہ لوگ تبلیغ کے نام پر آپ کو ذبح کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ آپ تمام گمراہ فرقوں سے بچنے کی کوشش کریں، نہ ان کی باتیں سنیں نہ ان کے قریب ہوں نہ ان سے بیاہ شادی کریں نہ ان سے کسی طرح کا رشتہ جوڑیں، بلکہ فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "فَاِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ" پر عمل کریں ان سے دور رہیں اور ان کو اپنے سے دور رکھیں، اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے، صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھے، مسلک اہل سنت پر خاتمہ نصیب فرمائے۔ آمین

وما علینا الا البلاغ